

دیوان محب

فاد (د محب شوان فی حسین مدبر مولک شوان

مکتوبه ۱۳۱۹ شمس صید آبادی

دیوان محب

طبع نذاد

خادم نسوان محب حسین مدیر رسالہ مسلم نسوان
و مترجم کتب امیر علی شاہک پہلا جرم و غیرہ وغیرہ

۱۹۰۳ء

باز تمام محمد ابراہیم خان اکبر آبادی

مطبعہ سید احمد علی خان
کین مین چھپا

نذر

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو ایک معزز مسلمان پرورشین خاتون کی خدمت
میں بغرض نذر پیش کرتا ہوں جن کے علم و فضل اور مذاق فلسفی کو میں بڑی عزت
کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ معزز خاتون اپنی لیاقت اور علم
سے کبھی اپنی مسلمان بہنوں کو فائدہ پہنچائیں گی۔ اور اپنی قوم کی مستورات
کے لئے وہ اپنے آپ کو بطور ایک اعلیٰ نمونہ کے پیش کریں گی۔

خادمِ نذران
محبت حسین



غزل کے لغوی معنی عورتوں سے عشق اور باتیں کرنے کے ہیں اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ غزل میں معشوق کا حسن و عشق - اسکے خال و خطا کی تعریف - وصل کی خوشی - ہجر کا رنج و غم - اسکے جورو جفا - ناز و انداز - اسکی بے پروائی اور بے رحمی - اسکی مے نوشی اور عاشق کی آوارگی - شہیدہ سری - فلک کج رفتار کے ظلم و ستم اور مفارقت - یار کے رنج و الم بیان کے جائیں - یہ ہیں لغوی اور اصطلاحی معنی غزل کے جسکے مطابق ہر جمل تقریباً تمام اردو کے دیوان لکھے جاتے ہیں اور شعرا سے ہند غزل کا یہی موضوع بگڑتا ہے گو ابتدائی زمانے میں جبکہ غزل کا رواج شروع ہوا ہو گا شاید غزل عورتوں کے حسن و عشق ہی میں محدود رہی ہوگی - مگر فارسی اساتذہ کے دوا دین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ دراز سے غزل میں ہر قسم کے مضامین (فلسفیانہ - لفظی - اخلاقی - عبرت انگیز وغیرہ) باندھے جاتے ہیں اور اردو کے بعض مستند شاعرین کے پاکیزہ کلام میں بھی ہر رنگ کا شعر پایا جاتا ہے - بعض شعرا نے تو غزل کو اپنے اپنے مذاق خاص کے لئے مخصوص کر لیا ہے - چنانچہ میر انیس اور مرزا دبیر نے غزل ہی کا

نام سلام رکھ کر اس میں واقع کر بلا کے متعلق ہر طرح کے رد و انگیز اور وقت خیز
 مضامین باندھے ہیں۔ اہل معرفت یعنی صوفیائے کرام نے بھی غزل ہی کو اپنے
 وجد میں لانے والے خیالی اور ربانی مضامین کے لئے منتخب فرمایا ہے اور اسی
 میں بجائے عورت کے اس معشوق حقیقی کے مختلف جلوں اور رنگوں کو ظاہر کیا ہے
 جو دنیا کی ہر چیز میں جلوہ گر ہے ہمارے اس زمانے کے مشہور جدید طرز کے شاعر ہند
 مولانا الطاف حسین حالی نے بھی غزلوں میں اسے اپنے دیوان میں اکثر مدنی
 خراہوں کی سچی تصویر کھینچی ہے اور قوم کی محبت اور ہمدردی کی طرف ترغیب و تحریص
 دلائی ہے ان تمام واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل کا
 دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں ہر قسم کے مضامین باندھے جاسکتے ہیں مگر افوس
 ہے کہ اس وسیع دائرے کو اس زمانے کے اردو شاعروں نے بہت ہی تنگ کر دیا ہو
 اور وہ غزل کو صرف عورتوں کے حسن و عشق ہی کے لئے مخصوص جانتے ہیں اور اصل
 و ہجر کے مضامین کے سوا اور دنیا کی کسی اور حسین چیز کو چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے یہاں
 پر ہم افوس کے ساتھ اس بات کو ظاہر کئے بغیر رہ نہیں سکتے کہ اس زمانے کے بعض
 اردو شاعر دن کے عشقیہ مضامین فحش کی حد تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ جنہیں عورتیں
 تو درکنار مہذب مرد بھی پڑھنا گوارہ نہیں کرتے۔ اسے کاش ان نامہذب خیالات کی
 اشاعت کے جگہ اگر کوئی مذہبی قوم خیالات شائع کئے جاتے تو اس شاعری سے
 کیا کچھ فائدہ ملک و ملت کو حاصل نہ ہوتا۔ اور نہ جوانوں میں عورتوں کے عشق کی بجا
 بہت کچھ محبت و ملکہ جوش زن ہوتی۔

غزل کے وسیع دائرے کے خیال سے ہمنے اپنے ناچیز خیالات کو جنہیں

عورتوں کے حسن و عشق سے کوئی تعلق نہیں۔ غزلوں کے ذریعہ سے ظاہر کرنے کی جرات کی ہے۔ مگر پھر بھی شاعری کے موضوع عام کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا جو بہنے عورتوں کے حسن و عشق۔ خط و خال اور وصل و ہجر کے عوض ان کی مخصوص مصیبتوں اور لاعلاج دردوں کو بیان کیا ہے اور بجائے عشق کے جذبات کے ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کے جذبات کو دکھایا ہے اور ان کے ربخون اور تکلیفوں کی سچی تصویر اس غرض سے کہیںچی ہے کہ ان مفلکہ مات ہند کی حالت زار پر لوگوں کو رحم آئے اور وہ بلائے قید و دام سے رہائی پائیں۔

یہاں ہمارے سنجیدہ دوست یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب تک دنیا میں یہ مرد اور عورتیں موجود ہیں۔ اس وقت تک یہ حسن و عشق کے جذبات بھی پائے جائیں گے۔ اور ان کے بیان سے انسان کو ایک خاص دلچسپی اور لذت حاصل ہوتی ہے گی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ غزل کا سوجوہ عشقیہ مذاق بنظر حقارت دیکھا جاتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ مگر عشق ایک حیوانی جذبہ ہے جو انسانوں کی بنسبت حیوانوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور جن انسانوں میں جس قدر عقل کی کمی ہوتی ہے۔ اسی قدر ان میں یہ عشق اور دوسرے حیوانی جذبات (غصہ، خنف، بعض حسد وغیرہ) زیادہ پائے جاتے ہیں۔ برخلاف اسکے جن انسانوں میں عقل اور قوائے ادراکی و ملکوئی زوردار ہوتے ہیں ان میں عشق کا تو نام بھی پایا نہیں جاتا اور دوسرے قوائے حیوانی اور خواہشات نفسانی بھی نہایت کمزوری کی حالت میں دیکھے جاتے ہیں کیونکہ قوائے عقلی و حیوانی میں ایک عام مخالف ہے۔ ایک کی زیادتی سے دوسرے کی کمی لازم آتی ہے علاوہ ازیں انسان میں سب سے پہلو قوائے حیوانی ظاہر ہوتے ہیں اور خود

بجز بغیر کسی الکتاب کے ترقی کرتے ہیں۔ برخلاف اسکے قوائے عقلی محتاج تعلیم و الکتاب ہیں بد قسمتی سے جن اشخاص کو تعلیم و تربیت نصیب نہیں ہوتی اور جن کے خود رو قوائے حیوانی بے مدک ٹوک چھوڑ دئے جاتے ہیں ان میں قوائے عقلی اور ملکہوتی (فکر، رحم و کرم وغیرہ) بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اور ایسے انسان حیوانوں سے بھی زیادہ پست اور حقیر بلکہ مسخر خلائق بھی ہوتے ہیں۔

ان عام واقعات سے جنہیں ہر ایک فرد بشر بذات خود مشاہدہ اور تجربہ کر سکتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء زمانہ ہی سے انسانوں کے قوائے عقلیہ کے ادبھارنے اور قوائے حیوانیہ کے دبانے اور روکنے کی سخت ضرورت ہے۔ برخلاف اس کے اگر کسی ملک یا قوم میں انسان کے جذبات شہوانی اور قوائے حیوانی اشتعال انگینہ شاعری اور عشق خیز نکلون اور انسانوں کے ذریعہ سے ادبھارے جائیں گے اور ان کے قوائے عقلی کی ترقی کا کوئی وسیلہ موجود نہ ہوگا۔ تو ضرور وہ ان کے انسان حیوانی افعال اور شیطانی حرکات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور راع دن فسق و فجور کا بازار گرم رہے گا برائیان اور بد خلقیان مایوس سمجھتی جائیں گی اور نیکوں اور خوش خلیقوں کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ ہر شخص کی غلیظ زندگی صرف حصول لذائذ حیوانی ہوگی اور تمدن اور اخلاق کا وہ سلسلہ جبکہ رشتہ میں ایک قوم یا ملک کے آدمی بندھے ہوتے ہیں ٹوٹ جائے گا اور پھر بربادی ملک و قوم اس کا لازمی نتیجہ ہے اخلاق اور اعمال کی تباہی سے انسان حیوانوں سے بھی زیادہ پست اور حقیر چلتے ہیں اور پھر وہ ان قوموں کے شکار بن جاتے ہیں جو ان سے قوائے عقلی اور تہذیب اخلاق میں زیادہ ہوتی ہیں۔ اور اس کا لازمی نتیجہ ابدی غلامی اور زوال نعمت آزادی ہوتا ہے جو ہر ایک جاندار کا فطری

حق ہے۔

ہمارے اس خیال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آجکل کی ترقی یافتہ مہذب قوموں میں بھی تو عشقیہ نظمیں اور ناولیں شائع ہوتی ہیں۔ پھر وہ ان کیوں نہیں یہ خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان جن و عشق کی ناولوں اور عشقیہ نظموں کے لکھنے سے عامہ خلعت کو کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچایا جاتا ہے اور ان کے لکھنے کی غرض کسی بُرائی کا دفع کرنا اور لوگوں کو اس سے نفرت دلانا ہوتی ہے۔ کوئی نظم تو اس غرض سے لکھی جاتی ہے کہ مفلسوں کی تباہ حالت درست کی جائے اور کسی کا مقصود یہ ہوتا ہو کہ امر کے اخلاق و رویہ کی اصلاح ہو اور سوسائٹی میں عیب بڑھنے نہ پائیں۔ الغرض وہ ان جذبات حیوانی اسطرح سے بیان کئے جاتے ہیں کہ جس سے بعض کسی اشتعال و تحریک کے خود انہیں جذبات سے انسان کو متفرق پیدا ہو۔ کیونکہ ہر قسم کے علم سے انسان کو فائدہ ہی حاصل ہوتا ہو اور ہر طرح کے واقعات سے دنیا کو نفع پہنچتا ہے۔ جب کوئی برا فعل اسطرح سے بیان کیا جائے گا کہ وہ بُرا ہے تو ہر ذرا اس کے سننے یا پڑھنے سے انسان کو فائدہ پہنچے گا اور وہ اس بُرائی سے خبردار ہو کر اس سے محفوظ رہے گا۔ اس موقع پر سحدی صاحب کا یہ جملہ بھی مدہیان لکھنے کے لائق ہے اور کیا خوب کہا ہے کہ ادب از کے اموصفتی؟ گفت از بے ادبان۔ برخلاف اسکے ہماری عشقیہ شاعری اور ناولوں میں اکثر حیوانی جذبات کو صرف اشتعال انگیز پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے جس سے بعض کے اخلاقی فائدہ کے لوگوں کو ایک قسم کی مضرت پہنچتی ہے اور لوجو انون کے قواسمے حیوانیہ میں ایک جوش اور اوجھار پیدا ہوتا ہے۔ دیوانوں کی اکثر غزلوں کا یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ ان کے پڑھنے والے نوجوان اشخاص کسبوں پر عاشق ہو جائے

ہیں اور اپنی زندگی کو برباد کر دیتے ہیں۔ عورتوں کے عشق اور عاشقوں کی شوریہ و نہری اور دیوانگی کو عورت کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور بالآخر خود اس بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ ہیں نتیجے دونوں ملکوں کی شاعری کے جنہیں ہم نے یہاں بیان کیا۔

ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ آج کل کے تمام اردو شاعروں کا کلام جذبات حیوانی کو مشتمل کر نیا لا ہے۔ مگر بعض شاعروں کی غزلوں کا یہ اثر تو مسلم مانا گیا ہے اگر ہمارے ملک کے کہہ: مشق شاعر اس عشقیہ شاعری کا صرف تہوڑا سا پہلو بدل دیتے اور لوگوں کے اخلاقی فائدہ کا لحاظ رکھتے تو اس سے ہماری قوم کو کیا کچھ فائدہ نہ پہنچتے انہیں چاہئے تھا کہ اپنی پاکیزہ نظموں کے وسیلہ سے اہل ہند کے اخلاق و عادات درست کرتے بہت سی تکلیف و ہرسوں کو اٹھاتے اور انسانی تمدن کو اپنے بے بہا کلام سے مختلف قیمتی فائدے پہنچاتے۔

تہذیب و منانیت کے ساتھ عورتوں کے حسن و جمال کو بیان کرنا اور حیوانی جذبات کو دکھانا کوئی بری بات نہیں بشرطیکہ اس سے اخلاق پر اچھا اثر پڑتا ہو۔ اور عامہ خلایق کو کوئی فائدہ بھی پہنچتا ہو یا عشق کے جذبات انسانی فطرت پر روشنی ڈالنے کے لئے دکھائے جائیں۔ مگر انہیں کے ساتھ یہاں اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس زمانے میں اکثر اردو زبان کے شاعر عورتوں کے حسن و جمال عشق۔ وصل و مجاہد کے میان میں امور مذکورہ بالا کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ اور تہذیب و شائستگی کی حد سے گزر جاتے ہیں اور بعض اوقات تو بچاری عورتوں کی ننگی تصویریں مشاعروں کے جلدوں میں سب کے سامنے لا کر کھڑی کر دی جاتی ہیں جس سے بعض نو مہذب اور نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اشخاص اس شاعری سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اور ایسے مشاعروں میں جانے اور ایسی غزلوں

کے سننے اور پڑھنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس عام نفرت کا ثبوت ہمیں مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) گذشتہ زمانے کی بہ نسبت اب مشاعرے بہت ہی کم ہوتے ہیں اور مہذب اور لائق اشخاص ان میں بہت ہی کم جاتے ہیں۔

(۲) گلہ سستون کی اشعار روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ اور ان کے خریداروں کی اس قدر کمی ہے کہ وہ بہت ہی قلیل عرصہ کے بعد بند ہو جاتے ہیں۔

(۳) ان مقبول دیوانوں کے سوا جن کی غزلیں کسمیون اور قوالوں کے کارآمد ہیں اور کوئی نئے طبع شدہ دیوان فروخت نہیں ہوتے۔ اور ان کے کھینے والے گنہگار اور کس پیرسی کی حالت میں پڑے رہتے ہیں۔

(۴) عام طور پر اس زمانے میں لائق اشخاص اردو کی غزلوں کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور بجز چند مشہور و معروف شاعروں کے اور کسی کا کلام فروخت نہیں ہوتا۔ گو وہ کیسا ہی اچھا کیون نہ ہو۔

شاعری ہوسیقی اور مصوری فنون لطیفہ ہیں اور جب تک انسانی سوسائٹی دنیا میں قائم ہے ان چیزوں کا بھی کم و بیش مذاق باقی رہے گا۔ شاعری بہ نفسہ عمدہ چیز ہے اگر سوسائٹیل کی وجہ سے وہ قابل نفرت مبنادی جائے اس زمانہ میں جبکہ مغربی خیالات نے ہندوستان میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے اردو کی شاعری میں بھی ایک بہت تبدیلی نظر آتی ہے۔ اب پرانی ایشیائی شاعری متروک اور اسکی جگہ مغربی شاعری قائم ہوتی جاتی ہے اور شاعروں کے مذاق میں بھی بہت کچھ فرق آگیا ہے۔ اکثر اردو شاعراں صاف صاف عورتوں کی برہنہ تصویر اپنی غزلوں

میں کہیںچا میوب سمجھنے لگے ہیں اور انکے کلام میں مشانت اور سنجیدگی بڑھتی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ہندوستان میں جیسے تعلیم عام ہوتی جائے گی اور مغربی خیالات پھیلنے جائیں گے اسقدر عام مذاق شاعری میں بھی اصلاح ہوتی جائے گی۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ اب اخباروں اور رسالوں میں پرانی گندی غزلوں کے عوض مفید قوم اور پاکیزہ نظمیں شائع ہونے لگی ہیں۔ جو اخلاق و تمدن کو بہت کچھ فائدہ پہنچائیں گی اور جن سے تدریج قوم کا موجودہ مذاق شاعری بھی پاکیزہ ہو جائے گا۔

لیکن جو انقلاب موجودہ اردو کی شاعری میں مغربی تعلیم کے اثرات سے پیدا ہو رہا ہے اس کا دورِ رخ بھی ہمیں انسانی کے ساتھ دیکھنا چاہیے جس نے قدیم ایشیائی طرزِ بیان کو جو یورپ کے طرزِ بیان سے بہت ہی زیادہ بلند پایہ تھا بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے ہم انہوس کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں اہل یورپ کی تقلید بہت کچھ بے سوچے سمجھے کی جا رہی ہے اور ہماری شاعری کا وہ قدیم طرزِ بیان جو صدیوں کی جاہِ نشانی اور عرقِ ریزی کے بعد ہمارے پرانے عربی اور فارسی شاعروں نے پیدا کیا تھا برباد کیا جا رہا ہے اور اسکی جگہ آنکھیں بند کر کے وہ نامطبوع۔ روکھا پھیکا اوٹلی کھچڑی دلا مذاقِ قائم ہو رہا ہے جو نئی شاعری کے نام سے مہوم ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایشیائی شاعری کا طرزِ بیان یورپ کی شاعری کے طرزِ بیان سے زیادہ دلچسپ بلند مرتبہ اور ہماری طبیعتوں کے مناسب ہے۔ یہ سراسر حماقت ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں سے اپنے وطنی گلاب کے خوشنما اور خوشبودار درختوں کو تو اکھاڑ کر پھینک دے اور ان کی جگہ دوسرے ملک کے ادنیٰ درجہ کے کرٹن اور خشکی گھاس پھوس کے درخت لگا لگائے محض اندھی تقلید ہمیشہ ہر ایک فن کو مہضرت پہنچاتی ہے اور یہ

اسی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے کہ عمدہ طرزِ بیان اور بندشوں کے اعتبار سے اب ہماری شاعری تنزل کر رہی ہے اور اپنے اس پرانے قابلِ فخر طرزِ بیان کو خراب کرتی جاتی ہے جو اس لائقِ تہاکہ اہلِ یورپ کے شاعر اس کی تقلید کرتے۔

کسی خاص طرزِ بیان کو پرسون کی محنت میں کوئی خاص ملک اور وسائٹی پیدا کرتی ہے جو اس ملک و قوم کے لئے مطبوع و موزون ہو جاتا ہے۔ برخلاف اسکے ہر ایک جدید طرزِ بیان مدتوں تک لوگوں کی طبیعتوں کو اجنبی اور ناپسندیدہ رہتا ہے۔ ایک ہند کے آدمی کو جو اپنے ملک کے گانے بجانے میں لطف آتا ہے وہ یورپ کے باجون اور گانے سے ہرگز نہیں حاصل ہوتا۔ حالانکہ اب یورپ کا علمِ موسیقی بہت کچھ ترقی کر گیا ہے۔ اسی طرح ایشیائی شاعری کا طرزِ بیان ہمارے طبائع کو واقعی عنایت ہی خوشگوار اور یورپ کی شاعری کا طرزِ بیان بہت کچھ ناگوار ہے۔

اسی خیال سے ہم نے قدیم ایشیائی طرزِ بیان کو قائم رکھا ہے اور اس قدیم رنگ میں جدید غزلی خیالات کو رنگنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا تصفیہ ہمارے ناظرین کے ذمہ ہے۔ اس دیوان میں جسکی اشاعت کی تحریک ہمارے فرزند صادق حسین کی جانب سے عمل میں آئی ہے۔ اکثر وہی پرانی غزلیں ہیں جو وقتاً فوقتاً رسالہ معلمِ نوان میں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نظر ثانی سے وہ بہت کچھ نئی ہو گئی ہیں۔

ان کے ردِ بہت سی غزلیں جدید بھی ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہیں۔ ان غزلوں کے لکھنے میں ہمیشہ یہی ہماری کوشش رہی ہے کہ عمدہ کار آمد نئے مصنفین صاف اردو زبان میں باندھے جائیں اور نظم کی شیرینی سے وعظ و پند کی تلخی

جاتی رہے۔ چونکہ ہماری پہلی تصنیف یعنی رباعیات محب پر اکثر اخبار و رسالوں نے ریویو لکھے تھے اور ہمارے کلام کی دلدل توقع سے زیادہ وہی بھی جبکہ ہم شکر یہ ادا کرتے ہیں اور بالاتفاق ہماری اس نئے رنگ کی شاعری کو مفید ملک و ملت بتایا تھا۔ اس لئے ہمیں اس دیوان کی اشاعت کی اور یہی جہت ہوئی اور اگرچہ کہ مانی نقصان نے ہمت کو پست کر دیا تھا۔ لیکن اس خیال نے پھر ہماری ہمت بند نہ کی کہ ملک و ملت کی سچی خدمت وہی ہے جبکہ کوئی صلہ نہ ملے اور سچا خادم قوم وہی ہے جو محض انسانی ہمدردی کی غرض سے اپنا قرض منصبی بجالائے۔ واقعی امر یہی ہے کہ اسی ایک خیال نے ہمیں ہر ایک مشکل کے وقت مدد دی ہے اور ہماری گرتی ہوئی ہمت کو سنبھالا ہے۔

خاتمہ کلام پر ہم اپنے دونوں صنف کے ناظرین علی الخصوص عورتوں سے یہی اُمید رکھتے ہیں کہ اگر اس دیوان کے پڑھنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل ہو تو وہ رقم کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

سابقہ

محب حسین

مدیرِ معلمِ سنوان۔ گوشہ محل حیدر آباد دکن

المرقوم ۱۸۔ مارچ ۱۹۰۳ء و ۱۸ از لجنہ ۳۲۲



جلوہ ہر ایک کاہ میں ہے کوہ طور کا۔
 دہڑکا بہت تھا، حرفتا کے عبور کا
 دل ہی تو ہے مقام خدا کے ظہور کا
 طالب ہنیں خدا سے میں غلام و حور کا
 آتش فشان پہاڑ نہیں ہے یہ طور کا
 نزدیک سے یہ راہ وہ رستہ ہے دور کا
 ہرگز نہیں خیال یہ اہل شعور کا
 نادان خیال خام ہے پختہ قبور کا
 شیطان کی نسل خاص ہے بندہ مشرور کا
 انجام ہی برائے حسد کا فتور کا
 کھاتا ہے ٹھوکرین تو یہی سر غرور کا

کس حب نہیں ظہور ہمارے حضور کا
 ہستی سے تم کے دم ہی میں پھنچو عدم میں ہم
 جز سنگ و خشت دیرو حرم میں دہرا ہے کیا
 و اعطابست دکھانا ہے جنت کے سبز باغ
 دل جلوہ گاہ یار ہے موسیٰ بھی دیکھ لین
 تقلید چھوڑ عقل کے میدان میں رکھو ہم
 زن قابلِ زدن ہے یہ کہتے ہیں نا سمجھ
 دانا ہے گرتو کر کوئی دنیا میں کار خیز
 بے شر ہے بشر کہ ہے اولاد بوالبشر
 لازم ہے ہر بشر کو کرے شر سے اجتناب
 عاقل ہے گرتو سر نہ اوٹھانا نہ پیر چرخ

غافل نہ اتنا نشہ دولت میں مست ہو
چڑھکر اوتار ہی تو برا ہے سرور کا
کیون آدمی سے رچہ بنا ہی یہ شیخ آج
ریش دراز اُس پہ یہ جبستہ سمور کا
کیسی کھلی ہے باغ میں شفات چاندنی
ہر شاخ و برگ و گل نظر آتا ہے نور کا
یہ صبح یہ چمن یہ سحر کی ہوا اے سرد
پہو لون کی یہ مہک یہ چمکنا طیور کا

کیا سو رہے ہو سبزہ خوابیدہ کی روش

امٹو محب یہ دیکھو تو عالم ہے نور کا

یورپ نے لے لیا ہے جو تھیکہ شراب کا
کیونکر بہے نہ بندین دریا شراب کا
چھوٹنگی اب نہ منہ سے براندی کی بوتلین
تہذیب نے سکھایا ہے پینا شراب کا
کیونکر نہ ہندیوں کے جگر جلکے ہوں کباب
بھڑکا ہے گرم ملک میں شعلہ شراب کا
پیکر شراب خوش تو ہیں لیکن رہے یہ یاد
یہ زہر کا ہے جام پایا شراب کا
اول جو ہے سرور تو آخر میں ہے خمار
بیشیار خوفناک ہے دہوکا شراب کا
پیتے نہیں ہیں دیکھتے ہیں دل کی آنکھ سو
رندوں کی مغلون میں تماشہ شراب کا
حور و طہور دونوں کے لوٹن گے ہم مے
جنت میں تو ملال ہے پینا شراب کا
اللہ رے حرص مے کہ لونڈا تے ہیں خم کرم
یہ پیٹ آپ کا ہے کہ پیسا شراب کا
کس شان سے نکلتے ہیں شاپون سی نوجوان
و اعظا بہت نہ کیجئے وصف مے طہور
شر سے خمیہ مے ہے تو پہ آب خون زر
عقل و خرد کے ساتھ گئی خربت۔ آبرو
کیا زہر کہ سمجھتے ہیں امرت یہ ناسمجھ

کیونکر بہے نہ بندین دریا شراب کا
تہذیب نے سکھایا ہے پینا شراب کا
بھڑکا ہے گرم ملک میں شعلہ شراب کا
یہ زہر کا ہے جام پایا شراب کا
بیشیار خوفناک ہے دہوکا شراب کا
رندوں کی مغلون میں تماشہ شراب کا
جنت میں تو ملال ہے پینا شراب کا
یہ پیٹ آپ کا ہے کہ پیسا شراب کا
منہ میں چرت ہے ہاتھ میں شیشہ شراب کا
پڑ جائے آپکو بھی نہ چسکا شراب کا
پھر کیوں نہ ہو حرام یہ پینا شراب کا
کیون میکشو یہ دیکھا نتیجہ شراب کا
کتہ عقل ہو تو کھائیں نہ دہوکا شراب کا

موقوف میکشی ہو تجارت ہو مے کی بند
یار بے نہ ہند مین قطرہ شراب کا
صحت گئی جو اس گئے اور زر گیا
یاروں نے خوب لطف اوٹھایا شراب کا
تہوڑی سی پیکی تم تو محب ناچنے لگے
بینا بھی چپکے تم کو نہ آیا شراب کا

ہوا سوز دل آتش کارا ہمارا
بھڑکنے لگا ہے شہرارا ہمارا
حکومت ہے باقی نہ ہو علم و دولت
کہو کس طرح ہو گذارا ہمارا
نہ کپڑا ہے تن پر نہ کہانے کو روٹی
کرین اہل عبرت نظارا ہمارا
تجارت صناعت زراعت و نفرت
فقط نوکری سے سہارا ہمارا
بدن زرد دل سر و خاطر پریشان
ذرا حال دیکھو خدارا ہمارا
درندوں کے ساری خصال مین ہم مین
مناسب ہے سب سے کنارا ہمارا
حمیت ہمیں کچھ ہمیں اہل دولت
کرو کچھ تو چپرا خدارا ہمارا
ادھر خوابِ عفت مین سوتے رہی ہم
اُدھر جاہ و منصب سد ہارا ہمارا
کہان وہ عروج اور اقبال و دولت
لب بام ہے اب ستارا ہمارا
ہمیں تھے کہی ساری دنیا کر مالک
ابھی تک ہوتا تھا بجارا ہمارا
نہ دنیا سنبھالی نہ کام آئے دین کے
گیا وقت بے کار سارا ہمارا
راہی ہمیں دل مین کچھ درد انسان
کلیجہ ہوا سنگ خارہ ہمارا
معالج سے نفرت دوا سے تنفر
کرے چارہ گر خاک چارا ہمارا
گھروں مین مقید ہیں بے جرم نہوان
اسی غم سے دل ہے دوپارا ہمارا
کہان تک سنیں بیگان کی مصیبت
جگر ہو گیا پارا پارا ہمارا

یہ ہندو ہی گروں کو نہ تو کیا ڈر قطعہ نہین اس میں کوئی خسار ہمارا
 حسد سے ہوں کیون ہم کسی کو مخالف خدا دے کسی کو احبار ہمارا
 مخالف ہوں مذہب میں گولا لکھ ہم تم وطن ایک ہے پر تمہارا ہمارا
 ہماری اطاعت میں گر کوئی شک ہو کرو امتحان پھر دوبارہ ہمارا
 لحد میں بھی کام آئے گا دینِ حسرت اندھیرے میں چلے گا تارا ہمارا
 یہ کہتے ہیں رورو کے اہل زراعت بہت کر دیا سخت دھارا ہمارا

محبت جو کہتا ہے ہندوستان سے

دہی ہے محب اور پیارا ہمارا

نہ پہنوں ہرگز زنا نے کپڑے جو عورتوں کے لئے ہیں زیبا

زنا نہ پن ہے جو مرد پھینک زری کا بامہ چکن کا کرتا

لباس قومی ہو اور عمدہ مگر نہ کھڑی کا ہو وہ حبالا +

نہین ہے زیبا کہ مرد پھینک بہت ہی نازک چمکتا کپڑا

بدن سے ملحق رہے ہمیشہ سفید باریک ادنیٰ صدی

اتارو اس وقت بھی نہ اُس کو کہ جب ہوتن سے روان پسینہ

محب اوتارو گئے تم یہ صدی تو ہوگی بیشک بڑی مضرت

ریہیگا تن پر جو ادنیٰ کپڑا تو فقط صحت کا میسر اذمہ

نہین نہ مقابل زمین کوئی ملک لندن کا نہین ہم قہ علم و ہنرمیں کوئی جرمن کا

اثر تو دیکھتے ہمدردی انسان کا بعد از مرگ سماں جنت سے بھی دلچپ ہو کچھ اپنے مدفن کا

حسینانِ چین کی خاک بھی کیا رنگ لائی ہو کسی مرقد پر نرگس ہے کہیں غنچہ ہو بسن کا

رہا بعد فنا بھی شوق دیدان پر وہ دلدن میں
 رفاد عام کی خاطر جو لاکھوں سختیان جھیلے
 بقائے نام ہے دنیا میں قومی خیر خواہی سے
 وہ راہ زندگی کی گھاٹیاں وہ انکے پیچ و خم
 نہ ہو گی حشر تک قومی ترقی ہند میں ہرگز
 کر دی باتیں نہ کیجے ٹوٹ جائے گادل شید
 کہان وہ باغ بہن جن میں جو مہل و گل تھا
 بلا تعلیم سوان مرد لایق بہنیں سکتے
 چھپا یا سات پردوں میں مگر آئی نظر باہر

وہ دیکھو جاکتی نرگس ہو دار و زن ہر دمن کا
 خطاب ایسے بہادر کو سہے زیبا شکر گل
 نشان باقی بہنیں رہتا ہے شاہوکار بھی نہنگ
 غضب تو اور یہ ہے ساتھ ہواں نفس ہرن کا
 ہٹا کر نہ ہو گا آدمی ہر علم و ہر فن کا
 یہ نازک آئینہ ہے یا کوئی لکڑا ہوا ہن کا
 نگل کا ہو نشان باقی نہ میل کے نشیں کا
 ازل سے تا ابد ہے ساتھ اس چولی کا ہرن کا
 لگاہ شوخ پر کیا ہے اثر خرگان کی چلن کا
 محب کیا فائدہ سیکھی جو انگریزی زبان تولے

تین برس پہلے
 لباس حق و خالص

ورخون کا نہ تجکو علم - حیوان کا نہ معدن کا

نام بہو لے سے بھی جو لیتے نہیں تدبیر کا
 مصنعل ماؤں سے ہو سکتی ہو اولاد قومی؟
 کون کرتا ہے حکومت اس جہان پر خیر ہے
 عقل ہو تو چوڑ جائیں خلق میں آثار خیر
 کیون کرین ہم خواہش سحر و سون و نقشب
 صفحہ ہستی سے گونشتی بہنیں تحریر شوخ
 ابتدائی تربیت کے بہن نتیجہ نیک و بد
 اُس مقرر سورما کے سامنے فوجیں بہن گرد

کیون کھا کرتے ہیں وہ ہر بات میں تقدیر کا
 کیا اثر ہوتا نہیں بچوں پر مان کے شیر کا؟
 یا حکومت ہر قلم کی یا اثر شمشیر کا
 ہے جنوں اہل دل کو قبر کی تعمیر کا
 ہے کہیں اخلاق سے بہتر عمل تعمیر کا
 برق سے بھی تیز ہو لیکن اثر تفریر کا
 طفل ہی اُستاد ہے گویا جو ان پیر کا
 کام لیتا ہے زبان سے جو سنان تیر کا

ہے جنوں تہجکہ عیض جنات کی تسخیر کا
توڑ ڈالے کوہ کوہ سے وہ اثرِ تفسیر کا
توڑنا آسان ہے فولاد کی زنجیر کا
ہے بہت مشکل زبان سے کھینچنا تصویر کا
وہ کلنا ماہ کا وہ پھیلتا تنویر کا

نفس کو قابو میں کر سارا جہان قابو میں ہو
ہے یہ آوازِ مقرر ایک بجلی کی کڑک
رسم کے پھندے ہی سے چھٹنا بہت دشوار ہے
کیون نہ وقعت ہو مقرر کی مصوّر سے سوا
کیا بھلا معلوم ہوتا ہے لبِ جو وقتِ شب

لوحِ دل پر حبِ قوم و ملک ہو کندہ محب

سے قبائِلِ پاسِ میرے خلد کی جاگیر کا

دنیا میں کوئی عیش کا سامان نہ ہو تو کیا
یہ سب ہو پر صداقت و ایمان نہ ہو تو کیا
تعلیم و تربیت سے بھی انسان نہ ہو تو کیا
ویرانہ ہی سہی جو گلستان نہ ہو تو کیا
دہلی و لکھنؤ کا زبان و ان نہ ہو تو کیا
دنیا کے محسنوں سے پریشان نہ ہو تو کیا
صحراؤ کوہ و دشت و بیابان نہ ہو تو کیا
یہ مشکل اخیر بھی آسان نہ ہو تو کیا
غالب و یارِ حقین پہ بھی جا پان نہ ہو تو کیا
مایوسِ تخت و تاج سے خاقان نہ ہو تو کیا
دنیا بغیر علم کے زندان نہ ہو تو کیا
وہ ملک اس کے علم سے ویران نہ ہو تو کیا

بیوہ کو وصلِ مرگ کا ارمان نہ ہو تو کیا
ریش درازِ جہت و تسبیح و صوم و حج
عالم ہے کیا وہ جس کے نہ اعمال نیک ہوں
کس جا نہیں ہے اہلِ بصیرت کو سیر و لطف
شاعر وہی ہے شعر میں جس کے اثر بھی ہو
دل ایک اور لاکھوں ہی افکار و سچ و غم
ہوتا نہیں ہے فید میں بھی پاسے فکر لنگ
دنیا کے بہت و نیست کی پرواہی جب نہیں
کیا جہل و علم دونوں کا باہم مقابلہ
جا پان نے اپنے علم کا دکھلایا ہے زور
جاہل کے واسطے ہیں ترقی کے باب بند
حکام جس جگہ کے ہیں راشی و مرتشی

کرتا ہے جو پلید غریبوں پہ جور و ظلم
بھیتے ہی جی وہ موڑی دشیمان نہ ہو تو کیا
آخر مرے عدو نے بھی مانی ہی میری بات
حق کی مخالفت سے پشیمان نہ ہو تو کیا

کافی ہے ہلکو جامہٴ علم و ہنر محب
دامانِ قبا و جیب و گریبان نہ ہو تو کیا

آج کل بند میں کیا قسط ہے غمخواروں کا
اسے خدا اب تو انہیں نزع کی سحسی چھڑا
گرم بازار ہے پر خوب دل آزاروں کا
دم نکل جائے بھی ان جھل کے پیاروں کا
سرسبز ان عالموں کے بوجھ ہو دستاروں کا
دیکھ انجامِ برا ہوتا ہے بدکاروں کا
میںہ برستا ہے ہر ایک مستی کے چھٹکاروں کا
مر تھی تو وہ ہے دشنام کی بوجھاروں کا
گہر جلے مال لئے ڈھیر ہو انگاروں کا
عرش تک جاتا ہے پر شور دل افکاروں کا
کہ نشان تک بھی تو باقی نہیں دیواروں کا
خرمن گل کی جگہ ڈھیر ہے سب خاہوں کا
زالِ دنیا سے بند ماعت ہے رکھاروں کا
بول بالا ہے ہیغہ ہی سے عیاروں کا
گنجِ قارون ہی ہے صندوقِ مکر یا دیکھا
گہرینِ خان کے بھر مال ہے بازاروں کا
اور ہے مکر و فنا چاہا ہو ششیا روں کا
آج کل بند میں کیا قسط ہے غمخواروں کا
اسے خدا اب تو انہیں نزع کی سحسی چھڑا
گرم بازار ہے پر خوب دل آزاروں کا
دم نکل جائے بھی ان جھل کے پیاروں کا
سرسبز ان عالموں کے بوجھ ہو دستاروں کا
دیکھ انجامِ برا ہوتا ہے بدکاروں کا
میںہ برستا ہے ہر ایک مستی کے چھٹکاروں کا
مر تھی تو وہ ہے دشنام کی بوجھاروں کا
گہر جلے مال لئے ڈھیر ہو انگاروں کا
عرش تک جاتا ہے پر شور دل افکاروں کا
کہ نشان تک بھی تو باقی نہیں دیواروں کا
خرمن گل کی جگہ ڈھیر ہے سب خاہوں کا
زالِ دنیا سے بند ماعت ہے رکھاروں کا
بول بالا ہے ہیغہ ہی سے عیاروں کا
گنجِ قارون ہی ہے صندوقِ مکر یا دیکھا
گہرینِ خان کے بھر مال ہے بازاروں کا
اور ہے مکر و فنا چاہا ہو ششیا روں کا

راست بازوں کا کہیں ہوتا ہو دنیا میں عروج
دوستوں کو ترسے دولت نہیں ہونی نصیب
روٹیاں بھی نہیں تین متین کو کہیں
اس زمانہ میں تدبیر ہے حاکمیت کی دلیل

کیا بگڑ جاتا ہے خان کا بُرا کہنے سے
عیش کرتے ہیں اڑاتے ہوئے پھر تو تین فتن
سکے تقریر خیانت کی امانت نے کھا
خلم سے مال بھی ہاتھ آئے تو کیا سودا ہمیں
سانپ کو دیکھتے ہی مارتے ہیں اہل جہان
سچ تو یہ ہے کہ امانت کی نہیں قدر کہیں
باز آئین گے نہ افعال سے اپنے خان
عورتیں کہتی ہیں ہم قید سے چوٹیں کیونکر
ہمکو خالق نے عبث خلق کیا دنیا میں
دیر سے ہمکو غرض اور نہ کچھ کعبہ سے
مجلسین مہنی تین مردوں کی ترقی کیلئے

کو سنا کام ہے بے زور دیکھنا چاروں کا
حال دیکھوں سے تو بہتر ہے جفا کاروں کا
تجھ کو معلوم نتیجہ نہیں غداروں کا
نخل ہوتا نہیں سرسبز دل آزاروں کا
دشمن جان ہے ہر اک شخص شکاروں کا
فیصلہ پر خیانت پہ بڑا پیار ہے درباروں کا
یہ نکالیں گے دوا لاکھی سرکاروں کا
قطعہ کوئی ہمدرد نہیں ہم سے گنہگاروں کا
کام کیا عالم ہستی میں ہونا کاروں کا
کافروں کا ہے چلن ہم میں نہ دینداروں کا
کوئی پرسان نہیں پر ہم سے سیہ کاروں کا

جو ہمارا ہے محب اسکو سمجھتے ہیں عدو

ہے علاج اب کوئی ان جہل کے بیماروں کا

ہند یون باہم شید میں نہ گریان ہوتا
سوئے جنت نہ دوا کے کاش خرامان ہوتا
ہوتا گر ہند میں تعلیم صنعت کا رواج
ہوتے ہم تو نہ کبھی پردہ نسوان کے خلاف
بہ نظر ایسے کبھی مرد نہ ہوتے ہرگز
حبسِ دایم سے وہ نسوان کو چھوڑ ہی دیتا

ان سا ہمدرد اگر اور مسلمان ہوتا
کچھ دلون اور ابھی قوم کا درمان ہوتا
حال اس قوم کا ایسا نہ پریشان ہوتا
گر مکانون ہی میں تعلیم کا سامان ہوتا
گر مروج نہ یہاں پردہ نسوان ہوتا
ہند میں کوئی اگر شیر نستان ہوتا

زندگی بھرتو نہیں داور زندان ہوتا
 ایسے بدنام نہ ہوتے جو یہ پہنان ہوتا
 معترض آپ ہی خود دل میں پیشان ہوتا
 تو یہاں جنگ نہ دولہ کوئی خان ہوتا
 تو یہی مزرعہ افتادہ گلستان ہوتا
 گھر میں بھرتیٰ خدائی کو جو امکان ہوتا
 خوب ہوتا جو نہ یہ کفن نہ ایمان ہوتا
 تو نہ ذرے سے کہی مہر درخشان ہوتا
 چین ملتا جو کوئی دل میں نہ ارمان ہوتا
 در نہ مسجود ملائکہ نہ یہ انسان ہوتا
 بے تعصب جو یہاں کوئی سخت دران ہوتا

ان ایسروں کی بنی قبرچن میں ہی تو کیا
 جوش گریہ لئے کیا راز ہمارا افشا
 دیکھتا غم سے کچھ بھی مری تحریر اگر
 ملے گراں نمایان کے صلابت میں خطاب
 دل میں پاکیزہ خیالات جو بولتے رہتے
 کس قیامت کی ہے اس خاک کو تپاؤ ہیں
 برہنہ شیخ انہیں دو نے ہمیں بھٹکایا
 ہوتا منظور قدرت کو جو اظہار کمال
 یوں نہ بے تابلی و حسرت کے اٹھاتے صدمے
 تھی کسی نور کی اس خاک کے پتلے میں جھلک
 داد اُس وقت ہمیں اپنے سخن کی ہنتی

ہم بھی ہو جاتے محب جن و ملک کے قائل

گر یہاں قالب انسان میں نہ شیطان ہوتا

خوش گیا دنیا سے جو غافل گیا
 وہ گئے اک ہم ہی سوتے میں خنجر
 مریع جان لیتا نہیں اور لئے کانام
 ہو چکیں سب کو چ کی تیاریاں
 تخمین کی بو کے کھائیں گایاں
 بھیک کیسی گایاں ہی اُسودین
 عقل والوں کو یہاں کیا ل گیا
 کاروان سارا سوتے منزل گیا
 دو ہی دن میں کیا تقصیر چل گیا
 اک کفن باقی تھا وہ بھی مل گیا
 پھل ریاضت کا ہماری مل گیا
 جسکے دروازے پر یہ سائل گیا

خاتمہ ہے گرشجاعت ہی گئی
 رہ گیا کیا جسم میں جب دل گیا
 خاکِ مجنون نے بلائیں اٹھکے لین
 دشت میں یلانی کا جب محل گیا
 داسے ناکامی پھر محسوس ہی
 تشنہ لب کو تالابِ ساحل گیا
 خونِ ناحق بیٹھنے دیتا ہے کب
 پیشِ عادل آپ خود قاتل گیا
 بحث کرنے مجھ سے جو آیا محب
 اپنے دل میں ہو کے وہ قاتل گیا

ہے نہیں سوزِ جگر سینہ میں پہنان اپنا
 داغِ دل ہے یہ چراغِ تہ و اماں اپنا
 کون شیطان ہو کہاں آدم و حوا کا وجود
 آدمی آپ ہے خود دشمن و شیطان اپنا
 عورتیں کہتی ہیں گہٹ گھٹ کے یہ مذاہن
 کیجئے کس سے بیانِ حال پریشان اپنا
 بیڑا آزدادیِ نسوان کا اٹھایا تو مگر
 سخت مشکل ہے نہیں کام یہ آسان اپنا
 ایک دن وہ تھا کہ دنیا کے ہمین تھوڑا لک
 آج ہے ہند نہ اسپین نہ طوران اپنا
 دہاک وہ اپنی شجاعت کی بند ہی تھی ہر جا
 شیرِ خور و چوڑا تھا ٹھ سے نیستان اپنا
 آشیان اپنا اٹھا کر کہیں لے جائینگے
 باغبانِ تجہ کو مبارک ہو گلستان اپنا
 دغوی مشقِ سخن جسکو ہو آئے وہ ابھی
 رہے یہی گویہی چوگانِ بہی میدان اپنا
 داغِ غلو تم سے نہیں ہیں جو کہیں وہ نکرین
 دو نون یکسان ہو یہاں ظاہر و پہنان اپنا
 یون نہ ہوتے یہی خوار و ذلیل و رسوا
 مرتبہ جانتے گر حضرتِ انسان اپنا
 کٹ کٹی رات جوانی کی ہو زُبالِ سفید
 صبحِ پیری نے کیا چاک گریبان اپنا
 رہ گئے دل ہی میں مرینگے ہمارے اراں
 دل نہیں ہے یہ کوئی گورِ عزبان اپنا
 دل جو ہو شاد تو کیا سیرِ چمن کی حاجت
 رشکِ جنت ہی یہی خانہ ویران اپنا

میرے مرقد پہ نہیں ستم جو روشن تو نہ ہو
داغ دل زیر زمین ہے مہ تابان اپنا
ارز و دل میچ آئی وہ نہ نکلی تازیست
صاحب خانہ ہوا آپ یہ مہان اپنا

یاد پیری میں ہی کچھ کچھ ہے محب عہد شباب

یہ بھی تھا صبح کا ایک خواب پریشان اپنا

ہے صبح وقت رحمت حق کے نزول کا
ہنگام ہے یہی تو دعا کے مقبول کا
آئے گا اُن کے وعدہ کا کیا خاک اعتبار
کرتے ہیں بات بات میں جو عذر پہول کا
خوش وضع کیا یہاں کا زمانہ لباس ہے
پاجامہ گلبدن کا تو نیفا ہے ٹول کا
چندہ کتاب میں تو لکھانا ہے ہل کام
لیکن یقین کسکو ہر ز کے وصول کا
بزار میں خرون کے نہیں کوئی قدر اسپ
ہے موت عالموں کی زمانہ حصول کا
ظاہر میں ہیں خلیق تو باطن میں خندیت
ثابت یہ مسئلہ ہوا اب تو حصول کا
بے علم و فضل شیخ کے جتے سے فائدہ
ہے بار پشت خرپہ حاکت کی قبول کا
کیونکہ تن پہ گرد ہو اور پھیپڑوں میں خاک
سڑکوں پہ مینہ برستا ہے ہر سمت دہول کا
جس ملک میں ہنظم عربوں پہ رات دن
ٹڑے اُسی کو قہر خدا کے نزول کا
دل ایک اور سیکڑوں ہی اس میں درد و غم
کیا پوچھتے ہو حال حنین و مول کا
شیطان کی پیروی سے ہوا آدمی خراب
انجام ہی برائے ظلم و جہول کا
شام فراق کی نہ مہر کی صبح تاج حشر
کیا کئے قول و فعل کا دل پر پڑے اثر
کیا کیجئے بیان شب ہجران کی طول کا
پہینے سے کیا سزا کے آنکھیں ہیں لال
ہیں جمع زندیاں کوئی مجمع ہے غول کا
کپڑوں کے ساتھ مغربی تہذیب بھی تو ہو
ظاہر نہ فرق کیجئے اصل و لغول کا

ہم زندے پرست تو زاہدِ جنان پرست
یہ وہ ہے آج سب سے تمدن میں سر بلند
کرتے ہیں ہم سفارشِ آزادیِ انسا
کیا ناچتا ہے ارض و سما دکھ اپنے ناپ
بعد فنا بھی خدا جس نے نہ دی نجات
کیا جانے کیا سمجھ کے ہوا تھا یہ دلیر شاہ
ہوں گے نہ ایک ملت و مذہب کو سب بشیر
کیونکر عدوِ عمر کا محبِ حسین ہو

و اما وہ ہے وہ خاص علی و بتول کا

گمان بھی تو نہیں تھا عدم سے آنے کا
جو غنیہ ہنستا ہے ہستی پہ طفلِ روتا ہے
بغیر عقد یہ بیوہ ہستی سے بدتر ہے
بچا نہ زاہدِ صد سالہ بھی تو دنیا سے
عروج میں بھی رہیں ہم سوے زمینِ مائل
اُدھر ہو حکمِ ادھر ہم شہسازِ جانِ کرین
نئی کوئی بھی مصیبت نہیں ہے دیا میں
نہ سیکھا حیفِ فنِ پیری و مریدی بھی
ارم سے لایا ہے وحشتِ سر لے دنیا میں
جہان میں جن بھی کیا اور چشمِ دنیا بھی

مگر جو آئے تو اب سے یقین جانے کا
سب ہے ایک ہی رونے کا سکرانے کا
عجیب طرز ہے یہ جیتے جی جلانے کا
یہ قحبہ جانتی ہے ڈھنگِ دل لہجہِ ناز کا
یہی ہے بھیدِ مہینِ خاک سے بنانے کا
طریق یہ ہے محبت کے آزمانے کا
وہی فلک کچھ پرانا ہے ذہبِ ستارے کا
عجیب ڈھنگ ہے یہ روٹیاں کمانیکہ
گلا خدا سے کرینگے ہم آبِ دوانے کا
یہ ایک سیلا ہے کچھ دیکھنے دکھانی کا

نزدادہ چھپنے سے بڑھتا ہے اور دید کا شوق
مقام فکر منجم ہے مھر سے بھی بلب
ہماری خاک سے پیدا کئے گل و میل
شجر سے تخم تو پھر تخم سے شجر نکلا
کھلایا یہ بھید حسنین کے منہ چھپانے کا
یہ ایک سنگ سے ہاٹس در کے آستانے کا
یہی سبب تھا ہمیں خاک میں ملانے کا
ظلم دیکھتے قدرت کے کارخانے کا
محب زمانے کی ناقدر دانیوں کو تواب
خیال بھی نہیں آتا صلے کے پانے کا

ہے بہت سہل حسنین پر تو آنا دل کا
بزدلوں سے کہیں اٹھتے ہیں بڑے سرم و راج
قابل عفو ہیں سب جرم خدائے غفار
یون تو آسان ہے ہر کام کا اعزاز مگر
عمر بھر قوم پرستی کے پھرے کو چھین
فرض بھی ترک جو ہو تو ہے امید رحمت
در دہر دی سوان کو دکھا ہی دیتے
آگے جل جاتی تھی ایک بار چتا پر چڑھ کر
دل کے قابو میں ہو تو پاکر سے دل قابو میں
فطرتاً دل ہی جو بد ہو تو کرے کیا تسلیم
دل میں اُس شمع کے گھس پٹکے گھر کر لیتو
شیر نو پالنے ہیں نفس کو کرتے نہیں رام
جاگن سونا ہے دن رات کامرنا جینا
دلبر غلام سے مشکل ہے لگانا دل کا
ایسے کاموں کو تو ہو کوئی تو آنا دل کا
جسکی بخشش ہی نہیں وہ ہے ستانا دل کا
ایک ہی کام میں مشکل ہے لگانا دل کا
سخت و خواہ ہے اب پھیر کے لانا دل کا
کفر اسلام میں لیکن ہے دکھانا دل کا
ہوتا ممکن کسی پہلو سے دکھانا دل کا
اب تو دن رات ہے بوند کے جلا ل کا
ہاتھ آیا ہے تہیں خوب بھنا دل کا
کیا معلوم ہے قابو میں بنانا دل کا
ہوتا ممکن جو کہیں دل میں سمنا دل کا
اس درندے سے تو مشکل ہے لانا دل کا
شہر محشر ہے ہمن شہر محسانا دل کا

دردِ دل پر دہ نشینوں کا وہ یاد آتا ہے
سرعتِ برق سے صحبت کی ہر تاثیر سر پہ
دردِ دل پر دہ نشینوں کا سینہ یا نہ سینہ
ہونا جو کچھ تھا ہوا فائدہ پہنچانے سے
دل ہر ایک چیز پر دنیا کی مچل جاتا ہے
یاد آجاتے ہیں غربت میں جو یارانِ وطن
دل کی تصویر ہے گوروے بشرِ سرتاپا
ہاتھ سینے پر دہ رکھنا دہ دانا دل کا
اس انڑے بنیں مکن ہے بچا نادل کا
درو دیوار تو سنتے ہیں فسانا دل کا
کیون کھا آپ نے ہر بات میں مانا دل کا
چھوٹے بچے کا منانا ہر منانا دل کا
ضبط ہوتا ہی نہیں آہ بھرا نادل کا
پھر بھی دشوار ہے چھرے ہی سے بانا دل کا

کیجئے کس سے بیان حالِ دل زارِ محب

کوئی سننا ہی نہیں آہِ فانا دل کا

آنی خزانِ تورنگ گلستانِ بدل گیا
کچھ رنگِ گل ہی خوفِ خزانِ زمینِ ہرزہ
اقتدارے جوشِ گرہِ ہمہ درئی نسا
کیون خوفِ جانِ ہر حق کی حمایت میں عیث
واعظ کے دم میں آتا ہے کب پیرِ میکہ
دیکھا جو میں نے ہند کی بیوہ کا حال زار
دنیا کی لذتوں سے پھرا دل ہزارِ شکر
باقی وہی دماغ ہے گو سلطنت گئی
نظارہ جمالِ جہانِ سوز ہے محال
خلوت میں یہ کتاب کا کیا فائدہ ہے کم
مر جھلے پھولِ بلب لون کا دم نکل گیا
سینہ میں طفلِ غنچہ کا دل بھی دھل گیا
دامن میں طفلِ رشک بھی گر کر بھل گیا
کیا وقتِ موت کا کہی ٹالے سے ٹل گیا
جادو کھانیوں کا تو بچوں پہ چل گیا
چشمہ لبو کا چشم سے میری ابل گیا
ٹھوکرِ غضب کی کھائی تھی لیکن پھل گیا
جلنے کے بعد ہی نہیں رستی کا بل گیا
موسیٰ کی کیا بساط تھی جب طورِ جل گیا
باتوں میں دامنِ حلیم کی دل تو بھل گیا

کی حرکِ حرص میں نے تو دنیا نے یہ کہا آیا شکارِ مہلت سے میرے نکل گیا
کفارِ مالِ دوز سے بھی ممکن نہیں محب
بیکارِ وقت آپکا گرا ایک پل گیا

اے قوم تو نے ہلکوتا یا تو کیا ہوا مجرم ہمیں بنا کے پھنسا یا تو کیا ہوا
کیا بخش ہے مخالفتِ حبسِ دایمی ناحق تلفِ سالہ کرایا تو کیا ہوا
رہتا نہیں یہ پردہٴ نسوان تو ہند میں پھر خاکِ مینِ ہمیں جو ملایا تو کیا ہوا
پہنائے گا آپ ذرا ٹھیر جائے قوت کے بل پہ ہلکوا دیا یا تو کیا ہوا
ان عورتوں کی آہِ جلا دیگی عرش تک منہ میں ہمارے قفل لگایا تو کیا ہوا
اب دیکھنا کہ حجبِ اطمین گے زمین و جرج تم نے ہمارا حلق دبا یا تو کیا ہوا
یہ ظلم تو خدا کو نہ ہو گا کبھی پسند سرِ یاد کو بھی بند کرایا تو کیا ہوا
یہ رعبِ داب آپ کا گھر ہی میں چل گیا مظلوم عورتوں پہ جایا تو کیا ہوا
دنیا تھی گو خلافتِ خدا تھا ہمارے ساتھ طوفانِ مفسدوں نے اٹھایا تو کیا ہوا
کرنا ہو اور ادھنکو کریں ہم ہرین سرِ بکفت بے موت قتل سے جو ڈرایا تو کیا ہوا

ذلت ہو لاکھ اپنی پہ غریت ہو قوم کی

تم نے محب یہ رنج اٹھایا تو کیا ہوا

کہوں میں کیا کریں اپنے کو آپ کیا سمجھا کبھی خدا تو کبھی بندہ خدا سمجھا
راج و رسم پراچھے برے کا سب جوڑا رہ تو اب نہ سمجھنا میں خطا سمجھا
میں اتنے رزق کے لائق بھی تہا احرارِ اذن دیا جو تو نے اسی کو تری عطا سمجھا
چلا اُدھر کو جب ہر نفس لے چلا مجھ کو میں اپنی جان کے دشمن کو آشنا سمجھا

یہ جس داعی پر وہ ہے مانِ تعلیم
ڈرا کسی سے نہ دنیا میں جزا خدا سے تقدیر
خدا نے دی جسے دنیا میں علم کی دولت
یہ اختلاف مذاہب سے اب ہوا معلوم
خدا ہی جانے مگر میں تو رنج و قالب کو
بڑا خوشامد بے جا سے قوم کا یہ مرض
ہو آئی کوئی مصیبت نہ کی شکایت چرخ
ہمیں بلال کیا اور بدر غیہ دن کو
روکا نہ روکے سے آزادے لٹکا خیال
ملایا خاک میں نسوان کو جس دایم نے
کسی معلم نسوان کے قتل پر جو کمر
سمجھہ کا پیر ہے در نہ حکم و شیخ بین ایک
ہر ایک دین کا ہوتا ہے ایک دفتِ محل

مگر نہ کوئی مسلمان اسے برا سمجھا
جو اپنے دل میں ذرا معنی مٹنا سمجھا
وہ اپنے سامنے قارون کو بھی گدا سمجھا
کہ ایک بات بھی اب تک نہیں خدا سمجھا
حباب بکھرنا میں بھری ہوا سمجھا
طبیب زہر کو کیون داردے شفا سمجھا
کہ ہر بلا کو میں اعمال کی سزا سمجھا
اس انقلاب سے کیا چرخ فائدہ سمجھا
اسے بھی ایک زمانے کی مین ہوا سمجھا
مگر کوئی ہی نہ اب تک اسے جفا سمجھا
تو اپنی قوم کی یہ بھی مین اک ادا سمجھا
وہ مادے کو تو قوت کو یہ خدا سمجھا
وہ ناسمجھ ہے کسی دین کو جو برا سمجھا

کرن شکایت احباب کیا زبان سے محب

عد کو اپنے بھی مین اپنا آشنا سمجھا

ہم کو ضرورتوں سے خدا نے سوا دیا
آگے بہت بڑ ہے تھے مسلمان شالیل
پر وہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں نہیں عرض
منہی سمجھہ کے پڑھنا تو ہوتا کوئی اثر

لیکن یہ حرص کہتی ہو دل میں کہ کیا دیا
اس باہمی لفاق نے پیچھے بٹا دیا
ہم نے تو حکم حاکم فطرت سنا دیا
کیا فائدہ جو طغفل کو قرآن رٹا دیا

تو مین جلی ہتھیں اور گناہوں کی آگ مین
 اُسکی سہی زندگی مین نہ کی قدر تو نے قوم
 عشق و صنم بنا کے جہان کو کیا خراب
 بڑبٹا گیا جوں تو گھٹے زندگی کے دن
 کیا ہو سکے ترقی علم و عمل و ایمان
 آیا جو کوئی حاکم اگلے تو اس نے پھر
 کیا فائدہ ہے چھینے سے اُس شوخ جنم کو
 رکھا ہے کب زمانے نے قائم کیس کا نام
 رستے مین رکھ دیا تھا جلا کر محب چراغ

بادِ مخالف نے اسے بھی بھجا دیا

قوم مین اب جہل و تکبر کے سوا کیا رہ گیا
 حب قوم اتحاد ملت و دین ہے کہاں
 اے سیما اُس مریض جانِ ملب کا کیا علاج
 آشنا رخصت ہوئے تو اور بہان آگئے
 ایک مین چاروں طرف سے حملہ فوج عدد
 توڑ ڈالیں گے یہ شاعر بیرِ میانِ فولاو کی
 اُٹھ گئی وہ حُبِ قومی روح جو مذہب کی تھی
 اُٹھ گئے ہر علم و فن کے سب امام و مجتہد
 غیبت و دشنام اب تو ہے مسلمان کا شمار
 خاکِ ذلت پر پڑا بے گور مردار گیا
 اک نفاق باہمی آپس کا جہگڑا رہ گیا
 گوشت جکا کھل گیا ڈھانچا ہی ڈھانچا رہ گیا
 کون کہتا ہے محمد مین مین اکیلا رہ گیا
 داسے حسرت جو شِ حُبِ قوم جو مختار گیا
 اور کچھ دن شاعری کا گریہ سودا رہ گیا
 اب تو یہ بیکار تسبیح و مصلے رہ گیا
 قوم مین ہر ایک لیکن تنگ آ رہ گیا
 اب یہی اخلاق کا باقی نمونہ رہ گیا

بڑہ گئے کوشش سے اپنی وڈین کفار
یہ مسلمان ہی مگر قسمت پر بیٹھا رہ گیا
بیوگان ہند کے سب مٹ گئے اسبابیت
ہاں مگر اک موت کا ان کو سہارا رہ گیا
کہتے ہیں یہ حامیان جس نسوان فخر سے قطعہ
مٹ گئی سب شان اسلام ایک پر وہ رہ گیا
واہ رسی یہ شان اسلامی کہ ہو جو بس زن
آپکے اس جہل کا مذہب پر وہ تیار رہ گیا
سیج بست اوٹو بنی زادی کوئی پر درمیت تھی
کیون مسلمانوں میں پھر پودے کا سو رہ گیا
عالی شہ۔ اسماء۔ بنت ازور یا دہین
جب لڑیں یہ آپ مردوں سے تو پھر کیا رہ گیا
بڑھکے میدان علم و فضل میں گہر ہو نہ وہ
یہ مسلمان ہی کھڑا منہ سب کا تکتا رہ گیا
بانیان خیر کے ملتے نہیں نام و نشان
وہ گئے دنیا سے لیکن اُن کا چر چار رہ گیا
کیا مزاد یگی خدائی تجھ کو اسے خلاق دہر
جب فنا ہم ہو گئے اور تو اکیلا رہ گیا

ہے محب اس قوم کے مرنے کا پھر پورا یقین

اور کچھ دن جس نسوانی یہ پر وہ رہ گیا

خیانت کا کوئی حامی کوئی غمخوار شوت کا
آہی ہو گیا کیا قوم کو آزار رشوت کا
غضب ہو یا رجحی لیتے ہیں اب تو یا رشوت
ہو اسے گرم کیا آجکل بازار رشوت کا
بڑا ہے پیٹ اوسکا اور پھولا ہو بدن اس کل
خیانت کا وہ آزاری ہے یہ بیمار رشوت کا
زر گل بلبلیں دیتی ہیں جب گلچین کو رشوتیز
تو پھر پھولے پہلے کا خوب یہ گلزار رشوت کا
امانت سے پھر ایمانہ خیانت کو کیا سجدہ
خدا ہی سیم زرا ایمان ہو کھلدار رشوت کا
نرا سے جبکہ راشی مرتشی دونو ہی خالف ہیں
تو پھر کھڑے سے کوئی کرے اظہار رشوت کا
اکڑتی ہیں بہت رشوت کا زور پہنکر بیگم
گلے میں طوق لعنت ہو نہیں ہو مار رشوت کا
مدد کو آئے یا حیدر کرار جنت سے
ڈسے جاتا ہے اب تو قوم کو یہ مار رشوت کا

خدا کے سامنے اس دھج سے رشوت خوار نگے
 الہی اب تو خلقت تنگ ہو رشوت کو دینے سے
 کٹے گا اس چین سے یہ درخت خاردار اک
 کہان کے رند اب تو مولوی صاحب بھی لیتوین
 بغیر نذر کرتے ہیں دعاکب پیر صاحب بھی
 نکل جاتا ہے غٹ سے قحط کے مار دکھا جو یہ
 نہ لوٹ اسے ترشی ایس سمجھ کر ان غریب کو
 وکالت اب تو دلالی ہو رشوت خوار حاکم کی
 کیا کرتا ہے سچ کو جھوٹ سیم وزر کی خاطر سے
 نہیں چھپتی اگر تہ خانہ میں بھی رشوت کو خورائو
 امید رحم رشوت خوار سے کہنی طاقت ہو
 نہیں نقدی کی اگر امید تو کہنا ہی کہا نہیں
 ہزاروں خاندانوں کے سچ میں جب ہوں اگر کج
 خدا ہی ان غریبوں کو بچاتا ہے تو بچو توین
 جوم جاتا ہے رشوت خوار تو یہ لوگ کہتوین
 جب اہل ملک ہی لیتوین اہل ملک سے رشوت

گلے میں طوق لعنت کا سرورن پر بار رشوت کا
 کہیں دنیا سے منہ کا لاجھی ہومدار رشوت کا
 کھٹکتا ہو نگاہ باغبان میں خار رشوت کا
 ہوا ہے مال طیب درہم و دنیا رشوت کا
 لگا ہے تابہ درگاہ خدا کیا سار رشوت کا
 سمجھتا ہی نہیں کچھ نیک و بد سار رشوت کا
 لئے گا ایک دن تیر بھی یہ انبار رشوت کا
 عدالت کا مکان ہو یا کوئی دربار رشوت کا
 بہت اچھا ذریعہ اب تو ہے اخبار رشوت کا
 ڈھنڈو اپنی تپا ہے برسر بازار رشوت کا
 کسی کا دوست کب ہو ترشی ہو یا رشوت کا
 مرادیتا ہے دسترخوان پر آچار رشوت کا
 کرینگے خاک سدا ب کیا دوچار رشوت کا
 نکل جانے کو منہ کھولے ہوئے ہو مار رشوت کا
 بہت اچھا ہوا مردہ ہوا فی التار رشوت کا
 تو کر سکتی ہے سدا ب کیا سرکار رشوت کا

محب چوری و کیتی سے بھی بڑھ کر رشوت ہو

زبان سو نام بھی لینا نہ تم زہنار رشوت کا

بے

عقل رکھتا ہے تو لینا نہ کہی نام شراب
تا دم مرگ کہیں چھٹی ہے مے کی عادت
دیکھ رہیاد کہی صحبت زندانِ مین نہ بیٹھ
میکشہ امژدہ کہ ہے دغمتہ زکا دربار
خانہ ویرانی در سوائی و سرگردانی
گردنیں کٹی ہیں تکرار و ن مین آنا فنا
در دسر در و جگر در و کمر در و عصب
شیری روئی ہے کہیں اور کہیں پورٹ بیر
خود کشی قتل زنا ظلم لڑائی جبکہڑے
میکشہ انجوب پیو بلکہ ہناؤ دن رات
کوچ کر جاتے ہیں سب ہوش و حواس اور اک
کتے مجنون ہیں کتے ہیں مریض قلاش
مار و خود آپ مرو گالیان دو مست رہو
نشہ بادہ احمر ہے کوئی روح خبیث

قدح زہر لال ہے نہیں جام شراب
نزع مین بھی لب میخوار پہ ہے نام شراب
موت نے لاکے چھایا ہے یہاں دم شراب
در و دل سوز جگر رعشہ ہے انعام شراب
دلست و خواری و افلاس ہے انجام شراب
خون میخوار سے بھر جاتے ہیں کیا جام شراب
ماسوا ان کے ہزاروں ہی مین آلام شراب
راج الوقت یہی چار ہیں اقسام شراب
یہی سنگین چراغ ہیں انجہام شراب
حوض سیندی کے بھرے ہیں کہیں تمام شراب
بہوت نشہ کا جو سر نہ پتا ہے ہنگام شراب
چشم عبرت سے زرا دیکھئے انجام شراب
بادہ حوارون کو یہی ہوتے ہیں احکام شراب
خون بی بی کے ہوئے لال مین اجسام شراب

بادہ خواری سے ہوا جاتا ہے سب ہند تباہ

اہل یورپ پہ محب آتا ہے الزام شراب

پے

علم و ہنر نہیں تو ہیں بدتر حجر سے آپ
حبس لسا سمجھتے ہیں نیچی نظر سے آپ

بڑہ جائیں گر چہ حسن مین شمس و قمر سے آپ
عنق نظر کا آپ کو بھی حکم ہے مگر +

لیکن بچے ذرا بھی نہ اُنکے اثر سے آپ
محفوظ کیا مین روز جزا کے خطر سے آپ
اس مسئلہ کو دیکھئے گہری نظر سے آپ
آراستہ بہنیں مین جو علم و مہر سے آپ
شاداب پھل نہ کہا تینگے سو کہے شجرِ سرِ آپ
واقف مین اس درخت کے کروڑوں ثمرِ سرِ آپ
شر مائیں کچھ تو دل ہی مین اپنی نظرِ سرِ آپ
آگاہ ہی نہیں ابھی دردِ جگر سے آپ
جی بھر کے لطف ادا نہائے شام و سحرِ سرِ آپ
امیدِ خیر رکھتے مین جا بلِ پسر سے آپ
دیکھیں گے عورتوں کو اگر بد نظر سے آپ
واعظ مین ڈراتے مین نارِ سقر سے آپ

نانا کہ عورتیں مین غلامی مین آپ کی
ناچار عورتوں کو سمجھ کر نہ کیجئے ظلم
آسان نہیں ہے پردہ نسوان کی بحث اب
بوسیدہ ہڈیوں پر بزرگوں کی فخر کیا
کم زور مان کے پیٹ سے کب ہو نگاہِ پلوان
تعلیم مذہبی یہ مقصد کا بیج ہے +
گہورین تو آپ عورتیں ناحق سزا سہین
مشکل ہو دردِ قوم ہو محسوس آپ کو
گہٹ گہٹ کے عورتیں تو مہرین گہر مین رہیں
بچوں کی تربیت تو سمجھتے نہیں مین فرض
پائینگے اپنے جرم کی خود آپ ہی سزا
بچوں ہی کو سنائے قصے کہانیاں

خطرے یہاں مین اور دباں بھی تو ہیں محب

خالی مین کس جہان مین خوف و خطر سے آپ

تے

ہر ایک انسان پر فرض ہے یہ کہ پہلے سیکھے اصولِ صحت

کہ صحت جسم و روح سے بھی کوئی جہان مین بڑی ہو نعمت

وہ سو مین جلدی عشا کو بڑھ کر جو چاہتے مین سویرے اٹھنا

کہ صبح اٹھنے سے بڑھتی ہے عمر اور ہوتی ہے دلکراحت

عروج دنیا جو چاہتے ہیں وہ اٹھیں قبل طلوعِ خاوار
 جوانی جنگی ڈہلی ہوئی ہے کرین وہ تا صبح استراحت
 اٹھیں جو سوتے سے وہ سویرے تو دہوئیں پہلے وہ جسم سارا
 رگڑ کے دانستون کو خوب مانجھیں کہ جن سے جاتی رہ کر کثافت
 کرین وہ بالون میں اپنے کنگھی نر کہیں ناخن وہ اپنے میلے
 بدن کی پاکی سے جڑا بان کہ جس سے ہوتی ہو پاک نیت
 لباس رکھتے ہیں جو کہ ستھرے پھٹتے کپڑے جو قیمتی ہیں
 انہیں کی عزت ہے مجلسوں میں انہیں کی ہر جا ہر قدر قیمت
 نہیں نہاتے جو روز انسان وہ لطف صحت نہیں اٹھاتے
 مضر صحت ہیں سارے فضلے نہیں کسی کو بھی اس میں حجت
 نکلتا ہے جب بدن سے فضلہ قریب پاؤنڈ کے اتد نہیں
 تو پھر نہ کیوں ہو محب بناؤ نہانے دھونے کی روزِ حاجت
 بدلتی رنگ ہے کیا بادہ خوار کی صورت نشے کی لال تو پہیلی خمار کی صورت
 ہم اپنے دل ہی میں پاتے ہیں دوزخ و جنت کرم ہے نوز کی غصہ ہے نار کی صورت
 ہزار حریف غلامی پہ جان دیتے ہیں نکالتے نہیں کچھ کاروبار کی صورت
 یہ لٹیاں نہیں سینہ ہی کی عاشقوں کے میں صبر درخت تا بسرِ پاہین دار کی صورت
 یہ نوجوان تو ہیں بوڑھوں کو بھی ضعیف سوا نہیں ہوان میں کوئی ہو نہار کی صورت
 پہنکے جامہ تہذیب گو بسین انگریز چہپائے سے نہیں چپتی گنوار کی صورت
 کرے تباہ جو اپنی غرض کی واسطے ملک خدا دکھائے نہ اُس نابکار کی صورت

۱۰ ملاحظہ کن
 میں تجھے
 کو کہتا ہوں

کبھی نہ دیکھیں گے عروہ و قار کی صورت
 فرشتے دیکھیں نہ لین پردہ دار کی صورت
 نکال ہی کوئی لین گے خزاں کی صورت
 بخیل جلتے ہیں لیکن چنار کی صورت
 بہن کھٹکتے ہیں نظرونِ مین خار کی صورت
 حسد ہے کرگ تو کینہ ہے مار کی صورت
 بتا رہی ہے یہ لیل و نہار کی صورت
 کہ دل ہمارا ہے خندان انار کی صورت
 مگر نہ ان مین وہ رنگت نہ یار کی صورت
 تو خود نکلتے ہیں نکلتے شرار کی صورت
 بنا سے گتہ گردون مزار کی صورت
 پھرینگے دوش ہو ابر غبار کی صورت

پکھلے آئی ہے ایسی خزان چمن مین محب

خدا دکھائے تو دیکھیں بہار کی صورت

اے

کرینگے ہم اگر قدر اہل علم و کمال
 لحد مین بھی ہو ضرور انتظام پر دے کا
 راسخی گر نہیں ممکن تو یہ جہنم قیدی
 سخی تو پہولتے پھلتے ہیں باغِ عالم مین
 کسی سے برسرِ پر خاشاک کیون زمانہ ہو
 بلا کے خون جگر موزیوں کو پالا ہے
 خوشی کے بعد ہر غم غم کے بعد ہر شادی
 ہماری خشک لہی پر نہ جائیں اہل سرور
 زمین پر لالہ دگل ہیں ظلمت پر شمس و قمر
 رگڑتے تہمت مین باہم ہیں جب کبھی دوزخ مین
 اجل سے بھاگ کے جائیں کہان پر اہل مین
 وہ شہسوار رہ عشق مین کہ بعد فنا

ایک حلقے مین کہاے گی گہونگٹ
 اس کو دوڑائے نہیں سرپٹ
 کچھ بھی ہو جائے فیصلہ جھٹ پٹ
 رنگی شاعری مین اب تلچھٹ

شیر سان فوج دشمنان پہ چھپٹ
 اس پر اصلاح تیز گام نہیں
 چوٹین یہ عورتین کہ قسیدہ رہن
 پل گئے رند بادہ کش سارے

جہلِ انوان سے عیش ہے سب تلخ گھر میں رہتی ہے رائدن کھٹ پٹ
 ترک و مقصدِ عرب میں ہے ہندیب قطعہ ہے زن دم کا جہان جگہٹ
 دیکھ کر عورتوں کو راہوں میں + مرد جا کے تین خود کتارے ہٹ
 ہے مگر ہند میں خلاف اس کے ہے جہان مرد و زن کی کایا پٹ
 پل پل میں اپنی بے حیائی سے مرد دیکھیں گے عورتوں کا یہ جھرمٹ
 گھٹا دھولی میں وہ عروس کا دم دیگر ہاتھ بہر کا وہ سامنے گھونگٹ
 غش پہ غش وہ میانہ میں آنا اور وہ جس دم سے گہرا ہٹ
 ایک آفت ہے یہ بھی بیاہِ برات نوز و سون کو کرتے ہیں چو پٹ
 ریتِ سمون پہ کیا اڑی ہے قوم واہ بے بچن اور واہ ری ہٹ

بحثِ پردہ کی چوڑی تا ہی نہیں

تو بھی تو ہے محبِ بڑا نک کہٹ

نتیجہ

اپنی ہستی پہ بن کیا باغ میں گلِ شاد و عبث اور بیل کا بھی یہ نالہ و نسید و عبث
 عہدِ پیری میں جواقی کی ہمیں یاد و عبث بیل زار کی ویرانہ میں فریاد و عبث
 اے فلکِ قہرون میں مرد و عین نہیں ستور اپنہ کرتا ہے تم تو ستمِ احباب و عبث
 غم سے گل گل کے نخل آئے میں انکو ڈکڑو کھینچ تصویر نہ بیارون کی ہنرِ اد و عبث
 اثرِ خیرِ مٹائے سے کہیں مٹتے ہیں یہ وہ ہے قصہ کر جس کی نہیں بنیاد و عبث
 حافظِ عصمت و عصمتِ او یہی علم و عمل جس دایم ہے عبث قلعہ نو لاد و عبث
 خانہِ بربادیِ طرفین سے یہ بیاہِ برات لاکھوں کرویتے ہیں ناظم یہ برباد و عبث

باغبان دشمن جان اور ہے قاتل صیاد
اے اسیرانِ نفس نالہ و فریادِ عبث
خاک چہا نے بھی تو ملتے نہیں آثارِ برشت
تو نے کیوں رنج اٹھایا تھا یہ شدادِ عبث
کچھ تو غایت ہے خدا کی جو کیا ہے پیدا
ورنہ اس خاک کے پتلے کا تھا ایجا و عبث
آدمی اپنے خیالات کا خود ہے مالک
کفر کا فتویٰ عبث اور یہ الٰہی و عبث
کوئی ذرہ بھی جہان میں نہیں بزرگِ بریکار
آب و آتش ہونہ ہو خاک نہ ہو بادِ عبث
حق تو ہے ایک مگر جھوٹ کی پہلو ہیں ہزار
یہ مذاہب ہیں عبث ملت ہفتادِ عبث
عقل کچھ ہوتی تو کیوں غنق کے دم میں آتا
مر گیا پہوڑ کے سر آپ یہ فرما دِ عبث

بہ تراز قید ہماری ہر محب آزادی

حق بھی جب کہہ نہ سکیں ہم تو ہیں آزادِ عبث

کارگر ہے نہ دوا کیا باعث
اور نہ مقبول دعا کیا باعث
اب تو ہر سمت تعصب ہی ہے
بگڑی کیوں اب دہو اکیہ باعث
مسلم و کافر و لاندہرب کا
ایک ہی تو ہے خدا کیا باعث
بے خطا قید مکانوں میں ہیں
عورتوں پر یہ جفا کیا باعث
روز ہوتی ہیں بلائیں نازل
کیا ہوئی ہم سے خطا کیا باعث

یہ عداوت ہے محب کو کیسی

ظلمِ الفت کی جزا کیا باعث

تھمتے نہیں کیوں اشک مرے دیدہ تراج
کیا آنکھوں سے بہہ جائیگا سب خونِ جگر تراج
اے قوم تجھے کچھ بھی تہمون کی خبر ہے
سلام ہے کچھ جھوک سے کتنے گئے مہراج

اصلاح تمدن میں ہزاروں ہی مہینے
 اخبار کے پڑھنے کی اُٹھاتے تہنیں رحمت
 اس باغ میں کس بیوہ کا یہ عہد ہوا ہے
 گل شاہین غنچوں کے لبوں پر ہے تبسم
 تعلیم کے برسوں میں نکلے مہینے نتیجے
 دنیا کی تحمیں کل اپنی طرف آہ نکاہیں
 کل کہاٹے گی پھل باغ کے اولاد ہماری
 اس چاند سی صورت پر اگر علم بھی ہوتا
 اس دار فنائین ہمیں جو کرنا ہو کر لو
 کیا ہوگا قیامت میں عذاب اور زیادہ
 قبضے میں جہان بھی ہو تو رہتا نہیں دیم
 کیا دیر ہے کل ہی تو یہ کرتے ہیں ترقی
 کی علم معاون نے ہے اس درجہ ترقی
 اے قوم اگر سیکھتی کچھ صنعت و حرفت
 کل پوچھتے تھی ذات حبیب اور نب کو
 اسلام کی سنتے تو پہنچتی نہ مضرت
 انسان تو کجا کرتے ہیں بے روشی حیوان
 آزادی نسوان میں عجب ہے یہ پس و پیش
 جب ہمیں نہیں پوچھتے آہ ملک کی صنعت

ہم نے تو اسی کام پہ باندھی ہو کر آج
 لوگوں سے مگر پوچھتے ہیں کیا ہے خبر آج
 قطعہ گلپوش ہے پھولوں سے جو ہر شاخ شجر آج
 آزمائی ہوئی پھرتی ہے کیا باد سحر آج
 کیا بوتے ہی لائیگا کوئی تخم سحر آج
 پھیری ہے زمانے نے مگر ہم سے نظر آج
 تعلیم کے پھر کیوں نہ لگائیں یہ شجر آج
 گھٹتا ہی نہیں حسن تر از شک قمر آج
 کیا جانے دنیا سے ہو کل یا کہ سفر آج
 واعظ! یہی گھر جہل نسائے ہو سحر آج
 دارا ہے کہاں اور سکندر ہے کہ ہر آج
 نسوان کی تعلیم پہ باندھیں تو کر آج
 قارون کا خزانہ ہے یہی کان حجر آج
 غیر دن کی ہوتی تو کبھی دست نگر آج
 دنیا میں مگر پوچھتے ہیں علم و ہنر آج
 عیسا یوں اتم خمر کا سمجھ ہو صبر آج
 دنیا میں فرشتوں سے بھی برتر ہیں شجر آج
 کل اس میں ہنر ہے نہ کوئی خوف و خطر آج
 پھر اہل صنعت کی ہو کس طرح بسر آج

اے کاش مدارس میں صناعت ہی سکھاتے پھرتے تو نہ مارے ہوئے یہ خستہ جگر آج
 اب تک تو بہت ضبط کیا جو شش غم قوم بہ جائے گادریامری آنکھوں سرگر آج
 بازار سخن میں نہیں کچھ قضا سخن سنج
 دکھلاؤ محب جو ہر یون کو یہ گھر آج

پے

بار احسان شہدیران جفا کار نہ کھینچ
 تیغ و شمشیر و سان کی نہیں حق کو حاجت
 چھوڑ دے کہ ہے یہ اصل فساد اجماع
 پردہ حبس دوامی سے تو بہتر ہے یہ قبر
 غائت خلقت آدم تو ہے ہمدردی خلق
 سر پر احسان ہے ان خادو نکا اسے دست بول
 ترک دنیا ہی کا ہے نام تو یہ آزادی
 مختصر بات کا سنا بھی تو ہوتا ہے گران
 ساپ کو گود میں بانہی سے خبردار نہ کھینچ
 کام لے اپنی زبان سے کبھی نثار نہ کھینچ
 عورتوں مردوں میں فولاد کی دیوار نہ کھینچ
 بار احسان میجا سر ہزار نہ کھینچ
 بار تخلیف عبادات یہ بے کار نہ کھینچ
 پائے کوشش سے کبھی نوک سرخار نہ کھینچ
 ماتم پھیلا نہ کبھی پاؤں کو رہنما نہ کھینچ
 مجلسوں میں تو کبھی رشتہ گفتار نہ کھینچ

حال پر پردہ نشینوں کے محب رو چھپکر
 حشر ہو جائے گا نالہ سر بازار نہ کھینچ

حے

بات کہنے کی ہوا زادی کہاں اچھی طرح
 ان کے جلیانے کی زندانوں میں کچھ کو خیر
 کھولنے دیتا ہے کوئی بھی زبان اچھی طرح
 بند رکھتے ہیں مکانوں میں دیوان اچھی طرح

علم و فن کی سہ سرتی بھی دمان اچھی طرح
 اس اکھاڑے میں لڑائی نگے پہلوان اچھی طرح
 کرنے پاتے ہی نہیں ہم کچھ بیان اچھی طرح
 نالہ و آہ فغان بھی ہو بنان اچھی طرح
 پہلے سن تو لیجئے یہ داستان اچھی طرح
 کیا مہذب ہو گا یہ بند داستان اچھی طرح
 سینچ یہ پتھر مدہ پودے باغبان اچھی طرح
 اور آئی ہی نہیں اپنی زبان اچھی طرح
 پیس ڈال اے گردشِ مہفت آسمان اچھی طرح
 میری تربت کا مٹا دنیا نشان اچھی طرح
 گھونٹ دی اتو گلا اے بد گمان اچھی طرح
 دیکھئے دے کون یہ سخت استخوان اچھی طرح
 اہل پردہ بند رکھتے ہیں مکان اچھی طرح
 بند رکھتے ہیں وہیں عاقل زبان اچھی طرح
 بیج ہو تا ہے زمین میں جب بہان اچھی طرح
 اٹھ رہا ہے شمعِ مردہ سحر و ان اچھی طرح

سے جہان آزا دوسی اظہارِ انکار و خیال
 بحثِ پردہ چہیز کر تو دیکھئے دونوں کے زور
 داستانِ غم جو کہتے ہیں تو کتنی ہے زبان
 چاہتے ہو خیرِ عیاشی تو اب رو کو زبان
 نامِ پردہ سنتے ہی غصے میں کیوں آؤ پین
 حبسِ دایم سے نہیں چوٹیں گی جب تک عورتیں
 تربیت کے مضحک پودے بھی لائز بینِ غم
 سیکھتے پھرتے ہیں غیروں کی زبانیں تو بہت
 میری پامالی کی رکھہ دل میں نہ تو باقی ہوں
 بعدِ مردن بھی نہ رہ جائے کوئی نام و نمود
 گھٹکے پردہ میں یہی کہتی ہے زوجہ زور سے
 امتحانِ ہمدردی نسوان کا کچھ آسان نہیں
 روزِ دیوار سے آنکھیں نہ لڑ جائیں کہیں
 بات کہنے پر جہان کٹتی ہے حق گو کی زبان
 قوتِ نشو و نما سے آپ بڑھتا ہے دخت
 کس کے سوزِ غم میں یہ بیوہ جلی ہے رات بھر

ظلم کی فریاد بھی ہم کر نہیں سکتے محب
 سی دیا ہے اب تو ظالم نے دمان اچھی طرح
 خ

عورتوں کے جہل سے اپنا تو ہر آرام تلخ
 قوم کو یہ لہو تعریفین تو ہیں شربت کر گھونٹ
 نام پر وہ سنتے ہی کیا منہ بناتی ہر یہ قوم
 زہر سے بھی تلخ ہیں یہ کم سخی کی شادیان
 گالیان یہ قوم کی ہلکو تو ہیں قند و نبات
 کیامرے پند و نصیحت کو سمجھتے ہیں یہ ہر
 یہ خوشامد زہر ہے کیا شہارین لپٹی ہوئی
 دافع جہل و تعصب ہیں مرے اشعار پند

دن تو کٹ جاتا ہے باہر گھر میں ہر شام تلخ
 ہر گھر الحقی مر کا بڑا ہی محب ام تلخ
 ہو گیا ہے زہر سے بھی سخت کیا یہ نام تلخ
 کیا مرالٹا ہے کہا تے ہیں جو یہ بادام تلخ
 زہر سے بھی گرچہ ہوتے ہیں بہت دشنام تلخ
 یہ وہ ہے کوئین جس سے ہر زبان دکھ تلخ

۱۳۲

ابتدا اسکی ہے میٹھی اور ہے انجام تلخ
 پیلی بھی جا بیدار صحت کے لئے یہ جام تلخ

کون سنتا ہے محب پند و نصیحت کو تری
 ہے تری ہر بات گویا زہر کا اک جام تلخ

دال

خدا کے بندے تھے سب ایک تھانہ گھر کا
 جو پھنا جامہ انگریز تو گھسٹی وقت
 دماغ بگڑا ہے اس قوم کا خدا حافظ
 ہر اک فریق نے اتنی گڑھی حدیثین میں
 لفظ شیعہ و سنی تو ہے فساد کی جڑ
 بڑی نگاہ کا دل میں خیال کس کے تھا
 گھرون میں عورتیں گھٹ گھٹ کر لہو ہرین

مگر یہ مذہب و دین لائے ہیں کدھر کا فساد
 جو پی شراب تو پیدا ہوا جب گھر کا فساد
 کہ خوفناک ہے سر سام اور سر کا فساد
 کہ مٹ سکے گا نہ تاحشر یہ خبر کا فساد
 مثائین اب تو مسلمان یہ اپنے گھر کا فساد
 یہ پر وہ ہی سے تو پیدا ہوا نظر کا فساد
 کہیں ضعیف ہو معبد کہیں جگر کا فساد

نتیجے اپنے ہی اعمال کے ہیں نیک بد
 نہ غمخس کا ہے زمین پر نہ ہے قمر کا فساد
 نفاق قوم کی کچھ انتہا نہیں ہے محب
 کہ بڑھتا جاتا ہے فتنے کا اور شر کا فساد

ذال

نفع سے تعلیم نوان کے تو ہے انکار شاہ
 اے طبیبو! جہل و غفلت کا مرض جو لاعلاج
 فلسفہ کے سامنے ٹھٹھکیے یہ مذہب کہیں
 ہے یہ اردو شاعری کا نوجون و عشق خوش
 ہر مگر ان پتھرون میں گو ہر افکار شاہ
 اہل جبر ت کہیں پتھریں میان سے تلوار شاہ
 اور ڈھو ڈھین بھی تو ملتا ہے کوئی بیدار شاہ
 قوم کو ہو فائدہ جن سے وہ ہیں اخبار شاہ
 سچی باتوں کا بھی یہ کرتے نہیں اقرار شاہ
 بزدلوں کی تیغ تو رہتی ہے باہر میان سر
 ظافلوں کا تو نہیں اس قوم میں حد و شمار
 بڑے مین پھیکے ایسے تو پرچے ہیں بہت
 بزدلی تو دیکھتے ڈر سے عوام الناس کے

یون تو کثرت سے ہیں جو تلے ہند میں ہمدوم

ہیں محب سچے مگر اس قوم کے غمخوار شاہ

رے

نوکے بچتے ہی سو رہو پڑ کر
 جو کہ سوتے ہیں نصف شب کے بعد
 خواب راحت سے اُٹھو وقت سحر
 وہ نہیں اُٹھتے بائج کے اندر
 دیر سے سونا دیر سے اوٹھنا
 دونوں باتیں بُری ہیں کچھ دُخیز

عمر کرتا ہے کم مزاج خراب جاگتا مفلون میں یہ مشب بھر
 سول لیتے ہیں دام دیکھے مرض جاتے ہیں نالگون میں جو کاشہ
 ضنفع روح و بدن میں آتا ہے زیادہ سونے کا بھی بُرا ہے اثر
 جاگنے سونے میں ہو عدل محب

حفظِ صحت کو چاہتے ہو اگر

محل میں عورتیں محبوس پاسبانِ در پر برس رہا ہے سمان قید خانے کا گھر پر
 جو فتح کرتے ہیں علم و عمل کی تعلیمیں دہی توڑ کھتے ہیں اب برتری سکندر پر
 خدا نے دی ہے جو عقل کام لے اس سے کہ بیٹھتا انہیں حیوان بھی مقدر پر
 جو جانتے ہیں حیاتِ ابد شہادت کو گلا دور کھتے ہیں خود آپ اپنا شجر پر
 زمین کو بھی تو ہے ان مہر و ماہِ مسلم پہناز فلک کو فخر ہے گر مہر و ماہِ داختر پر
 بہادری ہی تو ہے رزمگاہ میں قابلِ داد شکستِ دفع کا الزام کیا ہے انسر پر
 اُٹھائیں جس نے ہون دینا کی کلفتیں سہم اثرِ خوشی کا ہو کیا اس دلِ مکر پر
 شجاعت اور عدالت میں دونو تھے کامل علی کو فخرِ عمر پر عمر کو حیدر پر
 وہ یومِ فتح بھی نزدیک ہے کہ مسجد میں پرمیگا خطبہ سنوانِ خطیبِ ممبر پر
 جہان میں چلتا ہے جگے خیال کا سکہ ہے فوقیت انہیں جمشید پر سکندر پر
 کیا ہے پردہ درون نے وہ بوبلِ احسان رہے گا تا بہ قیامت جو قوم کے سر پر

وہاں خیال ہو کیا خاک بہیری کا محب

جہان برستے ہوں لعنت کے تیر بہر پر

ہماری آجہ ٹمک زن ہو کیا کیا مہر تابان پر ہماری چشمِ گرمیاں خندہ زن ہو ابرو تابان پر

مگر ہمدردی انسان ہے اول فضل انسان پر
فضیلت حضرت انسان کو پھر کیا اور حیوان پر
تو پھر شہرہ و ن کو کیا ترجیح ہے کہ وہ دیباچہ پر
مذاہب بھی تو قائم ہیں بنائے وہم و امکان پر
مصیبت میزبان کی جان پر آفت ہر مہمان پر
شجاعان عرب دیتے رہے ہر جان میدا پر
سخن کی داد دینی فرض ہو کہ اک سخندان پر
مگر اس غیب دان کی تو نظر رہتی ہی نہیں
خدا پر ہے نہیں الزام گرا ہی کا شیطان پر
کیا ہے بے غرض احسان بھی کوئی تو ذراں پر
مگر سوجان سے قربان ہیں ہر وقت ایمان پر
مسطح ایک بوڑھا دیو ہے گویا پرستان پر
کتاب آسمانی کا گمان ہے میر کو دیوان پر

اگرچہ فرض ہے صوم و صلاۃ و حج مسلمان پر
ہنیں گرا آدمی میں آدمیت اور ہمدردی
درندوں سے بھی بدتر آدمی رہتے ہوں گے کیا
حقیقت سے کسی شے کی نہیں کو فلسفہ واقف
یہ تقریبوں میں پردے والیوں کا راندن رہنا
مسلمانوں کا جنگ شمشیر قلم سے مٹ
سخن مہنوں کی خاموشی سخن کے حق میں قاتل ہر
یہ ظاہر دریاں دیتی ہیں وہو کے اہل دنیا کو
ہدایت کا ضلالت کا وہی تو ایک ہے مالک
عبادت تو بہت کی جو رنجش کے لئے زائد
ہنیں شرم و حیا کچھ جھوٹ بولیں تھمتیں بانڈین
بڑا بے مین یہ کم سن بیویاں کیا زیب دیتی ہیں
میری فکر سالانی ہے بام عرش سے مضمون

محب پر وہ نشین محروم ہیں ہر ایک نعمت سے

نہیں پردہ یہ ہے قہر خدا مظلوم نسوان پر

ہم نے میدان سے کبھی ہم سگشت پیہم سے تنگ ہو کر

اڑے ہیں دیوؤں سے کیا لڑائی لڑکار توپ و لنگ ہو کر

خدا نے دی ہے جو عقل و دانش تو کیوں ہو تقدیر پر بھروسہ

ہزارا نفوس ہے کہ انسان رہے یہ دنیا میں سنگ ہو کر

ہمارے پرزور وہ مہنا میں کہ جس میں بارود کی ہے قوت
 پہنچتے کانون کی راہ سے ہیں دلوں میں خفیہ سرنگ ہو کر
 یہ عمر یہ جوانی ہے جو شش سیلاب بحر ہستی
 حباب موج فنا سے نکلا شباب دریا امنگ ہو کر
 کوئی جو بزم سخن میں آکر جلاتا ہے شمع علم و دانش +
 تو اس پہ گرتے ہیں ہر طرف سے یہ اہل یورپ پتنگ ہو کر
 انہیں کی عصمت ہے قابلِ فخر جو ہیں آزاد بندشوں سے
 وہ خاکِ عفت ہے جو حاصلِ اسیرِ قیدِ فرنگ ہو کر
 اٹھائے اب بھی یہ سخت پردہ تو دیکھ لینا کہ عورتیں سب +
 نخل پڑنگی گھروں سے اک دن یہ زندگانی سے تنگ ہو کر
 یہ بحر ہستی ہے ایک طوفان کہ جس میں ہے مد و جز ہر دم
 وہاں موج فنا سے نکلی قصائے مہر مہنگ ہو کر
 ادھر تو پردہ کا جہل حامی ادھر ہے تعلیمِ حریت کی +
 یہ قصہ ہوئے گا فیصلہ اب ضرور دونوں میں جنگ ہو کر
 کہا جو میں نے کہ سخت پردہ ہے تم کے جسم پر یہ سرطان
 تو رہ گئے بزم میں عدو سب برنگ تصویرِ رنگ ہو کر
 ذلیلِ حالت کی زینت سے تو ہمارا مرنا ہی اب ہے بہتر
 ہزار لعنت ہے زندگی پر جن میں جو آبا کے ننگ ہو کر
 یہ نیلم الماس اور گوہر ہیں عکسِ مہر رخ منور +

دکھائے قدرت نے اپنے جلو سے خود آپ کا نون میں سنگ ہو کر
 اسی کے یہ رنگ ہیں چین میں اسی کے جلو سے ہیں آمان پر
 فلک پہ چمکا وہ مہر ہو کر گلوں سے نکلا وہ رنگ ہو کر
 ہمارا رونما نہیں عبث ہے کہ اس سے سیراب ملک ہو گا
 بھیگنے آنسوں یہ چشم تر کے دلوں میں دریا سے گنگا ہو کر
 محب نہ کہو لوزبان اپنی کہ ہیں نصیحت سے لوگ برہم
 لون میں چھپتی ہیں غافلون کے تمہاری باتیں خدنگ ہو کر
 ڑے

دم بھر تو بیٹھنے دے غریب الوطن کو چھوڑ
 صیاد تاک میں ہے گلوں میں لگی ہو آگ
 کب تک رہے گا جال میں تقلید کو پھینسا
 آثار خیر چھوڑ کے جا سنا ملے ثواب
 لکھ وہ خیال جو کہ ہو کچھ قوم کو مفید
 دودن کی زینت گل کی طرح ہنسنے کا کٹ دے
 اس صید گاہ دل میں یہ موزی ہے شیفنس
 دو لون سے کام لے کہ نہ رہا میں قبل موت
 کیا لطف زینت اہل وطن ہوں اگر عدو
 باقی اثر ہے روح کا فانی ہے یہ بدن
 مشا طگی بھی فرض ہے مان باپ پر کہیں

اے چرخ بد نہاد عت و کہن کو چھوڑ
 بگڑی ہوا سے باغ ہو بیل چین کو چھوڑ
 لے کام اپنی عقل سے دیوانہ پن کو چھوڑ
 کوڑی بھی اپنے پاس نہ باقی کفن کو چھوڑ
 مضمون چشم و ابرو و لعل و دہن کو چھوڑ
 اے عندلیب نالہ ورنج و محن کو چھوڑ
 کہ اس کو تو شکار غزال حستن کو چھوڑ
 بے کار روح اور نہ اعضائے تن کو چھوڑ
 غربت میں آبرو سے بسر کر دطن کو چھوڑ
 دے تقویت دماغ کو فکر بدن کو چھوڑ
 مختار اپنے بیاہ کا دو لہا دو لہن کو چھوڑ

علم و عمل میں وقت عزیز اپنا صرف کر
اہل کمال کی نہیں ہوتی وطن میں قدر
دشمن سے عاقلون کا تو ہے احمق کا دوست
سیر کتاب میں تو ہے باغ جہان کی سیر
مرنے کے بعد گاڑ ہی دیگا کوئی کہیں
دشات کے سنگبار کو اس ہانکین کو چھوڑ
تو آبر و بڑھا گئے اپنی بدن کو چھوڑ
گردون دون پرست تو اس سفلہ پن کو چھوڑ
راحت سے بیٹھ گئے تھے میں سیر چین کو چھوڑ
کر فکر خیر خلق خیال کفن کو چھوڑ

سمجھا تھا تو تو ان کو محب جان سے عزیز
یہ غیر جب سمجھتے ہیں تو بھی دکن کو چھوڑ

نرے

دیکھ صیاد نہ دیکھ اپنے گرفتار کو تیز
دوڑ میں علم و عمل کے نہیں اچھی تیزی
مرض کہہ رہے یہ سخت جنون پر وہ
دل میں چھبجائے نہ ہے گل کی طبیعت
خرق عادات تو اس قوم میں ادنیٰ ہی ہوگا
کیون نہ ہر آن ہو یورپ کی ترقی کو عروج
مطلق و علم بلا غمت تو مقرر کی ہے جان
چمن و بہرین مٹا نہیں بے سنج کے گنج
زاہد و اسب کا خدا ہے وہ غفور اور رحیم
ہے یہ اخبار ترقی کا تو برقی آلہ
قدر آزاد خیالی تو ہے یورپ میں محب
منقسم دیکھتا رہتا ہے دل آزار کو تیز
جلد تھک جاتا ہے کرتا ہے جو رفتار کو تیز
دے طبیب ابھو دوا اور ہی بیمار کو تیز
بیل زار نہ کر شتر منقار کو تیز
پیر صاحب یہاں دوڑاتے ہیں دیوار کو تیز
کہ وہاں رکھتے ہیں بجلی سے بھی اخبار کو تیز
پہلے کر لیجئے اس سان پہ تلوار کو تیز
گل بھی رکھتے ہیں نہان نوک سرخار کو تیز
دیکھتے آپ ہیں کیوں زند گنہ گار کو تیز
برق سان کیجئے اخبار کی رفتار کو تیز
اور رکھتے ہیں یہاں خنجر و خنوار کو تیز

سین

ہے بہار و خزان ہر ایک برس یہ جوانی مگر ہے چند نفس
 عورتیں ہر جگہ کی ہیں آزاد قطعہ ہیں مگر ہند کی اس قفس
 خوار و مظلوم رہے کس محبوبس کوئی ان سائہیں کہیں بے بس
 سمجھے مفلس کو کیوں امیر حقیر کم ہے طاؤس سے یہ حسن گس؟
 دائے غفلت میں رہے پیچھے کان میں آئی بھی نہ بانگ جس
 نفع کی بات بھی نہیں سنتے اور پھر ہے ترقیوں کی ہوس
 کیا کہیں منہ سے اس جگہ کہ جہان خوف سلطان ہو اور عیمس
 پھر وہی موت کا ہے ہر دم خوف آدمی گر جسے ہزار برس
 پشتِ پشت کی ہو فکر معاش اور یہ زندگی ہے ایک نفس
 گھٹ کے مر جائیں کیوں نہ برباد بنہ چاروں طرف سے جب ہو نفس
 گرتے ہیں نوکری پہ اہل مسلم جیسے شیر مینوں پہ مور گس

سن چکے ہم محب تیری باتیں

کیونکہ منہ سے نہ اور کچھ بس بس

شین

سوزش دل سے ہے دلی غمِ جوش سر ہے یادِ یگ پر ہے یہ سر پوش
 اب خدا و خودی کا ہوش نہیں کر دیا بے خودی نے کیا ہوش
 کیا رہے گی مخالفت دایم کوئی دن کا ہے سب یہ جوش و خروش
 بت فروش و بے ہوش سے کیا خدا کو کلا یہ مسلمان تو ہیں کعبہ فروش

ہکو پستی بھی کچھ خبر ہی نہیں
 بڑھ گئے دوڑ میں یہ گسرو دھو د
 آتش جہل کے قریب نہ جا
 نکتہ چین ہو گئے ہیں دشمن جان
 اپنے اغراض میں ہیں یہ سب مست
 جرم سنگین کیا ہوا ان سے
 کیوں کرا خلاق قوم کے ہون رست
 مرد کی زن ہی تو مسلم ہے
 پھر نہ یہ مجلسین نہ نقدرین
 آئے تھے جب ملی تھی مان کی گویہ
 راز دل کس سے میں کہوں جا کر
 بزم دل انجن سے بہتر ہے
 جس دایم ہے حافظِ عفت؟
 ایسے دنیا میں ہیں کہاں مدہوش
 خواب میں مست ہیں مگر خرگوش
 جابلون میں تو ہے فساد کا جوش
 بیٹھ پردے میں تو بھی ابجا موش
 قوم کے فائدہ کا کس کو ہوش
 عورتیں کیوں گھردن میں ہیں مدہوش
 مرؤن بے ہنہیں ہیں دوش بدوش
 مدرسہ پہلا مان کی ہے آغوش
 کچھ دنوں کا ہے سب یہ جوش خرش
 جائینگے تولد کی ہے آغوش
 میری باتیں سننے کہاں ہو وہ گوش
 بیٹھیں خلوت میں ہم نہ کیوں خاموش
 مانے گا بات یہ کوئی ذسی ہوش

جنگو سمجھے تھے ہم محب اپنا
 ہو گئے وہ بھی آہ یار فردش

صدا

زندگانی کی نہ آرام کی حرص
 تاکتی رہتی ہیں کوٹھن کو کھڑین
 ہرے ہمیں فائدہ عام کی حرص
 پردہ داروں کو ہے کیا بام کی حرص
 مرغ کو ہوتی ہے کب دام کی حرص
 ٹر سے مردوں کے یہ سب پردہ ہی

اُن سے ہو گی نہ کوئی خدمت قوم
 ہے جنہیں نام کی انعام کی حرص
 خدمتِ قوم ہے سیرِ مذہب
 ہے مجھے کفر نہ اسلام کی حرص
 اور ہونگے وہ خطا بون کے حرص
 ہے عین تواہنیں و خضام کی حرص
 دل کو ہوتی ہے بہانے سے خوشی
 پھر ہمیں کیوں نہ ہو تمام کی حرص
 بیٹھ جاتی ہیں یہ خود پر دے عین
 مرغِ بلے پر کو ہے کیا دامن کی حرص
 حرصِ محنت تو یہاں ہے کسکو
 بانِ گرسب کو ہے آرام کی حرص
 خود بخود کامِ ملین گئے تم کو
 پہلے پیدا تو کرد کام کی حرص
 چاہتے ہیں کہ ڈھلے دنِ جلدی
 سے کتبِ بیہوش کو کیا شام کی حرص
 خدمتِ دین ہے یہی پردہ دری
 اور کیا ہوتی ہے اسلام کی حرص
 ہے جنہیں خواہشِ صبا نے طہور
 کیوں نہ ہو ان کو ہے وجام کی حرص
 ایک کافی تھے سیمبر بہکو
 ہے خدا کو بھی تو پیام کی حرص

قوم پر آپ کو قربان کر دے
 ہے محبِ تجھ کو اگر نام کی حرص

ضاد

گالیان کہانے کی پروانہ زمانے سے غرض
 سوتے جاگ اٹھیں یہ ہر شور مچانے سے غرض
 مجلسِ قوم میں آتے ہیں جو ہیں قوم کو دست
 خود غرض لوگوں کو اس بزم میں آنے سے غرض
 دین و ایمان سے ہمارے تو خدا واقف ہو
 ساری دنیا کو پھر اسلام بتانے سے غرض
 خدمتِ قوم جو منظور ہو تی ہم کو
 پھر ہمیں آپ کی یہ گالیان کہانے سے غرض
 اسکی قدرت کا جو اظہار نہ ہونا منظور
 شاہِ گل کو تھی کیا رنگ دکھانے سے غرض

تھا خدا کو بھی تو منظور کچھ طلب رکمال
دوست ہی کہ دوست ہیں اور دوست کو سچا نہیں
مرگیا دوست ولی اپنا غمبلا س
نفع سے حلق کے طلب ہے نہ کچھ لوگوں کو
اہل دنیا کا تو معبود حقیقی سے یہ زر
بے غرض یہ تو نہیں جاو تین اللہ کو گھر
قوم کے ذکر سے دلچپ ہو حوران کیا بیان
کیسے خونخوار یہ انسان تنصیب بہن

ورنہ اس خاک کے پتے کو بنانے سے عرض
 دشمن کہ ہمیں جی اپنا جلانے سے عرض
 اب ہمیں مقبرہ و عروس میں جانے سے عرض
 پھر میں اپنے خیالات چھپانے سے عرض
 حق سے مطلب نہیں دولت اگر کماؤ سے عرض
 شیخ کی کچھ تو ہے تنخواز میں آئیے سے عرض
 داعظون کو بے نقار رنگ جانے سے عرض
 ان درندہ کو محاسن میں بلانے سے عرض

اے میرے دوستوں
 جن کا مقصد
 توبہ بخلائی ہو
 چاہو اس بات کو
 یکساں سمجھو
 کہ میں دعوت
 دیتے ہو۔ ہم
 ان کی خاطر
 جان دیتے ہیں
 جس کی حفاظت
 باوجود کی ہو
 سے ۱۲

مصلح قوم دہی تارک دنیا ہین محب

خبر خدا جبکہ نہیں کہی زمانے سے غرض

طوبے

اہل دنیا ہی کے سر میں نہیں گہرا باد کا خطا
کیا دوا کیجئے مہلک ہے جو ن پر وہ
کھینچتا رہتا ہے ابرو کی طرح تیغِ حلال
دیکھئے جسکو وہ شاعر ہے مگر جاہل محض
بند ہو جائے ہوا سامنے منتظر نہ رہے
پاس کو لڑی نہیں سر میں ہوا رات کا خیال
اعتقاد اور خبر پر نہ بھروسہ کیجئے
نعمتیں دی ہیں خدا نے انٹھانیں کیوں لطف

اہل دین کو بھی تو ہر خورون کے دیدار کا ضبط
اور بڑھتا ہے دواؤں سے تو بیمار کا ضبط
کیا فلک کو بھی حسینوں کے ہے تلوار کا ضبط
بچے بچے کو ہر کیا ہند میں اس شہار کا ضبط
پردہ داروں کو ہے کیا نفعت دیوار کا ضبط
بھیک منگاتا ہے آخر یہی ناوار کا ضبط
عقل گھٹ جاتی ہو بڑھتا ہو جو اخبار کا ضبط
ترک دنیا ولائد تو ہر دیندار کا ضبط

بد تو بزرگ بھی بچتے نہیں ظلموں سے ترے
 وعدہ کر لیتے ہیں رکھتے نہیں پھر اس کا خیال
 جوش و عواصے انا الحق کو چھپا بھی نہ سکا
 چار تین بچتے پاک تو سب ایک ہی ہیں
 جلوہ یار تو ہر رنگ میں آتا ہے نظر
 راحت قلب و راحت بسے ہی مفلس کو نصیب
 دشمنوں سے بھی تو کہہ دیتا ہر دل کی باتیں

ظو

خدا کے گہر میں یہی ہے پردہ وحیا کا لحاظ
 بٹھاتی سر پہ ہیں اپنے حجاب کو مو جین
 زمین پہ آج نہ ہوتے یہ کافرو بدکار
 حرم میں بھی تو اُسی ایک بت کی حرمت ہو
 بچتی دل میں ہیں پردے کو خوب ستورات
 مریض قوم کو قسمت پہ چھوڑ دین کیوں کر
 یہ مقبرے یہ غراخانے سب میں تجا نے
 ہر ایک حادثہ و ہر بے ہے مصلیٰ رب
 مٹانے راہ سے آثار رفتگان رہبر و
 گھردن میں قانون کمر تیہیں آہیہ پردہ نشین
 شراب ناب ہو خلوت ہو اور حور بہشت

تجک کو کیا خچ سمگنا رہے آزار کا خبط
 ان حسینوں میں ہوا کرتا ہے اقرار کا خبط
 تھا یہ مقصود کو معراج سردار کا خبط
 پھر انہیں پانچ کا اور ان کو ہی کیوں چار کا خبط
 زابدون کو ہے یہ کیوں حشر میں دیدار کا خبط
 اہل دولت کو ہی کیوں درہم و دینار کا خبط
 ہے محب تجک خیالات کی اظہار کا خبط

نہیں ہے عورتوں مردوں کو کیا خدا کا لحاظ
 جو بے فیض ہیں رکھتے ہیں آشنا کا لحاظ
 خدا کو زہد و اہوتا اگر خطا کا لحاظ
 کہاں ہو دیرو حرم و دنوں میں خدا کا لحاظ
 مگر زبان سے کہیں کیا کہ ہے حیا کا لحاظ
 ذرا بھی جان ہو باقی تو ہے دد کا لحاظ
 نہیں ہے اب تو مسلمان کو بھی خدا کا لحاظ
 تو پھر خدا کو ہو کس طرح سے دعا کا لحاظ
 کہ راہرو کو ضروری ہے نقش پا کا لحاظ
 جنوں پردہ عجب ہو عجب حیا کا لحاظ
 جناب شیخ کو اس وقت ہو خدا کا لحاظ

جو گل ہین شاد تو وہ چہرہ پہاڑ سے خوش ہین
خوش غنچہ سے کرتا ہے کچھ صبا کا لحاظ
وہی مٹے ہین تغیر کی آند ہیون سے محب
ہنین ہے جنکو زمانے کی کچھ ہوا کا لحاظ

عین

برسون ہی مین آتا ہے کسی بات کا موقع
اچھا ہو یا بظاہر خیا ل اس کا موقع
جو علم کے عاشق ہین کتاب ان کی ہر غرق
دیتے ہین کہین ہاتھ سے وہ رات کا موقع
پابندی اوقات سے ہوتا ہے بہت کام
پھر سیر کا ہے وقت ملاقات کا موقع
ہے قوم کی ادا دہ ہر آدمی انسان
ظن اک فقط مرگ ہی خیرات کا موقع
مسجد میں بھی اب قوم کے ادبار کا ہو ذکر
واعظا ہنین دلچسپ حکایات کا موقع
پنی تو بھی جوانی مین شب دروز مئے علم
زند و نکو غنیمت ہے یہ پیرات کا موقع
اب نام سے پردہ کے تو حشت ہو غضب کی
کچھ اور چلو چال کے ہے کہات کا موقع
واعظا ہنین فرصت جو سنین تیری کہانی
ہر کام کا اک وقت ہے ہر بات کا موقع

خلوت مین مزا ملتا ہے باتوں سے جو دل کی
کہتے ہنین جلسوں مین محب رات کا موقع

غین

کسکو حاصل ہو کالجوں سے فراغ
سیکھوں علم اور ایک دماغ
علم ہے نوز جہل تار کی
اہل تحقیق ہین جہان کے چراغ

موحین زندون کی یاد آتی ہین
 ڈھونڈ پڑتا ہے خدا کو کیا زاہد
 بکتے ہین مولوی بھی اب ہذیان
 غم سے خاکی نہیں کسی کا دل
 عمر و نیا سے کیا بشر واقف
 پرشہ دنیا پہ حکمران ہوتا
 ایک دم لی تھی سب بہا، چین
 راتین جو کاٹتے ہین پر لٹے مین
 جان دنیا کی ہے یہی انسان
 ہے یہ تعلیم و تربیت بے کار
 موحین بھی لڑکھرائی پھرتی ہین
 جنگی غبرت پڑناہ کو ہے رشک
 اس اندھیرے مین تھا معلم نور
 چہر ڈنقلیہ عقل سے لے کام
 ٹوٹے ہین حباب کے جو ایاغ
 کچھ تجھے اپنا بھی ملا ہے سراغ
 قوم کا کیا بگڑ گیا ہے دماغ
 دیکھ لالہ کے دل مین بھی ہر داغ
 پرشہ کیا جانے کب سو ہو یہ باغ
 رکھتا آدم سے گر بڑا وہ دماغ
 کل جہان بلبلین عقین آج ہین لان
 وہی عالم کے ہو گئے چشم و چراغ
 اور انسان کی ہے جان دماغ
 گردیا ہی نہیں خدا نے دماغ
 چل رہے ہین حباب کے جو ایاغ
 ہین زمانہ مین آج حضرت داغ
 حیف کسے بچھا دیا یہ چراغ
 کہ خدا نے تجھے دیا ہو دماغ

جسکے پودون کی تربیت ہی نہیں

کس طرح سے محب ہر اہو وہ دماغ

نے

کہن سے اتنا انہین دوزخ و خدا کا خوف
 دماغ قوم کا روشن ہو لکھ کتاب الیسی
 کہ جتنا ایک پو لس مین کی سزا کا خوف
 یہ وہ چراغ ہے جسکو نہیں ہوا کا خوف

ہمیں تو زیست سے اوس قوم کی ہر پائی
گناہ کرتے ہیں ڈرتے نہیں ہیں دوزخ کر
دہی میں چین سے اس خانہ حوادث میں
یہ اعتبار گیا یاد آشنائی کا
اسے رو بیکس و مظلوم ہیں یہ مستورات
گھر دن سے تیسرے فاقہ پر یہ شکل پرتین
بنایا شاعرون نے یاد کو ہے کیا خونی
ہوئے تند سے گرتے ہیں اوپر اوپر خورجست

جسے طبیعت ڈر اور ہے دوا کا خوف
مٹایا دل سے ہر توبہ نے کیا خدا کا خوف
خوشی نہ زیست کی جھکو نہ ہے قصا کا خوف
کہ آشنا کو بھی اب تو ہے آشنا کا خوف
بہت بڑا ہے ہمیں ان کی بد و عا کا خوف
نہ ہوتا ان کو اگر پردہ و حسیا کا خوف
کہ دل میں عاشقون کے ہو بہت حنا کا خوف
گیا ہ پست کو کیا شدت ہوا کا خوف

محب نہ کم ہوئی پیری میں ہی محبت زیست
گھٹی جو عمر تو بڑھتا گیا قصا کا خوف

قاف

گردہ شمس و قمر اور یہ خوان ازرق
عقل اُستاد ہے فطرت ہر کتاب بیوقوف
عمر برباد ہوئی جاہل مطلق ہی رہے
اس زمانے میں تو روئی بھی نہیں ملتی ہے
دیکھتے ہیں وہی آنکھوں سے خدا کا جلوہ
خدمت خلق عبادت مری ایمان ہر صدق
قتل مہوش ہوئے اس پردہ زنگار میں
سخت جانی کا لکھے بیوہ کی کیا حال قلم

بانٹے پھرتے ہیں مخلوق کو وزی کر طبق
بڑھتے ہیں مدرسہ دہر میں ہم روز سبقت
اور التا کئے دن رات کتابوں کو ورق
جب تک ایڑی پر ٹپک جائے نہ ماتھر سرورق
رہتے ہیں علم طبیحات میں جو مستغرق
عقل معبود مری منکر پیغمبر برحق
خون ہر چرخ کی گردن پر نہیں رنگ شفق
اس مصیبت پہ تو پتھر کا کلیجہ بھی ہے شق

سننے ہی روز جزا و عوی جس بس نوان
خون سے حامی پردہ کا ہوا چھسہ رفیق
اس زمانے میں سلاست تو ہو مضمون کی جان
کہیں ہو جائیں بلاغ سے دشتِ اوراق
اب تو صوفی ہے وہی صوف جو بیکر برین
ناچے ڈھولک پہ نہان سے کڑی ہر دم ہوتی
مرد کرتے ہیں جو عورت کی حفاظت و نرات

ان سے بڑھ کر ہے محب کون جہان میں حق

کاف

کوزہ گر ہے یہ گردشِ افلاک
اور یہ چرخ ہے کھار کا چاک
منہ کو پھر بار بار دہو لینا
پہلے دلو تو اپنے کو لے پاک
اس چین کو ہے اختلافِ سرنگ
کوئی گلِ شاد کوئی سینیہ چاک
قبر پر ہم سے خاکساروں کی
سشامیانہ ہے گنبدِ افلاک
خود بخود بعد مرگ ملتے ہیں
بادِ مین باد اور خاکِ مین خاک
سب مذاہب کی ہے یہی خات
دل انسان گناہ سے ہو پاک
ایک ہی اصل کے ہیں یہ ب رنگ
مے تہ ہے سرخ اور سبز ہر تاک
ہم اسی بت کو جانتے ہیں خدا
کیون نہ ہو عشق پھر ہمارا پاک
حق بھی لاتے نہیں زبان پر یہ
خلق سے ہو نہیں خدا اسر پاک
بے قصدا کوئی کچھ نہیں کرتا
کوئی جلا دہو کہ ہو ستاک
روز جاتے ہیں خود رقیب کے گھر
آپ تو ہو گئے ہیں اسب پاک
پیتے ہیں یہ آسیا کی طمع
گردشِ مارض گردشِ افلاک
اے گلو! احسن چند روزہ ہے
پھر تو یہ رنگ روپ سب ہو خاک

خاک چھانے بھی عمر بھر یہ فلک
ایک ہی ذات کے ہیں سب صفات
بہیرے بھی وہ آج ڈرتے ہیں
ناقص العقل کون کہتا ہے
مرمٹوں کی نہ ہاتھ آئے گی خاک
نہ کوئی پاک ہو نہ ہے ناپاک
شیرسان جن کی کل بند ہی تھی دھاک
عورتیں مرد سے تو ہیں چالاک
کان چھلنی ہوں جن سے دشمنی ناک
اونچا پا جامہ ہاتھ میں سواک
دینداروں کی اب یہی ہر شناخت

دل میں بھی کوئی ہے محبت دور
گرچہ ظاہر میں ہے محبت تپاک

گاف

ہے زمین ہوتا فلک برزہ و اختر میں آگ
فکر وہ طائر ہے بامِ عرش ہر جگہ کی نشست
دیکھنا مستونہ پینا جانکر آبِ حیات
جل رہا ہے مہر بھی اس شعلہ کے عشق میں
آدمی تو آدمی ہے عشق کی پتھر میں آگ
لگتی ہے جس جانفشون کو بھی بال و پر میں آگ
یہ سے گلہ رنگ ہے جلتی ہوئی ساغر میں آگ
شمس کہتے ہیں جس روہ بھی تو ہے چکر میں آگ
خاک ہو جاتی ہیں جلد لگتی ہے جب گھر میں آگ
ہر کہین و الاں میں چو لہا کہین ہر در میں آگ
سیدن میں دل میں جگر میں ختم تر میں سر میں آگ
سوزش دل سے ہنویں کن اشک ختم تر میں آگ
عشق ملت کی ہر جب تک قلب کو مجھ میں آگ
کیا کہیں معلوم ہوتی ہو نہان پتھر میں آگ
قابلِ افسوس ہے ان پردہ دار و نکاح
کیون نہ دم گھٹ جائے جب تک کو کر اندر ہو دوا
بچ غضب کو جب تک چکاری لگاتی دم میں ہے
ابر میں آتش ہو پہنان برقی ہو اس پر گواہ
کیا دے گا خدمتِ قومی کا یہ جوش و خروش
نگ دل بھی رکھو ہر سیدن میں پہنان و عشق

دل جو پھکتا ہے تو یہ کہتی ہے یو چنچ کر مین جلی جاتی ہوں ہمدرد! لگی ہو گھر مین آگ
 خاک ہوئے پڑ بھی باقی ہے محب کچھ ہوز عشق
 ڈھونڈے اکثر دلی ہوتی ہے خاکستر مین آگ

لام

کون کہتا ہے آشنا ہے دل یہ تو پہلو مین بے وفائے دل
 دوست ہو جاتے مین ترے دشمن اس مین کچھ ترے ہی خطاب ہے دل
 راستی پر اُسی کو کم پایا جس کا کج فہم و کج اداس ہے دل
 سالک منزل حقیقت ہوں بد رتو علم رہنا ہے دل
 تلخی و عطا و پند کا ہے اثر اپنے ناصح سے جو غنا ہو دل
 دل کو مضبوط چاہیے رکھنا ہدف ناکب بلا ہے دل
 نفس سرکش کو تونے زیر کی تجلکوش باش در حبا ہے دل
 صحبت نیک و بد کی ہے تاخیر خلقت اکب بھلا بُرا ہے دل
 ترک صوم و صلوٰۃ سب جائز دل دکھانا نہیں روا ہے دل
 دم مین جاتا ہے فہرش و تاعوش برق نہ پھوڑ کبہر یا ہے دل
 اُن کو کیا ہے حجاب کی حاجت جن کا باعث و حیا ہے دل
 عورتین کیوں دسیر باغ کرین کیا خدا نے نہیں دیا ہے دل
 دل بنیکے ہماری مٹی سے اہل دل کا یہ خاک پا ہے دل
 دولت علم گر نہیں ہے پاس مغلس و بینا گداس ہے دل

فوج ہوتے ہیں حسرت و ارمان اسے فلک کیا یہ کر بلا ہے دل

گر محبت بنیں محب دل میں

وہ تو مٹی ہی سے بنا ہے دل

پوچھتا ہوں میں جب کہ کیا ہے دل دل یہ کہتا ہے خود خدا ہے دل

وہ اُمیدیں کہان کدھر ہے وہ جوش! اب تو مٹی کا ہو گیا ہے دل

دیکھ دل میں تو اپنے عیب و ہنر کس قدر صاف آئینہ ہے دل

کیا وفا کی کوئی اُمید اوس سے واقعی جس کا بے وفا ہے دل

صاف زنگ خودی سے کر کو تو دیکھ دور میں خدا نما ہے دل

حسن صورت کا ہے نظم پر اثر حسن سیرت تو کھینچتا ہے دل

دو نو عالم سماے ہیں اس میں جاوہ قدرت خدا ہے دل

محو نظارہ خدا ہی ہوں ایک جام جہان نما ہو دل

کیون کریں عہد توں کو یہ تسلیم کیا خدا نے انہیں دیسا ہے دل

کعبہ و دیر سے ہے کیا مطلب اپنا مقصود دعا ہے دل

کون دلبر گیا ہے اس رہ سے ہر قدم زیر نقش پا ہے دل

نقید دائم سے فائدہ کیا ہے کیا ہر اک زن کا بے وفا ہو دل

درہ ملت نہیں ہے جس دل میں وہ تو پتھر سے بھی کڑا ہے دل

لاکھوں سر پر بلائیں لاتا ہے ایک آفت ہے بد بلا ہو دل

درد انسان اگر نہیں اس میں

کس مرض کی عیب و دا ہے دل

جسے دیکھا ادسی پر آگیا دل
 سمجھتے تھے اُسے تو با وفا ہم
 منہ کر کیا گزرا نین بات اس کی
 تجھے تو خاک میں ملنا ہے اکدن
 تجھے زاہد مبارک حج کعبہ
 یہی پہلو میں ہے بس ایک دشمن
 تری مرضی پہ ہو سو جان سے رہنی
 نتیجہ تربیت تسلیم کا ہے
 دلون کو کینچنا ہے جذب الفت
 وہ الفت میں کیا رہبر کی حاجت
 بچا کر دل یہاں چلتے ہیں ہشیار
 یہ کار خیر ہیں سب غیر فانی
 زرد جاگیر سے کیا دل کو حاصل
 ہلتی مرگ سے ہے حالت جہنم
 ہماری بیکسی کی ہے یہ حالت

کیسکو دے نہ ہر جائی خدا دل
 مگر نکلا غضب کا بے وفا دل
 گھر ہی بھر کے لئے ہو گا خدا دل
 کوئی دم باغ کی کہا لے ہوا دل
 ہمیں کافی ہے اپنا حق خدا دل
 خدا محفوظ رکھے ہے بلا دل
 خدا تو کر ہمیں ایسا عطا دل
 نہ اچھا ہے نہ ہے کوئی بُرا دل
 یہ مقناطیس ہے یا کہ برباد دل
 یہی رہبر بھی ہے رہنا دل
 کہ ہے ہر قدم پر زیر پا دل
 انہیں میں ہے فقط تیری بقا دل
 بغیر علم تو ہے بیخود دل
 تغیر سے نہیں ہوتا فنا دل
 کہ پہلو میں بھی ہے نا آشنا دل

محب جذبِ محبت کی ہے تاثیر
 جو آیا تمام کے وہ دلسر با دل

میم

کوئی مونس ہے نہ کوئی یاد و غمخوار قوم
مغفلوں سے خاک ہوگی قوم کی حالت دور
ایک بھی تو جان و زر سے قوم پر قربان نہیں
کچھ شیا طین قوم کے چند کو بھی کربان نہیں
لیکچرون میں یہ فعلی کام سب اسکے خلافت
چھوڑ کر تائید حق جب ہو خوشامد سے غرض
قوم کی خدمت کے آگے چیز کیا ہو سلطنت
وہ منظر شاعری وہ نامہذب نادلیل
جاہلون کہ ہوں مناسب اہل ذہن و فہم
عیش و عشرت خود پسندی خود نمائی خود دہری
کاہلی سے مصفل ہوتے ہیں سب جسم و دماغ

قوم کی اصلاح سمجھے کیل بچوں کا محب

ہو ثبات کوہ جس میں وہ اوٹھائے بار قوم

ہسپانیہ میں ہند میں کس جا کبان میں ہم
دولت لگی عروج گیا سلطنت لگی
اہل نفسہ جہان کی کرتے ہیں پھر کے سیر
دنیا کے مال و جاہ کو بھین نہ کیوں یہ بیچ
تازان میں باپ دادا کی جرات پر بزدلے
اہل سخن کی بزم میں کیا خاک قدر ہو

سب کی نظر میں خوار ہیں یا رب جہان میں ہم
غرت ہے یہ کہ مالک کون و مکان میں ہم
کیڑوں کی طرح کو نون میں کیسے نہان میں ہم
دل میں ہیں خوش کہ مالک حور و جہان میں ہم
سمجھے ہیں یہ کہ ماہر تیغ و سنان میں ہم
اہل قلم میں اور نہ اہل زبان میں ہم

سے
یہ اقوام
خادم

عکسِ مین اہل علم کی آئین تو لڑا مرین
عاشقِ مزاج شایقِ ہر داستانِ مین ہم
کیونکر دھن د عشق کے افسانے ہم پڑین
ہر مسئلہ میں بیل شیراز کی سند
افلاسِ جبل اور تعصب نے جان لی
ہم سہا ہے کوئی اور زمینِ آسمان میں
یہ سب خدا ویت تو ہمیں نے بنائے ہیں
کیا نیک و بد عمل سے بدلتی ہیں صورتیں
صفت کے خفقا کا ہے ہر مرد و زن حکم
پیدا نہیں حکومتِ ملکی اگر گنی

نہانِ مجید
مختصرِ مہم

دنیا یہ پھینکتی ہے عفت ہم سخنِ محب
کچھ اور چند روز کے اس سہا مہمانِ مین ہم

نہان

سے شکایت یہ زمانے کا ستم اٹھتا نہیں
صبر کی قوت بڑا جو ہے علاجِ ہر ملا
خدمتِ نوازیں سے روکا ہوا کیوں اہل وطن
ہر قدم پر ہے فنا ہر کام پر ہستی بھی ہے
یکم در چند دن میں دیکر قوم کو منون کر

جانبِ علم و عمل لیکن قدم اٹھتا نہیں
مال و جاہ و زور زر سے کوہِ غم اٹھتا نہیں
جو شجہ قوم دل میں دمبدم اٹھتا نہیں
پاؤں کیوں پھر جانبِ راد عدم اٹھتا نہیں
دل پر جب بیٹھا تو پھر نقشِ درم اٹھتا نہیں

ہے گوارا اپنی محنت سے اُٹھائیں ہم پہاڑ
 سر کے بل جاتا ہوں بت خانے کو شوق دین
 پاؤں میں بیڑی تعصب کی ہر سریرِ بارِ جہل
 اے فلک یہ بیوگی یہ حبس یہ فاقہ کشی
 عشق کے دفتر کے دفترِ رات دن لکھتے ہیں آہ
 کثرتِ ازدواج نے ڈھائی تمدن کی بنا
 کیا اٹھانے سے اُٹھیں اب ہم کہیں وہ ناٹا
 عشق میں کوہِ گران کا بھی اٹھانا سہل ہے
 رحمِ مادر سے لڈیک اب دوانہ ساتھ ہو
 بے فنونِ جنگ یہ سب علم و دولت یہ سچ ہیں
 اس عروجِ چند روزہ پر عبث ہے یہ غرور
 وادی پر خارِ مذہب میں تو سرگردان ہیں
 پر وہ نسوان کے اُٹھ جانے کا ہو کویقین

سہل سمجھے تھے بہت عشق و محبت کو محب
 آپ سے معشوق کا جو رستم اُٹھتا نہیں
 ہماری ارز و دین بھی ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں
 مگر بعدِ فنا دیکھو تو یہ سب گھل کے ٹکڑے ہیں +
 فلک پر قوتِ تعلیم نے عالم کو پہنچایا +
 پڑے غارِ مذلت میں سرِ جاہل کے ٹکڑے ہیں

مکافاتِ عمل دیکھو ہمیں ٹکڑے تو کر ڈالا *
 پشیمانی سے لیکن خود دل متاقل کے ٹکڑے ہیں
 مثالِ مایہ بے آب تر پے کیوں نہ یہ بیوہ *
 شمار ان کا نہیں اتنے دل بسمل کے ٹکڑے ہیں
 بجھے اسے سنگِ دل ان سخت جانوں پر نہ رحم آیا
 ترے یہ دل جگرِ فولاد کے یا سِل کے ٹکڑے ہیں
 چھپائے سے کہیں چھپتا ہے خونِ کشتگانِ قاتل *
 گلِ صد برگِ شاخون پر کسی کے دل کے ٹکڑے ہیں
 ذرا سی ٹھیس سے یہہ شیشہٴ دل چور ہوتا ہے *
 مگر جڑتے نہیں پھر چڑانے سے دل کے ٹکڑے ہیں
 ہوئی تشریح بعد از مرگ سے معلوم یہ حالت
 کہ اک مجروحِ سینہ میں ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں
 نہ توڑاے سنگِ دل گلچینِ گلِ صد برگِ سختی سے
 ارے بے رحم یہ غنچے کے نازکِ دل کے ٹکڑے ہیں
 کیا یلی نے پردہ چاکِ شوق دید مجنون میں *
 پڑے دشتِ جنون میں پردہٴ محمل کے ٹکڑے ہیں
 کرے گا چاروگر کیا اب علاجِ بیوگانِ ہنسہ
 جگر کے سینہ کے جانِ حزمین کے دل کے ٹکڑے ہیں
 کہیں کیا شمسہ درو قوم کبھ کہنے نہیں دیتا

کلیجہ منہ کو آتا ہے ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں
پسینہ خون ہوتا ہے محب جب شعر ڈھلتے ہیں
نہیں اشرار یہ کاغذ پر اپنے دل کے ٹکڑے ہیں

جو انان دکن یوں پڑے کے لندن کو نکلتی ہیں
مضامین نور کے کہا ذہن روشن سے نکلتی ہیں
نہ چھپتے ہیں نہ باہر صاف چلن سے نکلتے ہیں
کھینکتے تہ بہت اسے باغبان ہم تیری نظر دینے
نکلتی ہیں خواتین حرم جب اوڑھ کر برقعے
کلام نرم قلب سخت کو بھی موم کرتا ہے
چھوڑا یا موت نے اس زندگی کے سب کچھ بڑبڑو
کریں پردہ نہ کیوں وہ اس کو شوق دید بڑھتا ہے
نکلتی ہی نہیں شام و سحر یہ عورتیں باہر
ہزاروں گلبدن اسے دشت غربت نکلیں بلکہ
یہ فن شاعری ہے وہ قوی آلہ ترقی کا
فرشتے موت کے اسطرح لیجاتے ہیں روح کو
جہنم میں بلبلین پہنچتی ہیں جب رنگین غلریا
ہلکا دھیمکا سارا جہنم ان پہلوں کی خوشبو سے
نکلتی ہو دل پیوہ سے آہ آتشین ہر دم
جگر بھٹتا ہے ان پردہ نشینوں کی مصیبت

کہ جیسے گوہر نایاب معدن سے نکلتی ہیں
پریر دیان سنی دل کی چلن سے نکلتے ہیں
نگہ کے تیر ہر دم چشم پرفں سے نکلتے ہیں
برنگ پوئے گل لے آج گلشن سے نکلتے ہیں
یقین ہوتا ہے مردے اپنی دفن سے نکلتی ہیں
زبان کے کام کب شمشیر آہن سے نکلتی ہیں
خدا کا شکر ہے ہم آج الجہن سے نکلتی ہیں
اداناز کے سب کام چلن سے نکلتے ہیں
وحوش و طیر بھی اس وقت مسکن سے نکلتی ہیں
برنگ لالہ و گل تیرے واسن سے نکلتے ہیں
نہ نکلیں تیغ سے وہ کام اس فن سے نکلتی ہیں
لے پہو لونگو گلچین جیسے گلشن سے نکلتی ہیں
گل تحسین زبان گنگ سوسن سے نکلتی ہیں
گل مصنوع رنگین آج خرمن سے نکلتی ہیں
شرارے آگ کے حبیط گلشن سے نکلتی ہیں
نفس میں بند ہو کر جب یہ مسکن سے نکلتے ہیں

بچایا نفس کی گھاتوں سے تیرا شکر جو یارب
بغیر تربیتِ پھر ہرین یہ ب جو ہر ذوقِ
خران آئی چین لوٹا گیا خار و ن کی بن آئی
غلامی نفس کی جوڑی تو آزادی ہوئی حاصل

محب کب بندہ زردام رہزن سے نکلتا ہے

لہو کا جام ہے یہ ساغرِ شراب نہیں +
جلا دیا ہے کلیجے کو آتش تر نے
شرابِ خوار میں مبنون میں ہے کوی فرق
اسی سے جابر کے باہر ہوئی ہے بنتِ غم
مضرتوں کے سوا جس میں کوئی لُغْبِ نہ ہو
نہیں ہے لال پر ہی شیشہ میں یہ ڈالین ہو
نہ بی شراب کہ جلبا کے گا داغ و جبگ
جگر کو کاٹتی ہے دل کو خون کرتی ہے

پینے کا تہ سے حوروں کے بھی نہ حسابِ طور

حرامِ خلد میں گرچہ محبِ شراب نہیں

ہمارے دین میں پردہ نہیں حجاب نہیں
یہ خواہشیں یہ انگلیں یہ دلوں یہ جوش
کیسے حسرت و ارمان و ولولہ کا ہے جوش
جو دیکھا چشمِ بصیرت سے یہ ہوا معلوم

ترقیوں کا یہاں کوئی سد باب نہیں
سرور بادۂ احمر ہے یہ شباب نہیں
یہ سطحِ آب پر اسنے ہوئے حجاب نہیں
بہین بڑے بہان میں کوئی خراب نہیں

رضا و صبر پر ہر دم جو ہے نظر میری
 کسی بلا میں مجھے کوئی اضطراب نہیں
 گیا ہے تباہ فلک و دود آہ بیوہ ہند
 یہ اسکے دل کے بخارات ہیں کجا بنیں
 امید و بیم کا میدان ہے عرصہ ہستی
 سُرُاب اتنی ہیں اس میں کہ کچھ حساب نہیں
 ہوا بھری تھی دماغوں میں جتنے غمت کی
 یہ اُن کے کاسے سرہن کوئی حجاب نہیں

نگاہِ حاسد بد بین میں ہو خراب محب

تری غزل کا تو اس رنگ میں جواب نہیں

علم کا اس سرزمین میں قدر دان ملتا نہیں
 عالموں کا تو یہاں نام و نشان ملتا نہیں
 دھرم تھی جسکے متول کی جہان میں ہر طرف
 وہ ہمارا اکاں زر ہند وستان ملتا نہیں
 مفلسی کی بھی نہیں کرتے شکایت اہل ہند
 سچ تو یہ ہے کوئی ان سب بے زبان ملتا نہیں
 فہم جو جن کو وہ اہل کار کی کرتے ہیں قدر
 نا سمجہ حاکم کو کوئی کاروان ملت نہیں
 ہر جگہ یورپ میں ہے ہمدردی انسان کی کم
 ہند میں لیکن کہیں اس کا نشان ملتا نہیں
 جسکو دیکھو وہ مثالِ آسیا چکر میں ہے
 چین و م بھر ہی بڑی آسمان ملتا نہیں
 چشمِ بینا کے لئے عالم ہر سارا درس گاہ
 علم ہو تو دل ہے اپنا رشکِ صداغِ بہشت
 کام کو اتنا تو سیکھ کام خود ڈھونڈتے نہیں
 کام کو اتنا تو سیکھ کام خود ڈھونڈتے نہیں
 دور سے معلوم ہوتے ہیں بہم ارضِ ہما
 بات جو ہوتی ہے دل میں اب پر آتی ہر مغز
 آتشِ مطلب کو نرزدت میں تو لاکھوں ہیں محب
 کون کہتا ہے خدا کار از دان ملت نہیں
 ایک ہی آفت میں یا مہربان ملت نہیں

ہزاروں عورتیں ہیں اشکبار پردہ مین
 بدن ہے سو کہہ کے کاٹا گل عذاب میں زرد
 نہ چوٹیں بعد فنا بھی یہ دامن جس سے آد
 چمن میں آئین تو کج قفس نصیب ہوا
 کوئی ہے زرد کوئی مضحکہ کوئی میسار
 اٹھاتے پھرتے ہیں ذرات لطف نیت میڈ
 جُسی ہے جسکی طبیعت وہ مانتی کب ہے
 بدلتی جبر سے ہے کوئی خوئے بہ بھی کہیں
 دکھائیں اپنا کسے حال زار پردہ مین
 یہ گلبدن ہوئے اتوس خار پردہ مین
 بنائے جاتے ہیں ان کے حزار پردہ مین
 نہ دیکھی باغ جہان کی بہار پردہ مین
 یہ عورتوں کا ہوا حال زار پردہ مین
 گذرتے ہیں انہیں میں دنار پردہ مین
 نہ باز آئے گی رکھو ہزار پردہ مین
 ہزاروں کہیں رہی ہیں شکار پردہ مین

محب خنوش کہ ابھی نہیں ہے پردہ درسی

چھپے ہیں عیب ہمارے ہزار پردہ مین

مین محب کافرو دیندار ہوں
 مر قہ میرا ہے شاہوں سے بلند
 صلح کل ہوں اور سب کا یار ہوں
 ہے زمین شعر پر قبضہ مرا
 ملک و ملت کا میں خدمت گار ہوں
 فائدہ مشکین ہے میرا ذو الفقار
 آسمان نشتر کا سردار ہوں
 نعمت دنیا کی ہے کسکو ہوس
 بعد مرنے کے ہوئی عزت تو کیا
 میں غلام حیدر کرتار ہوں
 جس سے کس طرح چوٹیں عورتیں
 میں تو اپنی قوم کا غمخوار ہوں
 چاہتا ہوں بند رکھوں میں زبان
 قوم کی نظر دن میں اب تو خوار ہوں
 ہے یہی غم جس سے میں بیار ہوں
 لاگھ چو کا یا نہ چو نکلی با سے قوم
 دل پہ قابو ہی نہیں ناچار ہوں
 اس کی غفلت سے بہت بیزار ہوں

صنعتِ پیری نے کیا ہے کیا تحف
نا تو انون کی نظر کا تار ہوں
ہے لب بامِ آفتابِ زندگی
کوئی دم میں مینِ نظر کے پار ہوں
ہوں نگاہِ مردمِ بینا میں گل
چشمِ بد بین کی نظر میں خار ہوں
کافروں میں نظر آتے ہیں ایک
بادِ وحدت کے مینِ سرشار ہوں
کیسے خلق کیا کافی نہیں
کیون عبث میں طالبِ دنیا ہوں

یار کے گھر کون جاے بار بار

کیون محب احباب پر مین بار ہوں

پاتے ہیں اہل علم جو لے کتاب میں
میں خوار کو نصیب کہاں وہ شراب میں
سب سے نہ فائدہ کوئی شرابِ شراب میں
مار سے کا زہر ہے اس تیز آب میں
جل کر کباب کیون نہ ہو میں خوار کا جگر
دورِ رخ کی آگ ہے قدحِ آفتاب میں
پیری میں علم و فن کی ہوئی ہے ہمیں ہوس
انوسِ نینال نہ آیا شباب میں
عورت کو زہرِ مرد کو امرت ہے کیون یہ علم
فرمانِ اہل ملک کچھ اس کے جواب میں
لکھے گا اور کاتبِ اعمال کیسا گناہ
تل بھر تو اب جگہ نہیں فردِ حساب میں
ہے زندگی خیال تو دنیا بھی ہے سُراب
خواب میں عجیب دیکھ رہا ہوں میں خواب میں
غم کی گھٹائیں اس دکھائی ہیں یوں جھلک
جیسے کہ برق کو نہ رہی ہو سحاب میں
اللہ سے اس پر عمر تری تیز گامیان
پہنچا عدم میں پاؤں جو رکھا رکاب میں
ارمان گئے امید گئی آرزو گئی
اب کیا رہا ہے اس دلِ خانہ خراب میں
وہ شیر ہے جو خوف میں ثابت قدم ہے
رہتے نہیں جو اس بجا اضطراب میں
ان عورتوں کے حال پہ رہتا ہوں رات دن
دریا سا گیا مری چشم پر آب میں

کسکی مجال چو کوئی شفا کی ہو اے کریم
پنجان ہزار لطف ہیں تیرے عتاب میں
ساتی پلا دے پھر قدح آبِ آتشین
خامی ابھی ہے اور جگر کے کباب میں
جن کے دلون میں نہ ہر حسد ہے بھرا ہوا
رہتے ہیں مثل مارو ہی پیچ و تاب میں
پیری میں کیا شبابِ محب ہلکو یاد آئے

دیکھا تھا ایک خواب پریشان سا خواب میں

وہ بے غرض ہیں کہ دنیا پر ہم تفویض کریں
خدا سے بھی کبھی جنت کی آرزو نہ کریں
جو آئینِ عقل میں باتیں بیان کریں واعظ
صفاتِ حور و جنان میں مگر غلو نہ کریں
وہ کرم خوردہ ہیں افسوس اس چمن کے شجر
جو تربیت بھی ہو ان کی تو یہ نمونہ کریں
ہم ایک مستِ خراباتِ رند مشرب ہیں
ہمارے حال کی زہاد جستجو نہ کریں
یہ کہہ و محفلِ رندان میں ہم ہی آتے ہیں
خدا کے واسطے خالی ابھی سب نہ کریں
جو منہ پر کہنے سے مٹتے ہیں ساری بیج و کلا
تو کیوں شکایتِ احباب دو بہ و نہ کریں
ہماری باتوں پر کچھ غور تو کریں کتا
بنیغِ علم و ہنسِ آدمی کی کیا وقعت
عز و رخصت پر اپنے یہ غور و نہ کریں
بڑا جو کہتے ہیں جھک کر کہیں اجازت ہے
مگر وہ گالیان دینے کی اپنی خونہ کریں
مرے کلام کی ذی فہم داد دیتے ہیں
حسد سے گو مری تحسین مرے عدو نہ کریں
خدا کرے تجھے کوثر مبارک اے زاہد
خدا کے مست تو اس سے کبھی وضو نہ کریں
ہماری قدر کرینگے سنخورانِ جہان
خدا کرے تجھے کوثر مبارک اے زاہد
جو آئینِ مجلسِ رندان میں حضرتِ ناصح
بلا سے اہلِ دولِ عزتِ آبرو نہ کریں
اٹھا سکیں گے نہ ہم مارِ منتِ احباب
فضولِ بحث کوئی نہ گفتگو نہ کریں
ہمارے چاکِ جگر کو محبِ رفو نہ کریں

دکھایا جو تو نے وہ ہم دیکھتے ہیں
 مگر اپنے عیدوں کو کم دیکھتے ہیں
 ہم اس راہ میں پیچ و خم دیکھتے ہیں
 زمین ہی سے لوح و قلم دیکھتے ہیں
 کہاں جم کہاں جام جم دیکھتے ہیں
 وہ اب اپنی آنکھوں سے ہم دیکھتے ہیں
 جہالت خدا کی قسم دیکھتے ہیں
 نہ پہلے سے جاہ و حشم دیکھتے ہیں
 مگر علم و تہذیب کم دیکھتے ہیں
 ہم اُن کے نشانِ قدم دیکھتے ہیں
 وہ دنیا کے سب برویم دیکھتے ہیں
 وہ ہستی میں خوابِ عدم دیکھتے ہیں
 اُنہیں کو یہاں محترم دیکھتے ہیں
 وہی دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہیں
 وہی مفلسی کے ستم دیکھتے ہیں
 ہم اب سوئے سیفِ قلم دیکھتے ہیں
 ہمارا دھڑا رقص دیکھتے ہیں

زمانے کے جور و ستم دیکھتے ہیں
 بہت داغ و خون کے ہم دیکھتے ہیں
 یہ تقلیدِ حیا سے بھولیں گے رستے
 عیثِ جائیں کیوں اہلِ باطن فلکِ پر
 سہون نشہ جاہ میں مستِ منعم
 سستی تھی جو اسلام کی پستِ حالت
 کہیں جس نواں کہیں جو شِ نہرب
 نہ اگلی سی دولست سے رہندوستان میں
 جہان دیکھئے بین جہالت کی باتیں
 جو چہنچے ہیں اعلیٰ مراتب پر انسان
 جو سمجھے ہیں انجامِ سیر و سیاحت
 جو تارکِ بین دنیا کے جور و خون کی خاطر
 کسی علم و فن میں جو ہوتے ہیں کامل
 جو کرتے اُنہیں اپنے بازو سے محنت
 ٹٹاتے ہیں جو وقت کی مفتِ دولت
 سرکِ جائیں اعدائے تسلیمِ نواں
 جنہیں ذوق ہے اس نئی شاعری کا

محب دیکھیں کیوں آئینہ میں بصورت

اسے دل میں ہم دمِ بدم دیکھتے ہیں

گر عورتوں میں جو ہر ذاتی وفا کے ہیں
اسے زاہد و یہ رند ہیں ہمدرد قوم و ملک
پامال عورتوں کو کیا ذبح اسے فلک
کہتے ہیں اس کو بخش تو سمجھے ہیں اسکو سعد
بچوں کی تربیت سے ہو سب برباغ قوم
محبوس تا بہ زینت گھروں میں ہیں عورتیں
لایق ترقیوں کے تو ہیں مفسدانِ قوم
جہل و تعصب و حسد و بغض کے مریض
آزادی نساکا تو کھلا ہے منہ سے حرف
پیری میں بھی جنہیں ہے جوانی کا جوش عشق
زاہد ترے ریاض کا اک بارغ ہے صلہ
عالم کی سیر کرتے ہیں خلعت میں بیٹھ کر
اوند ہار ہے گاتیرا بھی یہ کاسہ مراد
تبغ و دلیل سے کہیں کٹتے ہیں بندہ رسم
انسان علم ہی سے پہنچتا ہے تابِ عرض
کیونکر نہ آئے جوش میں رحمت تری کریم
بغض و حسد میں کہو یہ حاصل ہو اکمال
خود اڑ کے رزق آتا ہے ملتی انہیں اہل
کیا بھیہ ہے جوشِ دہن اس غم کہ دین گل

پھر اپنے کیوں لگان ہیں مکروہ غا کے ہیں
مقبول حق ہیں خاص یہ بندِ خدا کے ہیں
انداز یہ نئے ترے جو رجھا کے ہیں
کیا مستند خواص یہ ہوم و ہما کے ہیں
اس پود کے یہ دن ہی تو نشو و نما کو ہیں
اچھے اصول ہند میں شرم و حیا کے ہیں
یہ خادمانِ ملک ہی قابلِ سزا کے ہیں
لایق علاج کے ہیں نہ قابلِ دوا کے ہیں
قائل ہم آپ اپنے قصور و خطا کے ہیں
بگڑے ہوئے امیر وہی ابتدا کے ہیں
ہم نہ تو نثرین یہ خلیفے خدا کے ہیں
جلوے ہمدردی ہی ہیں ارض و سما کی ہیں
اسے آسمان اثر یہ مری بدعا کے ہیں
حلقے یہ اعتقاد کے پھندے ہلا کے ہیں
اس راہ میں نشان کی نقشِ پا کے ہیں
ان عورتوں پہ ظلم بھی تو انتہا کے ہیں
دشمن جو دست کے تو عداوتِ آشنا کے ہیں
چلے ہیں رزق کے تو بہا لئے قضا کو ہیں
دم بھر کے بعد گر چہ والے فنا کے ہیں

مرغ ہوا ناک کی طرح پیسرتے ہیں رخ اہل جہان بھی دیکھنے والے ہوا کہ ہیں
ہم باندہ ہوتے ہیں شعر میں کچھ درد دل محب
زگینیان ہیں اس میں نہ مضمون حنا کے ہیں

رہے ہم تو شمار خاک پائے ملین برہون
نہ دین گے ہند میں گرزور اب تعلیم نہ ان پر
نہوں کیوں سوکھ کر کاٹنا یہ گل اس جس نام کو
زنان ہند کو شرم و حیا نے کو رہی رکھا
تپتی اور اس سے کیوں نہ دین پھر جان گھٹ گھر
کہان کا بانگ کیسی مجلسین کیسے کلاب لک
ذرا سی عمر وہ بھی صرف سنگ نشست کر تو ہیں
بنایا ہے ہند ب و خشیوں کو علم سے ہسنے
دکن کی بھی نہ کی کچھ سیر ہنہ سے آکر
عبث اس نوجوانی پر ہے ناز ان گل عذار و نکو
ملایا خاک میں ان عورتوں کو رسم پردہ نے
نہ ہوں خاک سید کیوں بیوگان ہند جو جگر
میں ہوں خادم اسی پیسیر برحق کی امت کا
پہنچ جائینگے ہم بھی منزل مقصد پہ گر پڑ کر
ہمیں برباد کرتے ہیں کرین لیکن یہ سن کہیں
مثال بد رہوتے ہیں وہی کال زمانے میں

بچتے ہی رہے کا فرہین یہ اہل دین برہون
رہے گی مرکز ثقل جہالت یہ زمین برسوں
نکلنے ہی نہیں پائے گھر و شو نازنین برہون
رہی گھر گھٹ میں بھی بچی نگاہ ترنگین برہون
رہیں جب بند زندانوں میں یہ پردہ نشین برہون
نکھر ہی نہیں گھر کو کہیں ۶ ملت گرین برہون
مکان رہتا ہر صدیوں اور رہتو ہیں کین برہونا
رہا ہے ملک یورپ اپنے ہی زیر نگین برہون
جہان آئے مثال نقش پا بیٹھو ہیں برسوں
رہا کرتا ہے حن چند روزہ بھی کہیں برسوں
ہماری بات کا تکیہ نہ آئے گا یقین برسوں
کہ نکلی ہے دل سوزان کو آہ آتشین برسوں
رہے ہیں جگر خادم حضرت روح الامین برہون
رہ الفت میں کسے بڑو کرین کہا میں نہیں برسوں
بہت پچتا مینگے اپز کے سوا اہل کین برسوں
در علم و عمل پر جو گرہ تھے ہیں جبین برسوں

ہوا اک بال بھی بیک نہ تجھ سے اور فلک میرا
جسے ہر پائنداری وہی حسنِ خلق و علم و فضل
رہا کیا گردشِ قسمت کی سرے پاؤں میں چکر
ہمارا دل بھی بے تعلیم خارستان نہ ہو کیونکر
چڑھتا ہی رہا گو قتل پر تو آستینِ برون
کہاں رہتا ہے قلمِ مثل گل رنگِ حسینِ برون
مثالِ نقشِ پا بیٹھا نہ میں دم بھر کہیں برون
کہ خارا گئے ہیں جب رستی ہر افتادہ زمین برون
محبت اس زندگی میں کچھ تو ایسا کام کر چہر
زبانِ خلق سے نکلے صدائے آفرینِ برون

رُجِ راحت میں جو بہنِ مرد و بکی یادِ عورتیں
گھر کی زینت کے لئے کافی ہو دانا کیکن
آسمانِ تعلیم سے ہر آج یورپ کی زمین
واہ کیا انصاف ہے اسے قوم تیرا واہ واہ
پر وہ نسوان کو کافی ہے یہی اک حکمِ رب
جسِ وایم سے رہائی کا جو آجاتا ہے ذکر
بڑھتی ہی جاتی ہے پردے میں سَلِّ دقِ رائد
اس تعدی کا مزا اُسوقت چکینے رجاں
شرم کر قابل ہے تیری قوم ایسی زندگی
رومیوں سے حضرتِ اسماءِ جنود کی نہر
چاندنی نورِ جہان دونوں کی جرات یاد ہو
آجکل گو بزدلی میں عورتیں ہیں بے نظیر
کچھ اکیلی چاندنی ہی تھی مذاکبر سے لڑی

یہ قصیدہ محبتِ عورتوں پر ہے
جس میں تمام خوبیوں کا بیان ہے
اور عورتوں کی شان و شوکت کا
مکمل بیان ہے

کیون رہیں محبوس پھر یہ گھر کے اندر عورتیں
فائدہ کیا سیکڑوں نادان ہوں گے عورتیں
مرد تو شمس و قمر ہیں اور اختصار عورتیں
مرد تو بال بال و پر ہوں اور بے پر عورتیں
اگر دالین وہ چادرین نکلیں جو باہر عورتیں
یاس سے تکتی ہیں مُنہ بادیدہ تر عورتیں
اس مرضِ مہلک سے کیا ہوتی ہیں جانبر عورتیں
اینگی فریاد کو جب روزِ محشر عورتیں
مرد باہر خوش رہیں اندر کدہ عورتیں
قطعہ یہ بتاتی ہے کہ ہیں مردوں کی مہر عورتیں
آپ خود لڑائی تھیں فوجوں کی اکثر عورتیں
تھیں مسلمانوں کی لیکن شیرِ صفدر عورتیں
کس زمانہ میں نہ تھیں فوجوں کی افسر عورتیں

عورتوں کے پیٹ سے پڑا ہو کر سارے دینی
جو ہر تعلیم سے گمراہ ہیں پورپ کی نسا
عورتوں کو بے ہنر دکھنا ہی کیا ہی شرمناک
حافظ عورت کا مردوں سے سر ہلک نہیں
خلد میں جو گانہ یہ منحوس پر وہ بالیقین
خوف کیا ان کے نشانہ کا بعد از کماست
لیڈیوں کے سامنے اب گروہیں شہر بھی
ہے نہ اسلمین ہند کا کیا حال زار
عورتیں تو پورپ کی ہیں سب صاحب غم و ہنر
اس قدر اپنی اطاعت کا ہر مردوں کو خیال
کیا ہوا گذرین ہون اب ہلک پتھر عورتیں
ہند کی لیکن جہالت سے میں چہر عورتیں
بہر شوہر ہنگامی پھرتی ہیں در عورتیں
یاد کرتی ہیں کلام اللہ از بر عورتیں
دست حیدر سے ہنگامی جام کو فر عورتیں
جیتے ہی جی دفن ہیں چو گھر کے اندر عورتیں
دشت و صحرا کا لگائی ہیں یہ چکر عورتیں
خوف سے مر جائیں گرجائیں یہ باہر عورتیں
ہند میں ہیں بے ہنر انوس گھر عورتیں
چاہتے ہیں دم نہارین زیر خنجر عورتیں

یہی لکھی گئی تھی
درون شرف

جب خدا ترجیح دے پہلی کو بیٹے پر محب

کیون نہ ہوں مردوں سے پھر بالا در عورتیں

قوم میں اب عدل و رحم و دوستی کی نہیں
ہو کہیں طاعون دہیضہ ہو کہیں قحط و جدال
تشنہ کا مون کی بجائی موت ہی لے آ کر کیا
ہے زمین جو جگ اسپر آسمان بھی جو محیط
ہا اگر ہوتے تو جانا عرش سے بھی یہ پرے
آسمان تک آفتاب علم کی ہے روشنی
زمین سے لے کر دیا ہو چکے روزوں کو گھر
یار سب اپنی غرض کے ہیں کوئی یاد نہیں
کس جگہ ہندوستان میں اب پچھلے شہر میں
آب شیشہ و باسہ آب باران گزشتہ
کس طرح نکلیں گے اس زندان میں کوئی دشمن
پر غنیمت ہے بشر کے کوئی مال دہ نہیں
کیا زمین پر اسے فلک مہر و دامن نہیں
ہند یوں کی طرح وہ اب جہل کے پتھر نہیں

ہم گنگارون پہ اسے واعظ ہو کیون اتنا عجب کیا وہ خلّاق جہاں خلّاق خیرِ بشر نہیں

اس اندھیرے میں چراغِ علم لیکر چل محب

غول رہزن ہیں بہت لیکن کوئی رہبر نہیں

ہم اپنے ہاتھ سے خود آپ خوار ہوتے ہیں گلے فلک کے مگر بار بار ہوتے ہیں

یہاں کی شادی و غم میں کوئی بھی نسبت ہے خوشی ہو ایک تو صدمہ ہزار ہوتے ہیں

شبِ فراق میں یہ ٹوٹتے نہیں تارے ہماری آہ میں پیدا شرار ہوتے ہیں

می طہورہ - واعظ! وہ دستِ حورہ جام تری بہشت میں بھی بادہ خوار ہوتے ہیں

مذہبے اوڑھتے ہیں ہر عہد میں زمانہ نشانی جو حق کہیں دُسر اوار دار ہوتے ہیں

جو سر کرنا تو کیا یہ فخر کم ہے قوم! کہ جانشانِ دون میں تیرے شمار ہوتے ہیں

سائے سے نہیں ملتے ہیں خیر کے آثار قطعہ یہ قصرِ شل فلک پادار ہوتے ہیں

آب و گل سے بنا تہمینِ خام طبعِ برکان وہ چند روز کے قصر و حصار ہوتے ہیں

حسبِ نسبِ نذر و وقت میں پڑنے لگے بھی تو کیا نہیں جو علم تو نظرون میں خوار ہوتے ہیں

شجرِ لہا ہوا دیتا نہیں کسی کو جو پھل تو شاخیں ٹوٹتی ہیں پھل بھی بار ہوتے ہیں

جو زہر پہ ٹوٹ کے گرتے ہیں مثلِ مرغِ حیل وہ آپ دامِ اجل کے شکار ہوتے ہیں

خوشی میں دانے سے چوٹے ٹکڑے مصیبتیں پہاڑ بھی یہی اسیل و نہار ہوتے ہیں

عروج بعد فنا ہے یہ خاکسار و ن کو کہ آسمان پہ بگوئے مزار ہوتے ہیں

خوشی کے ساتھ ہم آغوشِ غم نہ ہو کیون کر

محبِ گلون ہی کے پہلو میں خار ہوتے ہیں

کثرتِ عصیان ہو لی جب عادی میں قبرِ حق پیدا ہوا پھر بادِ مین

فائدہ تھا کچھ نہ تو اس ایجاد میں
 سکھ نہیں اس حنائی برباد میں
 کوئی قوت ہی نہیں جب کہا دین
 ایک سر حاضر ہے امداد میں
 خوش غیرت ہے مگر آزاد میں
 ہے بہت مان کا اثر اولاد میں
 جس طرح ہے ایک سب اعداد میں
 ہے وہی اک نوجب اصناد میں
 حرص جنت بڑھائی زحمت میں
 پھل کہیں لگتے ہی ہیں شمشاد میں
 پایا کعبہ کو چپہ الحاد میں
 وہ تو ہیں انسان کے افراد میں
 ہے جو ہم میں ہے وہی ہمزاد میں
 کچھ بھی ہوتا صبر گرفتار میں
 ضعف اتنا ہے ہماری یاد میں

خلقت آدم نہ تھا چون کا کھیل
 انقلاب دہر سے ثابت ہوا
 اس زمین میں بوئیں کیا تخم خیال
 زہ نہیں جس سے ہوں توان کی مدد
 غوث ذات لوندیوں میں ہے کہان
 شاخ منغل میں کہیں لگتے ہیں سیب
 اس طرح ہر چیز کی وہ اصل ہے
 دست بھین کس کو دشمن کس کو ہم
 کیا گھنٹی اس زہد سے طمع حریص
 کون رکھے اس سہی قد سے امید
 جب ہوئے گمراہ تب رستہ ملا
 کیوں نہ سیکھیں عورتیں علم و ہنر
 روح و جسم مرد و زن دونوں میں ایک
 سنگ کی رگ لگ سو بہتا جوئے شیر
 آتے ہی ہو لے عدم کی منزلین

درد دل سنا نہیں کوئی محب

کیا اثر ہے تری اس فریاد میں

ہیں کب اہل مغرب آجکل انسان سمجھتے ہیں
 مگر ہم تو تری قدرت کے یہ آسان سمجھتے ہیں

بلاتعلیم کے انسان کو حیوان سمجھتے ہیں
 اگرچہ قوم مردہ ہو نہیں سکتی ہے پھر زندہ

جو کہتے ہیں نہ ایمان نہ کفر نہ مسلمان نہ بیکر نہ گز
نہ بچہ کیا جو پوچھیں پتھروں کو دیہ دکھدین
چھپائے تھوہین میں بیچ خود باہر نکلتا ہے
نہیں سیل فنا چیز نئی ہی کو گنبد دہار پانی کی
جلا ہی دیگی اکدن یہ زمین دامن سارے
پہنکر جیتہ دستار جو دنیا کا تار ہے

حال اس امر سخن کو دی نادان سمجھتے ہیں
نئی آدم کی غمخواری کو ہم ایمان سمجھتے ہیں
وہ خود ہوتا ہے ظاہر جسکو ہم پہنان سمجھتے ہیں
بہت مخلوق اک قطرے ہی کو طوفان سمجھتے ہیں
ہم آہ بیوگان کو آتش سوزان سمجھتے ہیں
اسی مکار زادہ کو تو ہم شیطان سمجھتے ہیں

محب کے دل کو پوچھے کوئی فطری خامی کیا ہو
وہی مشکل ہے جبکہ لوگ سب آسان سمجھتے ہیں

مسلمان عورتوں کے جس کو پردا سمجھتے ہیں
چھپائیں عورتیں زینت یہی قرآن میں آیا ہو
یہ سب کچھ ہم پر قید کو اچھا سمجھتے ہیں
یہ سب کچھ مسئلہ کو بھی گراں سمجھتے ہیں
مگر غرض نظر کے خوب یہ معنی سمجھتے ہیں
مگر ان کو بھی یہ پوشیدہ فیاض سمجھتے ہیں
مگر اس جس کو ممنوع سب دانا سمجھتے ہیں
خدا جانے کہ حکم شرع کو یہ کیا سمجھتے ہیں
خدا کے گھر میں آئین وہ یہ نازیبا سمجھتے ہیں
مگر اقوام وحشی ان کو کفش پا سمجھتے ہیں
مسلمان دوستوں کو بھی تو اسب خدا سمجھتے ہیں
ہم اس اسلام سے واللہ گھر چھا سمجھتے ہیں
اُسی کو ہم تو اپنا مرشد و آقا سمجھتے ہیں

مسلمان عورتوں کے جس کو پردا سمجھتے ہیں
چھپائیں عورتیں زینت یہی قرآن میں آیا ہو
یہ سب کچھ ہم پر قید کو اچھا سمجھتے ہیں
یہ سب کچھ مسئلہ کو بھی گراں سمجھتے ہیں
مگر غرض نظر کے خوب یہ معنی سمجھتے ہیں
مگر ان کو بھی یہ پوشیدہ فیاض سمجھتے ہیں
مگر اس جس کو ممنوع سب دانا سمجھتے ہیں
خدا جانے کہ حکم شرع کو یہ کیا سمجھتے ہیں
خدا کے گھر میں آئین وہ یہ نازیبا سمجھتے ہیں
مگر اقوام وحشی ان کو کفش پا سمجھتے ہیں
مسلمان دوستوں کو بھی تو اسب خدا سمجھتے ہیں
ہم اس اسلام سے واللہ گھر چھا سمجھتے ہیں
اُسی کو ہم تو اپنا مرشد و آقا سمجھتے ہیں

سورہ زمر
آیت ۱۳
مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِحُبِّهِ خُمًا
ضَلَّ سَبِيلَهُ

کوئی سمجھے عجب ان عورتوں کو عقل بنانے

مگر ہم تو انہیں مردوں سے بھی دانا سمجھتے ہیں

جب کہا ان سے کہ ہم کچھ دلربا کہنے کو ہیں
 آدمی حوروں پر ہی کس میں ہر یہ جن و حال
 آشنا اپنی غرض کے ہیں محبت کا کرنام
 عاشق صادق پہ خود معشوق بھی دیتے ہیں جان
 مہر کو تیرا کفٹ پا کیکے عورت ہم نے دی
 دیکھیں کیا کہتے ہیں غیروں کی ہر ای سکتے وہ
 عیب کہو لے گا لیاں بھی سامنے غیر و گورین
 راہ الفت میں قدم رکھنا نہ ہو لڑکی بھی
 دائے دشت عورتیں محلوں میں ہیں کچھ جرم تہ
 مرد ہی کی بدظنی ہے باعث جس دوام
 تیرے کو چھ کی ملی ہے کب کسی رہبر کو راہ
 دل ہی میں کیا کیا امیدیں رہ رہتی ہیں شہید
 اس محبت کا پڑا ہو کر دیا دل کو تباہ
 سامنے ان کے تو ہم سے کچھ کہا جاتا نہیں
 سن لگا کر کان کچھ تو حال زار رنگان
 ان حسینوں کے بگڑنے میں ہی ہیں لاکھ شنائ
 ترس سن و ناز کی دلچسپ ہے ان اسان

بولے وہ آنکھیں دکھا کر آپ کیا کہنو کو ہیں
 ہم تو تجھ کو اسے بت کا فرخدا کہنے کو ہیں
 کون کس کا دوست ہے سب کشتا کہنو کو ہیں
 یہ حسین سب باوفا ہیں بے وفا کہنے کو ہیں
 اب شغف کو بھی ترا زنگ حنا کہنے کو ہیں
 ان کے من پر آج ہم ان کو بڑا کہنے کو ہیں
 آپ سب کچھ کہ چکے اب اور کیا کہنے کو ہیں
 رنگان عشق کے یہ نقش پاکہنے کو ہیں
 ان مکاؤں کو تو ہم دشت سر کہنے کو ہیں
 عورتوں کو ہم تو بے جرم و خطا کہنو کو ہیں
 آپ خود گمراہ ہیں یہ رہنما کہنے کو ہیں
 ہم تو اس دارالامان کو کر بلا کہنے کو ہیں
 ہم تو اس کو ایک روحانی بلا کہنے کو ہیں
 کیا کھٹا ہے زبان سے اپنی کیا کہنو کو ہیں
 مشکلات راہ الفت نقش پاکہنے کو ہیں
 دلی میں رہتی ہم سے ہیں ظاہر خطا کہنو کو ہیں
 اور تو سب قصہ تازہ ادا کہنے کو ہیں

دل میں ہے عشقِ بھان اور لب پہ ہر ذکرِ خدا
مشرم و صنم و بیقراری میں عجب ہو کشمکش
وڑ ہے پاس اُن کے نصیبِ وسیہ بیٹھا ہوں
خود بخود سب چھوڑتے جا رہے ہیں وہ اگلے خیال
کان تک اس گل کے پہنچانی تو غیرِ نیکو پیام
کر دیا ہے بے نیازی نے محب ہلو غنی
بادشاہِ ہر منت کشور ہیں گدا کھنے کو ہیں

واؤ

ہمیں عشقِ وطن میں خوفِ تنگِ ظمان کیوں ہو
لے جاتے ہیں جیسا کہ یورپ کھینچ کر دولت
نہیں ہرگز مناسب ہے سختی امتحانوں میں
نہیں گرا کر سرکاری تو قومی کام ہی کیجئے
رفاہ عام کا طالب ہوں میں وہ حور و غلمان کا
جہان میں جب کوئی شے نہ رہے اپنی نہیں جاتی
نہیں انسان کو معاملہ جب کوئی قدرت کی شے ہو
ہماری بے رزی نے ہر کھدو ہون سے بچا ہے
نہو جب کوئی بھی امید جز بایوسی و حسرت
خدا نے دی ہو گویائی تو اوس سے کام بھی لیجئے
کہیں ہو تو ہیں باہم جمع دو اضداد بھی اک جا

جلدیں جب آگ میں ہم خود تو پھر آہ و فغان کیوں ہو
تو پھر خوشحال یہ عسرت زدہ ہندوستان کیوں ہو
کہ جن باتوں میں ہم ہیں پاس انہیں امتحان کیوں ہو
یہ وقت بے بہا بیکار اپنا رائیگاں کیوں ہو
بہلا یہ خود غرض زاہد مراہد اسٹان کیوں ہو
تو پھر جو بے خالق زمین و آسمان کیوں ہو
ہمیں یاروں سے پھر امید و بیم دشمنان کیوں ہو
درختِ بزمِ شر کو خوفِ سنگِ ہر دان کیوں ہو
دل پر مژدہ اپنا اس چین میں شادمان کیوں ہو
زبانِ دان گر رہی ساکت تو پھر مہینوں کیوں ہو
مردِ شیعہ صاحبِ بندہ پیرِ مغان کیوں ہو

چھپانے سے زمین میں تخم خود باہر نکلتا ہے
نجات دو جہان جو جانتے ہوں ترکِ خواہش کو
ازل سے دشمنی قائم ہے باہم حق و باطل میں
چھپانے کی کہیں بیوہ کے سوزِ دل بھی چھپتا ہو

ہمارا رازِ دل بھی قلمِ مردم میں نہاں کیوں ہو
او نہیں زاید بھلا پھر رغبتِ حورو جہان کیوں ہو
جہانِ رشوتِ مسلط ہو عدالت پھر وہاں کیوں ہو
نہ ہو آتش جو سینہ میں تو آہوں میں دھوا کیوں ہو

محب جب دل ہی پہلو میں ہو اپنا دشمن جانی

تو پھر دنیا میں ہکو اعتبار دوستان کیوں ہو

تصدق آپ پہ جانثار ہو کہ نہ ہو
یہ بدگمانی اہل وطن سے اب کما نہیں
یہ چارستے ہیں کہ بس میں ہو نفسِ آمادہ
ہو نہ زیست میں دم بھر کہیں کون نصیب
تری زبان نے تو واعظِ جگر کئے زخمی
کمالِ حسن بھی ہے عیبِ چشمِ بدبین میں
قدمِ تدم پہ بہنور اور بادِ طوفانِ خیزر
کہنیتِ گہم تو یہی پردہِ نسا ہے عبث

کچھ اور موت کا اب انتظار ہو کہ نہ ہو
خدا کے قول کا بھی اعتبار ہو کہ نہ ہو
مگر ہے خوف کہ قابو میں مار ہو کہ نہ ہو
لحد میں ہی پس مردن تدار ہو کہ نہ ہو
بھر ہوا ترے دل میں غبار ہو کہ نہ ہو
بزمِ دامنِ گل کوئی حصار ہو کہ نہ ہو
خدا ہی جانے لگشتی یہ پار ہو کہ نہ ہو
ہماری بات کا کچھ اعتبار ہو کہ نہ ہو

دلون میں قوم کے اپنا نشان رہیگا محب

ہماری قبر پہ لوحِ مزار ہو کہ نہ ہو

نہ کان بند کرو کچھ تو گوشتِ جان سے سنو
عز و رے کوئی پردہ نشین مصیبت میں
کہو حق کی تو ہوتے ہیں دوست بھی دشمن

مرے فنا نہ غم کو مری زبان سے سنو
کہ آہ آتی ہے رک رک کے اس مکان سے سنو
عدو سے جو نہ سنا ہو وہ مہربان سے سنو

جو پچو پتر سے تم راستی کے قوت و زور
تو وصف ملے گا جبک کر کڑی گمان ہو سنو
جو درد پر دو نشہاں بہند ستا ہو
لگا کے کان کسی گوشہ نہان سے سنو
کھنڈہ بڑھی کرتے ہیں باتیں جو گوش پوشنا
مکین کا قلعہ درد و الم مکان سے سنو
اُدھر بڑی پیش کی مجلس میں بے تکی باتیں
قطعہ ادھر فساد عشاق ہر جوان سے سنو
جو اتفاق سے جاؤ متاع میں کبھی
تو زل اور خرافات ہر دہان سے سنو

محب حسین کی بزمِ عزائیں گر بہ شریک
تو شرم ناک روایات سوزِ خوان سے سنو

سہ

کافر توں کے ساتھ مسلمان خدا کے ساتھ
ہم اپنی درد الفت و مینج و بلا کے ساتھ
ہوگا خدا پرستوں کا محشر خدا کے ساتھ
اور اولیاء پرستوں کا ان ادویا کے ساتھ
تو تھیں اگر دوسرے بھی زیادہ ہیں بھائیوں
کتنے شریک ہو گئے بندے خدا کے ساتھ
موجِ سخت جان کا نہیں مگر اگر عسلاج
کچھ دھری پلا دے سبھا داس کے ساتھ
آواز حق نے یہ صورت قیامت سے بھی سوا
اٹھیں عرب کی خاک کے مزے خدا کے ساتھ
طو خانوں انقلاب سے بچتے ہیں وہ درخت
پائین گئے شریک کوئی فتحِ موسیٰ پر
تھوڑے پر بہر و سہ ہر تہیبہ رو پر عمل
شا باخترِ خوب کا نیا ایق وین اور وق کیا
ان عورتوں کے قید کی بھی ہوگی بلذیریں
تھوڑے بیٹھ ڈھونڈ لے تو اپنی راہ آپ
رخ پہیرتے ہیں جلد جو اپنا ہوا کے ساتھ
لڑتے ہیں یہ طعیب لڑائیِ قضا کے ساتھ
بیاد کی دوا بھی تو کیجھ دعا کے ساتھ
کرتے ہیں کیا سلوک یہی رہنما کے ساتھ
وہ وقت بھی تو آئے گا روزِ جزا کے ساتھ
رہیں اگر نہیں سے تہل نقش پا کے ساتھ

کیسے رفیق کس کے ہوا خواہ کس کی دوست
آنکھیں جو دلی کہولیں تو دیکھیں خدا کا نور
خاہر سے بھی سوا ہے کہیں حسن باطنی
مشترک عدد خدا کا موحدا کا دوست
نخ پیر تہمین سب یہ مخالف ہوا کہ ساتھ
ہر رنگ میں ظہور ہے اس کا خفا کہ ساتھ
دل میں مہ نور علم بھی رنگ خفا کہ ساتھ
پھر اولیا پرست ہوں کیون مصطفیٰ کہ ساتھ
جس دوام سے جو بچی ابرو تو کیا
غارت معاشرت ہوئی بیجا حیا کے ساتھ

یہ دوست ہی تو دشمن جان ہوتے ہیں محب
رکھ اعتدال نئے میں ہر آشنا کے ساتھ

یہ

سہ ہے یہ وحشت دشمن جانی مری
اپنی تصویر دن سے ہے اب انکو شوق
بے حجاب آیا وہ میرے سامنے
بے وفاؤں سے یہ اسید وفا
خاک ہونے تک مرے احباب کو
عورتوں کی سب بلائیں ٹل گئیں
گالیاں کہلوائیں بلو اگر مجھے
میں نہ مانوں گا کہی اس کا کہا
دل میں ہے جب تک کہ یہ حرص ہے
کیا سین گے آپ گہرا جائینگے
عزت و دولت تو سب قربان کی
گہر میں ہے آباد ویرانی مری
چھاگئی آنکھوں میں حیرانی مری
جب طبیعت اس نے پھپھانی مری
ہائے رے کجنت نادانی مری
ہے بہت دشوار یاد آئی مری
ایک کفارہ تھی تہ بانی مری
آپ نے کی خوب مہمانی مری
ہے طبیعت تو یہ دیوانی مری
دور ہو گی کیا پریشانی مری
داستان ہے ایک طولانی مری
رگہنی ہے جان اک جانی مری

تنگ دل بھی قوم پر دے لگے کام آئی مرثیہ خوانی مری
 دیکھے تصویر اپنی اس بتے کہا کیا نہیں صورت یہ لاثانی مری
 ان زمینوں میں کہے مضمون بلند کیا طبیعت کی ہے جولانی مری
 اہل فن کے سامنے مشکل ہو بات ہو گئی بیکار ستانی مری
 اب تو اردو کی دکن میں قدر ہے کام آئے گی زبان دانی مری
 عورتیں مردوں کی ہوں سچی رفیق ہے یہ تسلیم سوانی مری
 مر گیا ہوں مہوشوں کے عشق میں چادر تربت ہے نورانی مری
 پردہ جو ڈا علم سیکھا کیا کیا تم نے کوئی بات بھی مانی مری
 عید و قربان میں بجائے گا ویش کیجئے گا اب کے قربانی مری
 عشق میرا لوٹ چیرانی سے پاک فخر یوسف پاکدامنی مری
 صورتِ تصویر وہ خاموش میں رنگ لانی خوب حیرانی مری

یہ محبت ہی حافضِ ہر محب

پوچھتے ہو کیا پشیمانی مری

عیب ڈھونڈے آپ خود اپنے وہ قاتل ہو جو نہ چو نکے حشر تک وہ قوم غافل ہو
 قوم کے رہبر بننے میں انتہا کے خود غرض جس سے ہو یہ کام وہ انسان کامل ہو
 علمِ دائمِ زندگی ہے جہل ہے ان کی موت اب حیدان اور ہے نہرِ ہلاہل اور ہے
 بیستہ جی ہی دفن میں قبروں کے اندر تین کیا کوئی پروے سے بڑ بکر رسم قاتل اور ہو
 سیکھتے ہیں وہ ہنر ہم سے تو ہم بھان جو عیب قومِ عاقل اور ہے وحشی و جاہل اور ہو
 اہسان ہند ہیں پیران بے پر کے مرید کیا کوئی دنیا میں مکاروں کا قاتل اور ہو

خوف جان بھی ہو تو کہہ دیتے ہیں منہ پر بات سچ
بزدلوں کا اور دل ہے اور یہ دل اور ہے
ہے سگ دنیا ہی یہ انسان کی حد سے جدا
نوع عالی اور ہے حیوان سا فل اور ہے
گو نظر میں سب کی سائل خواہے لیکن محب
بھیک مانگے قوم کی خاطر وہ سائل اور ہے

خواہشِ جنت نہ کچھ پروا عذابِ نار کی
ہم تو راضی اُس پہ ہیں مرضی ہو چو غدار کی
حفظِ عفت کے لئے تعلیم ہے حصّہ صین
یہ نہیں تو کچھ نہیں اونچی بھی گردیوار کی
سیر ہو جائے گی پردے کے اٹھارو نظر
روکنے سے اور بڑھتی ہے ہوس دیدار کی
جسکا ہر اک فرد اپنی ہی غرض ہو نثار
پوچھتے ہیں حالت نہ کچھ اس قوم کے اہلار کی
ہے دماغِ قوم کی تصویر عکسِ شاعری
دیکھئے اُس میں جھلک احساس کی فکر کی
ہر مکان کے واسطے اک دن خرابی ہے فرد
تو بھی اک دن چھوڑ کر یہ سیم درم جائے گا
بیکسی دولت و رسوائی و شہنامِ خلق
کیا کرے کوئی حفاظت ان قدیم آئندگی
پہلے تھا کچھ صنعت اب غفلت ہے طاری قوم
کیا حفاظت ہو سکی اگلوں سے اس نالکی
اے سیاحوت ہو اس قوم کی اب زندگی
لنستین کشتی ہیں یہ اس قوم کے غنوار کی
گر رہے ہیں غارتگیت میں مثالِ سنگِ ہم
برہتی ہی جاتی ہے سنت ہر گھڑی آزار کی
عورتوں کو بھی تو دو آنکھیں خدا ہی بخین
جلدِ مشکل ہو کہیں آسان اس بیار کی
ہے کوئی اگلے و احسن کی حمایت و عرض
دس گنی بڑھتی ہے تیزی ہر قدمِ رفتار کی
دست و دشمن میں نہیں اس قوم غافل کو تیز
کیون نہ ہوان کو ہوس گلزار کے دیدار کی
خوب ہم سمجھے ہوئے چالین ہیں یہ اغیار کی
انسانوں کا یومِ بہت تو یہ جمعہ ہے
تازا جاتی ہے سمنافق کو نظرِ رشیا کی
فائدہ تعطیل سے ان کو نہیں اتوار کی

جمعہ جمعہ
خوشی ہو
ہر گھڑی
کرتے ہیں
جو اپنے خوشی

مرد کا زیور تو ہے تیغ و شمشیر و سنان کیا زماؤن کی نظر میں آبر و ستوار کی
جو نہ ہو مظلوم کا حامی نہ ہمدرد نسا کیا ضرورت ہند کو اُس نا بکار اخبار کی

اے محب کیا پوچھتے ہو پردہ والی کا مزاج

گھٹتی بھی جاتی ہے طاقت دم بدم بیمار کی

پاس وعدہ کا نہیں تجھ کو کرنے والے دل میں ارمان لئے جالتے ہیں مرنیوالے
گر نہیں علم تو تجھ سے ہو یہ طاؤس حسین اور مرے نام سے بن ٹھن کے سنو زیوالے
دل جو خالی ہو تو کیا خاک معنائیں نکلیں چاہے اب سے بانی کرہیں بھرنیوالے
دیکھ پرواؤں کو کس شوق سے جل جلاؤ ہیں کچھ پس و پیش نہیں سوچتے مرنے والے
بزدلی جیوڑے مصیبت میں بہادر ہو حب موت سے بچتے ہیں کب موت کو ڈرنیوالے
کثرت کار سے ہوتی ہے قوی ہر قوت کبھی تھکتے ہی نہیں کام کے کرنے والے
اہل سازش سے ہر ایک گھر کو بچائے اللہ مسجدیں ڈالتے ہیں یہ گانٹھ کتر نیوالے
سوزش و داغ سے جل جائیں مگراف نہ کرین مضبوطیوں کرتے ہیں دم عشق کا بھرنیوالے
عشق کا جوش ضعیفوں کو بھی کرتا ہے جوں کام کر جاتے ہیں دنیا میں نہ کرنے والے
بے دیرک کو دپڑیں آگ میں اور جل جائیں دیکھتے مرنے ہیں یوں قوم یہ مرنے والے
دیکھ بچنا نیکی دل کو نہ لگا اے بلبل ان گلون کے توہین اور اراق بکھرنے والے
چارون کی یہ جوانی ہے یہ جو بن میوہ اوجھار کہیں ہونے بھی ہیں یہ رنگ ٹھہرنیوالے
منہ سے کہہ دینا تو آسان ہے مرنے کا مشکل ہم بھی دیکھیں تو وہ ہیں کون سی مرنیوالے
عشق وہ بخر فنا ہے کہ جو ڈوبا وہ گیا ہم نے دیکھے ہی نہیں اس میں ابھرنیوالے
ان بتوں کو نہیں عشاق کے مرے سوغرض مفت میں جان سے جاتے ہیں یہ مرنیوالے

منزل دہرین جتنا ہی رہین کم اچھا
 رنج سہتے ہیں بہت اس میں ٹہرنے والے
 اک دن خاک تری گردِ سرِ رہ ہو گی
 بستر گل پہ بھی ادیاؤں نہ دہرنے والے
 عیشِ شہِ ہجران میں نہ کیوں صبر ہو دل کو کہ محب
 ہیں یہاں رنج و خوشی دونوں گزرنے والے

جسم گئی جب اُدھر نظر پہنچی
 پھر اُدھر سے زندہ ادھر پہنچی
 میرے نالوں ہی سے وہ برہم تھے
 اور یہ آہ پر اثر پہنچی
 ہم نے تو کی نہ ایک دن بھی تلاش
 روزی روز عمر بھر پہنچی
 کل گئے تھے وہ خود رقیب کے گھر
 مر گئے ہم جو یہ خبر پہنچی
 دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں اُنہیں
 جھڑپ دے گئے نظر پہنچی
 دیکھیں کس کس کو زہر چڑھتا ہے
 ناگنی زلفِ ستارِ کر پہنچی
 خوب پردہ ہے یہ کہ پردہ نشین
 شہرِ کاشت کر کے گھر پہنچی
 بال سر کے سپید ہونے لگے
 شامِ رخصت ہوئی سحر پہنچی
 کچھ طبیعت پھری تھی دنیا سے
 نہ لگا دل تو پیچھے اُدھر پہنچی
 جہاں مکی پردہ نشین جو پردے سے
 سب کی رخسار پر نظر پہنچی
 اس بلندی پر آشیانہ نہ بچا
 گر بہ خود تاسِ شہر پہنچی
 دل کو دل ہی سے راہ ہوتی ہے
 جو ہوا دان یہاں خبر پہنچی
 ہر فنا کے سہے بعد دور ہوتا
 رات گزری تو پھر سحر پہنچی
 گل جو مر جھاکے اور رنگ جا
 خبر آمدِ غم پہنچی
 اور پردے سے شوق دید پڑا
 سات پردوں میں بھی نظر پہنچی

اے محبت بڑی بلا ہے تو کر دیا کام ہی جدِ حیدر پہنچی
 تہی بلا خیز ہی شبِ بحرِ ان حشر کی اور یہ سحر پہنچی
 ملکِ کلی باند ہے در کو کھتا تھا کہ کچھ آوازِ نامہ بر پہنچی
 تھی طبیعت میں عشق کی جو کشش خود بخود جانبِ سحر پہنچی
 چھپکے دیکھتے ہی وہ مجھ کو تاہر رخسارِ جبِ نظر پہنچی
 کنگے سب محب کٹھن رستے

آخری منزل سفر پہنچی

دل پہ قابو ہو محبت میں بڑی مشکل ہے ہٹا کہی دل جو ہمارا وہ پرایا دل ہے
 عشق میں ضبطِ نہیں سہل بڑی مشکل ہے اٹھ سے جا کے نہ آئے وہ ہمارا دل ہے
 دین دنیا میں گرتا ہر وہ غافل ہے چھوڑ بیٹھا ہے جوان سب کو وہی عاقل ہے
 پیار سے رکھے گا اللہ دل نازک کو تہ خواہ آپ میں ناز و ن کا یہ پالا دل ہے
 اے خدا اس بت کا فرکے سے دور ہے کیا اور اُس بت میں بھی دیکھیں تو یہی اک دل ہے
 اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہیں لیکن ہے یہ رنج کہ پشیمان بہت دل میں مرا قاتل ہے
 اختر سوختہ خورشید پر آتا ہے نظر خ تابان پہ تمہارے جو ذرا سا تل ہے
 دیکھ لو پھر نگہِ ناز سے ہو جائے سرد کشہ ناز تمہارا تو ابھی بسل ہے
 عشق وہ بحرِ پرِ آفات و بلا ہے حسین نہ تو کشتی ہے نہ پل ہے نہ کہیں ساحل ہے
 عشق مجنون کے تو باقی ہیں جہان میں چرچے اور مجنون ہے نہ لیلیٰ ہی نہ وہ محل ہے
 جتنا جی چاہے ستا ہم نہیں شاکِ لیکن خوف تو یہ ہے شکر کہ خدا عادل ہے
 صحنِ گلشنِ ہی میں رکھ دے یہ نفسِ ای صیاد کیا بچتا ہے کہ مٹی کا ہمارا دل ہے

جیل خانوں میں بھی تعلیم سے آسان مگر پردہ داروں ہی کی تسلیم بڑی مشکل ہے
 کر دیا عورتوں کو پردہ مہلکے ہلاک دق کی کہ ہے تو افسوس کیسا کس ہے
 گھر میں چھپ جاتے ہیں چھلچھل میں جب یہ سنتے ہیں کسی شاپ کا آیا بل ہے
 آج کل پاس زر و مال ہے جس احمق کے قطعہ وہی عاقل وہی لایق ہے وہی قابل ہے
 پاس جسکے نہیں کڑی نہ کوئی یار شفیق کال فن بھی اگر ہے تو وہ ناقابل ہے
 چہرہ دیتے ہیں ضیعی میں یہ اعضا بھی تو ستا زندگانی میں بڑا پاپا ہی کڑی منزل ہو
 گھر میں بیٹھی ہے جوان بیوہ تو کہتی ہے یمان ایک رکھی ہوئی چھاتی یہ ہارے سل ہے

علم بھی جیل ہی اک امر اضانی ہے محب

نہ کوئی عالم مطلق نہ کوئی جاہل ہے

آدمی ہے خاندان بنانے کے لئے اور یہ افلاک ہیں بنیاد ڈھانے کے لئے
 مانگتے ہیں دربد مسجد بنانے کے لئے قطعہ خوب یہ تدبیر ہے ردی ٹکانے کے لئے
 کر دیا افلاس نے یہ مال ناجائز حلال ہے خدا کا مال ہی بندے کے کہانیکے لئے
 اس مکان کے مذہب و حکمت ہی دو مہلکین وہ گرانے کے لئے ہے یہ بنانے کے لئے
 ہم سبکدوشوں کو ہے خاندان بدوشی ہی پسند اپنی آزادی نہ دیگئے قید خانے کے لئے
 جیل و نکبت نے کیا ہے قوم کو کیا مرد دل چاہیے عیسیٰ کوئی مردے جلانے کے لئے
 اختلاف مذہب و ملت سے کیوں عاقل لڑیں کیا یہ مذہب آئے ہیں لڑنے لڑانیکے لئے
 غیر ملکی ہے کوئی مذہب تیر سے بچے چاہیے ہادی ملت ہر زمانے کے لئے
 جیس دایم سے ابھی چہرنگی کیا و عورتیں اک زمانہ چاہیے وہ وقت آنے کے لئے
 لطف دنیا کیوں نہ جی بھر کر اٹھائیں زبندو! ہم سرے دہر میں آئے ہیں ہانیکے لئے

بلخ ہستی میں بسیرا کوئی دم ہے بلبلو
 جیسے جی تو بات بھی پوچھی زیارون نے کبھی
 داسے ناکامی مری کسوقت آئی ہے قصدا
 مر گیا ہوں پھر بھی ہے میرے جلائی کی ہوس
 مگر خون یہ حن کیون اللہ نے مکھ دیا
 بعد مردن بھی ہے یہ رنگ محبت کا اثر
 سامنے غمرون کے آتے ہیں مگر عشاق سحر
 چاہیے دو تین تنگے آسمیانے کے لئے
 آئے ہیں اب قبر پر آنسو بہانے کیلئے
 جب ہوئے بن ٹھن کے وہ تیار آئے کیلئے
 لاش پر وہ آئے ہیں مردہ جلائے کیلئے
 کیا چھپانے کو دیاسے یاد کھانے کیلئے
 پھول لائے ہیں لحد پر وہ چڑھانے کیلئے
 خوب چھپ جاتے ہیں پردے میں نے کیلئے

رودہا ہوں میں تو مثل ابر باران کا محب

اور وہ ہنستے ہیں لب بکلی گرا نے کے لئے

وصف کیا ہوں عمر کے حیدر کے
 آتش طور یہ نہیں مونسے
 قید رکھتے ہیں عورتوں کو یہ مرد
 مرد عورت میں کچھ نہیں ہے فرق
 مفت دیتا نہیں خدا بھی کچھ
 عورتیں کیا نفس میں ٹھہریں گی
 سات بردون میں عورتیں ہیں نہان
 علم و فن کی مستمرا ہوں میں
 غنچہ دل نہ عادیوں سے بچا
 موسم کا دل دیا خدا نے ہمیں
 دو نو بازو تھے یہ یہ سیمبر کے
 جلوے ہیں اُس رخ منور کے
 کیا کلیجے ہیں انکے پتھر کے
 دو نو بازو ہیں یہ برابر کے
 حورین ملتی ہیں جنگ میں مر کے
 پر جو نکلینگے مرغ بے پر کے
 کیڑے کیا جاوین لطف منظر کے
 ہم ہیں محتاج ایک رہبر کے
 جو کے آئے جو باد صرصر کے
 اور یہ بت بنا پتھر کے

خود یہ چڑیاں نفس میں جاتی ہیں
اس خدا سے توبت ہی بہتر ہے
کیا زبانی پیام کا ہو یقین
رہ کعبہ سے دیر لے پہونچا
کھیل سمجھیں ہیں آپ خدمت قوم
رات کو مر کے صبح اٹھتے ہیں
اب تو پتہ و تنگ میں ہو کمال
کیسی دوزخ کہاں جتان داعظ
دم نکل جائے گا ابھی دم میں
گوری گوری یہ عورتیں جاہل
کیا کہیں راستہ ہے جس میں کہیں
مصلح قوم حامی نسوان
بے وفاؤں پہ کچھ اثر نہ ہوا
کون مانے گا شیخ کی باتیں

کیا اوڑے مرغ کوئی بے پر کے
فائدہ کیا ہوا دعا کر کے
ہم از قائل نہیں پیسہ بر کے
چومے پاؤں ایسے رہبر کے
یہ تو ہیں کام رندگی بھر کے
ہم بھی قائل ہیں روز محشر کے
تھے کبھی دن سنان و خنجر کے
خوب طار اوڑائے بے پر کے
آپ پہلو سے گزرا سر کے
بت گھروں میں ہیں سنگ مرمر کے
نفس پاہی نہیں ہیں رہبر کے
وصف یہ ہیں محمد اختر کے
خوب پختاے ہم وفا کر کے
عرش پر پہنچے آپ بے پر کے

ہم محبت کے ہیں غلام محب
اور بندے نہیں ہیں کچھ رز کے

در سے جو آئیں ہم کن کے لئے
جو دے تھے باپ دادا نے علوم
دل اٹھائے آپ کے جور و ستم
چاہیے تعلیم عشق ان کے لئے
ہم نے وہ یورپ سے گن گن کیلئے
اسکو پالا تھا اسی دن کے لئے

علم و فن کے کھیل بچوں کو کھلائیں
ایک دن چھیڑا تھا اس پر اپنے
جیسے سبھی کچھ قوم کی خدمت تو کر
نوجوانی میں ادب سے کیا غرض
باتھ آئے جب نہ پھول اس باغ کو
وہ نہ آئے تو پھر بھی بعد مر گئے
ہو گا دعویٰ حشر میں اس خون کا
پیر کو کم سن سے مشاطہ نہ جوڑ
واسے بے علمی کو یورپ کا نواب
ہند بے محتاج اک پن کے لئے

آنکھ اٹھا کر بھی نہیں وہ دیکھتے

جان دینے ہو محب جن کیلئے

بزم رنہ ان حسد ابائی میں جانا چھوڑ دے
طفل کو جتنا سنا میں اتنی ہی بڑھتی ہو خند
لحم خنزیر اور دم سے بڑھ کے عیسیت حرام
عشق خود دیوانگی ہے اور عاشق نا سمجھ
دیکھ بجاتی ہیں نادانوں کو کیا کیا نعمتیں
عاشقوں کے خون ناحق کا نہ لڑ سہرے عذاب
ہے زمانے کی طبیعت آجکل جدت پسند
امتحان عشق میں پورا نہیں اترتا کوئی
ساتی بہت عجب کو منہ لگانا چھوڑ دے
عقل کی کر پیروی دل کا سنا چھوڑ دے
بھائیوں کا خون پینا گوشت کھانا چھوڑ دے
اے پری عاشق کو دیوانہ بنانا چھوڑ دے
اپنی دانائی کا فخر تار و تار چھوڑ دے
مرغِ دل کو دام الفت میں پھنسانا چھوڑ دے
رنگ تو اپنا جھاڑ ہزار پرانا چھوڑ دے
بدگمان تو عاشقوں کو آزمانا چھوڑ دے

مورث رشک و حسد ہیں نخواست کبر و غرور
گر ہنسے اکبار تو سو مرتبہ رونا پڑا
تو دل آزاری نہ کر افسدہ ہوتا ہے خفا
پھر کھلائے آگے خود جیسا داپنے اٹھ سو
چہوڑ بیٹھے وا غلطو دنیا کو جنت کی لئے
مسخرون کی دل میں لوگوں کو نہیں غرت کوئی
عاشقون کے خون پر دے گا گواہی لال رنگ
بھائیوں کو نشان دشوکت کا جتنا چہوڑ دے
روئین کب تک اسے نکلا سکے ہلو ہنا چہوڑ دے
دل ہے کعبہ اسکو اسے کافر جہانا چہوڑ دے
ایک دن بھی اگر قفس میں مرغ دانا چہوڑ دے
احمقون میں اب تو رنگ اپنا جہانا چہوڑ دے
مجلسوں میں بھتیان کچھ کر ہنا چہوڑ دے
منہدی مٹی چہوڑ دے لکھا جہانا چہوڑ دے

نام الفٹ ہی ہر اس ہے لیجئے گراس کا نام

زشت صورت بھی محب صورت دکھانا چہوڑ دے

یون سلمان ٹکڑے ٹکڑے جنگ باہم ہوئے
اہل یورپ کیون ہمارا اب بجا لائیں نہ شکر
گریہ و زاری سے اپنی ہو گئی اصلاح قوم
اب وہی سر تاج عالم ہیں وہی ہیں فخر قوم
ہم عزیز ہون نے کئے وہ کام خلق اللہ کے
شک نہیں اس میں کہ بنیاد تمدن ہو یہ زن
کیجئے جتنی دوا اتنا ہی بڑھتا ہے مرض
وقت کو شش کا یہ موقع قوم کی امداد کا
مٹا لفاقی شیعہ و سنی کا کیا مہلک اثر
فتنہ دشمنین بھی اس انسان کو بڑھ کر ہر کون
ریزدہ ریزہ کوہ جیسے نقب پیہم سے ہوئے
نیم وحشی یہ مذہب آدمی ہم سے ہوئے
خشک پودے یہ ہر اس چشم پر دم کو ہوئے
قوم کی خاطر بڑے جو ایک عالم سے ہوئے
جو نہ اسکو رفرید و ن خسر و دجہم سے ہوئے
سیکڑوں دیرانے آباد ایک اس دم سے ہوئے
زخم تیر عشق تازہ اور مرحم سے ہوئے
فائدے کیا مریض خوانی سے مغم سے ہوئے
آپ خود برباد ہم اس جنگ باہم سے ہوئے
جو نہ شیطان سے ہوئے تمکو مدد ہم سے ہوئے

عورتیں پورپ کی کرتی ہیں سخاوت کو جو کام
 زہر قاتل سے بھی مہلک پردہ نساوان ہر یہ
 جس دایم سے چوڑا نا قید یوں کا ہو ثواب
 نسل پر کیا نخر ہے علم و عمل پر فخر کر
 ایک درد قوم پر قربان لاکھوں راحتیں
 کثرت دولت بھی کر دیتی ہے قوموں کو تباہ
 جو شیا طین علم کی قوت سے ہو جا کر یں بڑ
 سب اوسی کے ہیں عنایات و کرم درد محب :

کسکو تھی اسید کی کام جو ہم سے ہوئے

ساحل ہوا قریب تو کشتی آلت گئی
 کثرت سے زر کی ہوتے ہیں ننگ درد و کمرنگ
 آئی بہار جوش جنوں کا ہوا یہ زور
 چھیڑی تھی درد قوم کی کچھ دل نے دریاں
 کم ل بہت جو تھک بڑھاتی ہے اپنی قدر
 باہر کے آنے جانے سے کیوں لگتو چہن آہ
 بیچھا جہڑا نا قصبہ دینا سے ہے محال
 دولت بڑی تو اور کشادہ دلی گھٹی
 سینہ زنی کو جو وہ کی تو دیکھتا رہا
 اگر بڑا مانا چاہتا اس سست قوم کو

سب کو ششیں دہری رہیں قسمت پلٹ گئی
 پھلین شعاعیں گرہ کی چلی سمٹ گئی
 رنگین قباے غنچہ سر سبز پھٹ گئی
 سوئے نہ شب کو نیند ہماری اوچٹ گئی
 آمد بڑی تو جنس کی قیمت ہی گھٹ گئی
 ٹھکین جو گھر سے عورتیں کیا اک کٹ گئی
 گر ایک بار بھی وہ کسی سے لپٹ گئی
 نظروں میں اہل بخل کے دینا مسٹر گئی
 اسے سنگ ل فلک تری چھاتی نہ پھٹ گئی
 چار گام اور یہ پیچھے ہی ہٹ گئی

پیدا کیا علوم جدیدہ نے انقلاب دنیا کی دیکھ لیجئے کایا پلٹ گئی +
 چوٹا ہے کوئی عشق کا پہلو جو ہم کہیں اس شاعری کی تھی جو بصاعت وہ گھٹ گئی
 کیا باہمی نفاق سے ٹکڑے ہوا جو ملک قطعہ غیر دین میں سب ریاست اسلام بٹ گئی
 بحر فنا میں ڈر کے ابھرا نہ ایک بھی منجہ مار میں جو تاؤ ہمار سی الٹ گئی

بودی عارتون کی مرست سے فائدہ

دیوار گر پڑی جو محب ستف پٹ گئی

ہماری قوم بیاری کو اپنی یا خدا سمجھے جہالت کو مرض تعلیم حکمت کو دوا سمجھے
 سیاح ہے کہاں جو درد قوم بینوا سمجھے مرض سمجھے علل سمجھے اثر سمجھے دوا سمجھے
 ہم اس جہل و تعصب کو کہیں کیا تم کی سمجھے اسے دوا ملات اس کو گرداب بلا سمجھے
 غلامی کا ذریعہ علم کو سمجھے تو کیا سمجھے ہم اس کو زور بازو کے خدا ظل ہما سمجھے
 سمجھتے ہیں یہ نادان عورتوں کے جہل کو اچھا سمجھتے تو دیکھتے تعلیم نسوان کو برا سمجھے
 رہے یہ غیر قوموں سے جو پیچھی علم و حکمت میں بتائیں تو ہمیں پھر اس میں یہ کس کی خطا سمجھے
 کیے در پردہ لاکھوں ظلم کو ہم پر مانے نے مگر افسوس ہم اب تک نہ یہ جو رجھا سمجھے
 بغیر اسباب کامل کچھ نہیں ہوتا ہے دنیا میں مصیبت کو بھی ہم اعمال کی اپنے سزا سمجھے
 مایا خاک میں گوتے ہو اے فلک لیکن اسے بھی اے ٹکڑا ایک ہم تیری ادا سمجھے
 سمجھتے ہیں شفق کو پینہ غور شید کی رنگت مگر ہم تو کسی کے پاؤں کا رنگ سمجھے
 سمجھتے ہیں بہت قسمت کے دولت ہاتھ آتی ہو مگر ہم تو اسے تعلیم و محنت کی جزا سمجھے
 جو سمجھے دولت جاوید ان علمی خزانوں کو مال اندیش ہیں وہ تو ہم کی سچی بقا سمجھے
 جہالت عورتوں کی زہر ہے اولاد کو حق میں مگر غم اس کو بھی کوئی اچھی دوا سمجھے

۹۴
فیہدایہ
مرا دوسو چودہ
بارہ ہجرت

انہیں آزادی نسوان سے عفت کو کوئی خطرہ
بریں رسوں نے کر دین بند راہیں سب ترقی کی
وہی ہر علم میں پہنچے ہیں مسدود ترقی پر
نہ سمجھے اپنی ہی غفلت کے یہ سارے نتیجے ہیں
بجہت ہی انہیں یہاں سمجھ کچھ افتخار سے وقت
مکافات عمل کو دیکھتا ہر دم رہے انسان
بھلائی ڈھونڈتے ہیں اپنی جو قومی برائی میں
فلک پر بیوگان بند کا یہ خون ناحق ہے
کمال نفس ہی مقصود تعلیم و ریاضت ہے

اسی کا نام کچھ باقی محب رہتا ہے دنیا میں
جو حسب ملک و ملت میں فنا کو بھی نبت سمجھے

مطلب امیر سے نہ غرض بادشاہ سے
مقصود خطِ نفس نہیں ہو کیا وہ سے
گھر پر تنگ کر خوشی میں یہی دیکھتے ہیں میر
دم توڑتی ہیں غار جہالت میں عورتیں
خدا واپ چل یہ لائیں گے کیا مصلحتِ رخت
ڈرے کہیں تباہ نہ ہو جائے ملک ہند
کالی زبان کہ عرض بھی کچھ کر سکیں نہ ہم
ہے مرد و زن کو غرض ابھر کا جو حکم سب

تیرے گدگد کو کام تری بارگاہ سے
تیرے رنج روکمی ہے ہزاروں گناہ سے
تھکے صبر بھر کی اٹھاتے ہیں بیاہ سے
ان میکسون کو کون کھائے گا چاہ سے
ہو گا ہر اند باغ کبھی خشک کاہ سے
یار با سے بچاؤ یہ وہ کی آہ سے
کرتے ہیں سلوک ہیں کیا داد خواہ سے
منظور ضبط نفس ہے نیچی نگاہ سے

پر دیکھنے کو دیا ہے یہ مردون کو بد نظیر
آزاد عورتوں کو بنایا ہے لونڈیاں
مظلوم عورتوں کو کیا قید بے سبب
مجبور عورتیں ہیں تو آزاد ہیں یہ مرد
ان قیدیوں کے حال پہ بھی التفات ہو
شاہی کی گرہوں سے تو کر خدمت وطن
مردوں سے مانگتے ہوئے پھر تو ہیں حاجتیں
مقصود شاعری سے ہے اظہارِ دردِ ملی
دشت چمک رہی ہے ہماری نگاہ سے
بدتر یہ ایک جرم ہے لاکھوں گناہ سے
یہ بدظنی گناہ ہے عفت پناہ سے
ان کو غرض ہے بیاہ سے ان کو بیاہ سے
یہ عرض و میراں سے ہے اور شاہ سے
یہ سلطنت ہے لگی نہ زور سے نہ بجاہ سے
باغی نہیں ہیں کیا یہی بندے اُد سے
تقریف سے موقوف ہے نہ کچھ واق واق سے
گمراہ ہو کے پایا عجب کعبہ مراد

اچھا ہوا محب جو پھر سے شاہِ راہ سے

فاکاروں سے فلک بعض عداوت کیسی
ہم سے ناحق یہ زمانے کو عداوت کیسی
ایک دن وہ تھا کہ ہم سنا مذہب تھا کوئی
اپنے آپس ہی میں ہم آپ بڑے مرتے ہیں
مرد میدان ہیں تو کچھ جہل و تعصب لڑیں
ہم سناتے ہیں جنہیں قصہ درویشوان
عقل دی ہے کہیں اللہ نے سوچو سمجھو
جسکو دیکھو وہ ہے افلاس کو ہاتھوں پر تباہ
عمر سب اپنی عجب رنج و مصیبت میں کٹی
پڑ گئی ظلم و ستم کی تجھے عادت کیسی
ظلم کی اپنے محبوبوں پہ یہ عادت کیسی
آج دشت میں ہیں بے مثل جہالت کیسی
اہل اسلام میں آپس میں عداوت کیسی
یہ درندوں کی لڑائی یہ حماقت کیسی
ہاتھ کاٹوں پہ وہ دہرتے ہیں سماعت کیسی
یہ ہر اک بات میں نقدیر و قناعت کیسی
چھا گئی ہندو پاسے چرخِ فلاکت کیسی
ہم نہیں جانتے دنیا میں ہزار امت کیسی

عمر ساری تو غم ہجر صنم میں گزری
بے ہنر کی ہنیں دنیا میں ذرا بھی عزت
بیک مانگیں گے نہ سکین گو لگو کوئی ہنر
نہ کوئی خوف منزل نہ ترقی کا خیال
گرچہ اس عہد میں ہے ہر طرف آسائش خلق
اب نہ وہ ڈھاکے کی ٹل ہے نہ بیدار کو ظروف
جان وی مال دیا جو کھاتم نے وہ کیا
باندہ سکتے ہنیں ہتیار بھی ہم ہر شکار
لطف شادی ہے اُسے جسکی ہے بوی لاق
ان جہنم قیدیوں سے مرد کو کیا گھر میں خوشی
ہے یہی علم تو اک حضرت آدم کا شرف
عورتیں کہتی ہیں واعظ سے کہ چل بیٹھوئے
سانندہ دولت کے گئیں سب یہ صفات حسنہ

تنگدستی میں محب جو دو سخاوت کیسی

مشرعہ پڑھتے ہیں نلو ہم تمہارے سامنے
کبار کرین اظہار دو غم تمہارے سامنے
دیکھتے ہو تم کہ حال اپنا ہے فاقون سوتاہ
تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کس کے دل میں درد ہے
یاد ہو نگئی تم کو اہل ہند کی وہ شردہ تین

ہو رہا ہے قوم کا ماتم تمہارے سامنے
غم تمہارے سامنے ہے ہم تمہارے سامنے
پھر شکایت کیا کرین ہر دم تمہارے سامنے
نالے ہم کرتے رہے پیہم تمہارے سامنے
ہو چکی ہے برہم یہ برہم تمہارے سامنے

ہم بیا ہی اور بیوہ کا کہین کیا تم سے حال
کس نے روک لپکے تہین خشکی تری کی پیر سے
کیا امارت کام را جب ہم وطن ہوں زیر خاک
و اسے غیرت با قوم توڑے ہم تمہارے سامنے
اس اکھاڑے میں تہین جیتے ہو کیشی محب

پہلوان بٹونے کا کیا اب ختم تمہارے سامنے

خوابِ عیش و طرب سے ہمیں فرصت کیسی
خاک میں مل گئی سب دولت و عزت انوس
بے ریاضت نہیں آتا بے کوئی علم و ہنر
ہو گئے اپنے ہی اعمال سے ہم آپ ذلیل
کوئی خوش حال نظر ہی نہیں آتا انوس
ہاتھ پھیلانے سے بڑھ کر نہیں ذلت کوئی
فائدہ مستون کو کہان نشہ دولت کا سرور
پاکا لون سے فلک کوئی بھی رکنا ہے غبار
عہ طفلی ہی میں پڑھنا ہو تو پڑھا اسے نادان
خاک میں مل گئیں غفلت ہی سے قومیں لگی
عمر ساری نہیں بے کار گئی کچھ نہ کیا
عورتوں کے لیے یونانغ تو ہو کج مقص
کیون یہ بے جرم مقید ہیں گھروں میں نہ لون
ایک دن وہ تھا مسلمان یہ مسلمان تھا نثار
وقت کی مفت لٹی جاتی ہو دولت کیسی
اب تو کچھ جو نکلے لگتے یہ غفلت کیسی
اپنی غفلت کا گلا کیجئے قسمت کیسی
سب کی نظروں سے گری جاتی ہیں عز کیسی
سب کے سب مفلس و تلاش یہ عمر کیسی
مفت خوری کی جو عادت ہو تو ذلت کیسی
مردم ہند کہان اور سرست کیسی
مل گئی خاک میں ہم ہم سے کدورت کیسی
ورنہ آیم جو انی میں تو فرصت کیسی
بے خبر سوئی ہے اسے قوم یہ غفلت کیسی
ہائے برباد ہوئی وقت کی دولت کیسی
مرغ پرستہ کو پرواز کی لذت کیسی
حس بیجا ہے یہی عصت و عصمت کیسی
آج یہ تفرقہ باہمی نفرت کیسی

ادھ گئی قوم سے ہمدردی اسلام کی رسم
اب اخوت ہے کہاں اور محبت کیسی
فخرِ فرس ہے شاہی ہے گدا کی اب تو
بلگنا بھیک کا عزت ہو تو ذلت کیسی
حسنِ ذالی پہی چپائے سے کہیں چھپتا
سات پر دون میں بھی ہو جاتی ہو شہرت کیسی

مر گیا آج محب قوم کا دیکھنا عروج

اس کے لاشہ پہ کھڑی رہتی ہے حسرت کیسی

الہی جہل و نقص سے تو نکال مجھے
بغیر علم سے یہ زندگی و بال مجھے
اب اس کہ جو جہنم پر نیست ہو محال مجھ
جو حسرت آئے تو ہو یار کا وصال مجھے
شاید دل سے یہ یوں نہ امیدیں
کہ خواب ہو گیا امید کا خیال مجھے
تو اگر کہو ہے ہر لحظہ ہے گستاخِ بڑاؤ
بتا رہا ہے اشارے سے یہ ہال مجھے
ہزار حیف گئی عمر ایسا کن ساری
رہے گا تا بہ قیامت یہی ملال مجھے
عروج قوم کا کچھ دیکھتا ہوا نہ نصیب
دکھایا چرخ نے افسوس یہ زوال مجھ
چھٹا بلاون سے جو مچھا جو ترکِ عشق کیا
یہی ہے تا بہ جہنم نہ اس میں ڈال مجھے
حسد کی آگ سے یارب بچائیو دل کو
پلاؤ چاہیے اذق نہ شیر مال مجھے
جو ابرو سے ملے ناں جو وہ بہتر ہے
الہی خواہشوں میں دے تو اعتدال مجھے
حریفوں کو ہنیں دنیا میں راحت و آرام
کہ کامیابی کا آئے گا کیا خیال مجھے
ہر ایک کام میں اتنی جوتی ہے ناکامی
کہا جو مانوں کا اس نفس دشمن جان کا
ذلیل خوار کرے گا یہ بد خصال مجھے
اُدھر ہے حرص کا طوفان اُدھر ہے جہل کا غار
الہی پاؤں کو لغزش ہے تو سنبھال مجھ
شرافِ دہ علم سے یہی مژدن کی آدن ستونہ بین
بنائے گی نہ شریف آدمی یہ شال مجھے

دم سے آئے تو دیکھا وہ دل فریب سامان
 جو پارسا سال سامان تھا کہاں ہے وہ سال
 کر گئی قوم کوئی قدر میری خدمت کی
 ملا کے خاک میں مٹی تو میری کی بر باد
 یہ بیل عمر کی جاتی ہے سوئے ملک عدم
 خوشی میں غم کا ہے ڈر غم میں ہر خوشی کی امید
 تباہ ہوں نہ کہیں اور اہل ہنس ابھی
 زمانہ خود یہ بقا و فنا کے پہر میں ہے
 مری لہ کا مٹا نشان نہ کر دوش چرخ
 ضرور گھٹکے بڑھے گی مثالِ بدیر یہ قوم
 دکھائے گا کوئی منظر چھب نہ نقال مجھے
 نئے دکھاتے ہیں کیا رنگ وہ سال مجھے
 یہ خواب میں بھی کہی آئے گا خیال مجھے
 کرے گا اور یہ کیا چرخ پایاں مجھے
 نشانِ میل ہے ہر ایک ماہ و سال مجھے
 عروج میں بھی ہے اندیشہ نہ وال مجھے
 یہی ہے انکے تغافل سے احتمال مجھے
 بتا رہے ہیں بھی روز و ماہ و سال مجھے
 کرین گے بعد فنا بھی وہ پایاں مجھے
 ہلال دیکھا تو آیا یہی خیال مجھے

مثالِ سر و جو بے فیض بے شرمین محب
 کر چکے خاک وہ اس بارغ میں نہال مجھے

کبھی جو آتا ہے اعمال کا خیال مجھے
 وصالِ یار کا آئے گا کیا خیال مجھے
 ہلال دیکھ کے کہتی ہے چرخ سے بیوہ
 میں اپنے آپ کو اس وقت سمجھانا قص تر
 یہ عیس و ایم پر وہ ہنہین ہے حکم خدا
 کھلی جو علم کے سر سے چشمِ دل تو کھلا
 کہاں یہ علم کی نسبت کہان یہ عیدِ ذلیل
 کمال ہوتا ہے اس وقت انفعال مجھے
 یہ آرزو یہ تمنا تو ہے محال مجھے
 یہ تیغِ حیر ہے کر ڈال تو حلال مجھے
 کہ جب علوم میں حاصل ہو اکمال مجھے
 نہ بخش آپ کو اس میں نہ قبیل و قال مجھے
 ہر ایک شے میں دکھاتا ہے وہ حال مجھے
 کیا ہے حمتِ باری نے کیا نہال مجھے

تہدے وعدہ فردا کو مین سمجھتا ہوں ہر روز حشر دکھاؤ گے تم جہاں مجھے
 متاعِ علم کا کافی ہر خزانہ ہے نہیں جو دولت دنیا تو کیا مال مجھے
 مین اپنی قوم سے چاہوں گا خدمتون کا صلا
 محب یہ آئے گا بہرے سے بھی خیال مجھے

نہیں کی علم میں محنت جفا کی یہ ہستی ہم نے خود اپنی فسا کی
 ہمارا دل یا تم نے جفا کی جفا پر بھی تو پھر ہمنے وفا کی
 نہ حاصل کی زبانِ حاکم وقت مسلمانو! بڑی تم نے خطا کی
 ہر اکشے میں نظر آتا ہے جلدہ ذرا دیکھو تو صنعت خدا کی
 خدا خود آپ ہے دانا و مینا ہمیں پھر اس سے کیا حاجت نکلی
 بہت پائین گئے یہ دنیا میں راحت جو علم و فضل میں محنت ذرا کی
 ہوئے ہم مضحل آکر دکن مین عجب تاثیر ہے آب و ہوا کی
 ہو مین یہ عورتیں کیوں زندہ درگور کوئی حد بھی تو ہے شرمِ فحیا کی
 سرد اپنا زور حسن و دلربائی عجب تصویر ہے اس دلربا کی
 کھلائے گل دہان یاں شمع کی گل عجب رفتار ہے بادِ صبا کی

تپ غم سے جلی جاتی ہے بیوہ

محب کیا قوم نے اس کی ہوا کی

مرد میدان میں نہیں راہ سے پھر جانیکے مشکلیں لاکہ ہوں لیکن نہیں گہرا چنکے
 باغبان سست ہو اگر مہ ستر نہیں آب سب یہ آثار ہیں اس باغ کے مرجھائیکے
 سیر کرنے دے ہمیں کچھ تو بچن کی صیاد اس گلستان میں نہیں پھر کبھی ہم آنیکے

خود سمجھ دار ہو یہ دن نہیں سمجھانے کے
 ڈھیر خرمن کے ہوئے بونے سے کانٹا کر
 خوب یہ ڈھنگ کھالے پن لکا ہانکے
 ان کے دشنام سے ہم تو نہیں خرمائیکے
 یہی اسباب تو ہیں خاک میں لمبائے کے
 رند یہ سب ہیں اسی نیچری میخانے کے
 دانت کھانے کے ہیں یہ اور وہ دکھلائیکے
 یہ خیالات نہیں ہیں کسی دیوانے کے
 سرخو بان پہ بھی احسان ہیں بہت شانیکے
 شمع رو دیتی ہے خود حال پہ پردائیکے
 منہ سے پھوٹی بھی کوئی بات نہ پیمانے کے
 یہی القاب تو ہیں ڈوب کے مرجائیکے
 عبرت انگیز ہیں احوال بھی دیرانے کے
 لاکھوں چیلے ہیں یہاں رزق کے چہرچانیکو
 کیوں اڑے بیٹھے ہواب جاؤ محب گہراپنے

بزم ساقی میں نہیں ساغرے پانے کے

نوجوانو! تمہیں سمجھائے کوئی کیا انجام
 کشت عالم میں پیشگی کا شرمنا ہے
 پیر بنتے ہیں کوئی صوفی صافی کوئی
 گالیان دیتے ہیں دین ہم تو ہیں پردیکر خلافت
 غفلت پستی و خود بینی و خود راسی و جہل
 حافظ و شبلی و منصور و جنید و خیام
 برہین ہے جبہ دستار گردل میں فریب
 عاقلو! کچھ تو مری باتوں کو سمجھو لکند
 نکتہ چینیوں کے فقط ہم ہی نہیں منت کش
 عشق صادق کا یہ معشوق پہ ہوتا ہے اثر
 سے کے دہو کے میں دیا زہر جوساقی ذہین
 حیف ہی ہو کہ زمانہ کہے جاہل و حشی
 سیر و تفریح نہیں ہے فقط آبادی میں
 ایک در بند جو ہو سیکڑوں کھل جاتے ہیں

نہیں جس میں لیلیٰ دو محل بھی ہے
 کہیگا خدا سے کہ قاتل یہی ہے
 ہماری ترقی کا حاصل یہی ہے

جو ارمان سے خالی ہے وہ دل بھی ہر
 چھپین لاکھ پردوں میں پر خون ناحق
 شراب میں پین کو شہ پتلون پھین

سناہم پر نچر ہے پردے کا حامی قطعہ اصول تمدن سے جاہل یہی ہے
 بگھتا ہے پردے کو یہ عین فطرت بڑا فلسفی اور عاقل یہی ہے
 ترقی کرین مزد بے عورتوں کے غلط فیصلہ زعمِ باطل یہی ہے
 بڑھیں عورتیں سخت پردے میں کیونکر ہماری ترقی میں مشکل یہی ہے
 فلک نے جو پردہ کا دیکھا ترپنا کہا سخت جان نسیمِ بسل یہی ہے
 کرین اپنی غفلت کی کیا ہم شکایت ہمیں جس نے مراد وہ قاتل یہی ہے
 حرمِ حین بھی ہے خالِ اسود کی پوجا ترے صدفِ رخ کا کیا تل یہی ہے
 نہیں کچھ زمین پر ہی شادی بیوہ فلک پر بھی انجم کی محفل یہی ہے
 نہیں ماتم قوم کچھ انجمن میں چین میں بھی شورِ عنادِ دل یہی ہے

ہمیں، تیر میں رکھ کے احباب بولے

عدم کی محب پہلی منزل یہی ہو

دردِ دل اپنا کوئی کیا جانے اس کو ہم جانیں یا خدا جانے
 آدمی کیا کہے کوئی اس کو جو نہ اپنا بھلا بُرا جانے
 ایک دم کی حیات پر خوشی غنچہِ انجمِ زیست کیا جانے
 بھوکوں مر جائیں گو تمام غریب ان امیدوں کی پر بلا جانے
 ابھی ہو جائے دورِ دردِ فراق علم کو قوم گردوا جانے
 کیا ہے یہی بشر کے لئے آپ کو سب کا خاک پا جانے
 ہر مصیبت کو چاہیے انسان اپنے اعمال کی سزا جانے
 اتنا کس کو کیا خدانے ذلیل کیا ہوا ہم سے کوئی کیا جانے

جاتی ان تک تو کچھ اثر ہوتا ہے دعا کس جگہ خدا جانے
 جانتا ہے وہ بھید سب دل کا دل میں کیا اُن کے ہو خدا جانے
 خاک پہنچا نیگا وہ منزل پر راستہ جو نہ رہنا جانے
 طالب معرفت سے یہ کہہ دو ایک دو بھٹا فنا جانے
 اُس کی نظروں میں کیا سمائے طور دل کو جو جلوہ خدا جانے
 راحت قلب ہے اُسی کو نصیب جو عہد کو بھی آستینا جانے
 کیون سے یہ دور مگر پیدائش کون خالق کا مدعا جانے
 ہر بشر کو ہے موت کا تو ایستین پر کہاں اور کب خدا جانے
 کیون زمانہ کرے مدد اُس کی وقت کا جو نہ متعذرا جانے

خاک ہے ہو سکے سامنے اکیر

جو محب علم کیا جانے

قید محلوں میں ہیں تازیت یہ عزت اچھی زندہ در گور ہیں بے جرم شرافت اچھی
 ذلت قوم سے ہر طرح کی ذلت اچھی قید تہذیب کے آزاد می وحشت اچھی
 ہڑکریں کہاتے ہوئے پھرتے ہیں عالم فانی ایسی تعلیم سے دامنہ جہالت اچھی
 گنج قارون بھی اگر کام نہ آئے تو ہو خاک زحمت بابرکشی سے تو قناعت اچھی
 روئے اپنے گناہوں پر کہ وہ جہاں گناہ اپنے اعمال سے جتنی ہوتا است اچھی
 روز کے بیم ورجا سے نکلے گی فرصت دیکھو یوں سے تری داغ پایہ قیامت اچھی
 فائدہ کیا جو کیا کج از سرخ و سفید فائدہ قوم کو ہو جس سے وہ دولت اچھی
 گالیان دیتے ہیں دینے دو مگر رنج یہ ہو گالیان دینے کی ہوتی نہیں عادت اچھی

دوستی ادس کی بُری اُس سے عداوت اچھی
صداٹ کہنے میں جو ذلت ہو وہ ذلت اچھی
رند و ادا باش کے سایہ سے بھی نفرت اچھی
نیک نامی سے جو شہرت ہو وہ شہرت اچھی
میری صورت ہے بُری انکی تو سیرت اچھی
خوبصورت کی ہو اگر تھی ہے سیرت اچھی
علم رکھتے ہیں وہی چمکی ہو قسمت اچھی
قتل اچھا ہے جو قاتل کی ہے نیت اچھی
سب عبادت سے ہے یہ ایک اطاعت اچھی
نفع ہو خلق کا جس میں وہ عبادت اچھی
زاہد و خوب یہ نفرت ہے یہ رغبت اچھی

دشمن نفس کی باتوں میں نہ آنا اے دل
سچ کہے جاؤں گا گو لاکھ بُرا مجھ کو کہیں
صحبت بد کے اثر سے نہیں محبت کوئی
یون تو بدنام بھی ہوتے ہیں جہاں میں نہ ہو
کیون مجھے چم شہادت سے عدد دیکھتے ہیں
روح و قالب کے تناسب میں بھی نسبت ہر محم
بد نصیبوں کو کہاں دولتِ تعلیم نصیب
خیر و شر میں نہیں کچھ فرق مگر نیت کا
خدمتِ ملت احمد میں کم بستہ ہوں
خیر کر چھینک یہ تسبیح و مصلے زاہد
ترکِ نیاسے اور ہر خواہشِ جنبت سے اور ہر

دولتِ علم ملی اور بوس کیا ہے محب

اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور ہے دولتِ اچھی

فطرت کا در سے یہ سارا جہاں مجھے
ہر خار و شہ شوق ہے نوکِ سنان مجھے
دیئے ہیں قتل گزمین کئی امتحان مجھے
چکر میں ڈال رکھا ہے کیون آسمان مجھے
رکھتا ہے تنگدہ ہی میں عشقِ تہان مجھے
گھاتے ہیں دل رہیں گے یہ جو جہان مجھ کو

ماتا نہیں ہے درسِ حقیقت کہاں مجھے
طے کسطح سے ہوں روا الفت کی منزلین
کیون کر اچھی لئے سندا استادِ عشق
لینے دے دم کہیں تو زاب در بدر پھرا
مگر میں خدا کے جانے کو اٹھتے نہیں قدم
زاہدِ ثواب خدمتِ اہل وطن سے نقد

مسجد سے کچھ غرض ہے نہ کچھ دیر نہ ہو کلام
 ملتا ہے ان بتوں ہی کے لئے سو بھی خدا
 اب تک تو مرد دل ہی سے واقف نہ تھا کوئی
 ہوتا نہیں ہے خواب میں بھی روح کو سکون
 لینے دیا نہ گردشِ قسمت نے ان بھی دم
 کہتی ہے بیوہ دل میں یہ رو رو کے غم بھر
 عزلت میں بھی رہا ہوتا نہ کوکِ ستم
 لایا ہے آب و دانا عدم سے جو کھینچ کر
 میں خد مست وطن کو سمجھتا ہوں اپنا فرض
 پیری میں خم کر ہے تو ہے ہاتھ میں عصا
 روز رکھنا پڑا ہی کعبہ کو گئے
 دیتے ہیں نہ پہ گالیان سنا ہوں میں خوش
 حق گوئی بات نہ ہر سے ہوتی ہے تلخ تر
 اتر اٹھا ہو گئے پھر نشے سب ہرن
 چلتا ہے زور گردشِ قدرت سے کہیں

کافی ہے تیرے در کا فقط آستان مجھے
 معلوم اب ہوا ہے یہ ستر نہاں مجھے
 بدنام اب کر لگی یہ آہ و نساں مجھے
 پہ پہ خا خیال کیلئے کہاں سے کہاں مجھے
 شائبہ کی طرح پھینکا فلک نے جہان مجھو
 وہ تو سد ہارے چوڑا گئے نیم جان مجھے
 کچھ گور میں ملے تو ملے اب ان مجھے
 کرنے دے کچھ تو سیر چمن باغبان مجھے
 زاہد نہیں ہے خواہش حورو جنان مجھے
 ہاتھ آئے موت کے لئے تیر و کمان مجھے
 کافر ہی اب بھی جانتا ہے بدگمان مجھے
 گویا نہیں دیا ہے خدا نے وہاں مجھے
 رسوا کر لگی خلق میں میری زبان مجھے
 بیٹھی قصداً بوج کے جب ناگمان مجھے
 پٹکا فلک ناما سے فلک نے کہاں مجھے

کہتا نہ دوستوں سے جو میں راز دل محب

رہا اے خلق کرتے نہ یہ راز دان مجھے

غریب کا ہے معاون جگر یہ کسا ہے
 زمین سے اوگے ہی ہوتا ہو خشک ہر پردہ
 نسلے ہند پہ سینہ سپر یہ کسا ہے
 زمین کا آب و ہوا کا اثر یہ کس کا ہے

یہ پوچھا میں نے شبِ ماہ دیکھ کر رخِ یار
درختِ علم کے پھل کھا کے شاد ہو کر پ
خوشی سے پہلے این گلِ ٹبلین غلِ خواہ میں
فلک سے کرتی ہیں باتیں بند دیوار میں
بارے باغ کے پھل کھا کے پوچھ کر پوچھ کر
شہیدِ وسیعِ حالی نہیں اگر شبِ ورور
سستی کی بہت مردانہ کا جواب نہیں
خزانِ رسیدہ ہے فصلِ بہار میں یہ چین

زمین کا چاند تو وہ ہے قمر یہ کس کا ہے
جو محدثوں کا نہیں ہے قمر یہ کس کا ہے
چمن میں آج ہمارے گزریہ کس کا ہے
مکانِ یار کا مدِ نظر یہ کس کا ہے
یہ بیج بویا ہے کس نے شجر یہ کس کا ہے
تو خونِ چرخِ چشمِ دسھر یہ کس کا ہے
جلے جو جیتے ہی جی خود جگر یہ کس کا ہے
ہوا نے ہند میں ستمی اثر یہ کس کا ہے

بجزند کے محب جب نہیں کسی کا ڈر

تو کیوں سکوت ہے خوف و خطر یہ کس کا ہو

مٹے کو کہو لے ہے زمین بکاہنگنے کیلئے
عورتیں کہتی ہیں گھنٹا ہے مکانوں میں جوا
وہ طبائع ہیں جدا جو ہیں زمانہ کے مرید
بند آمیز پڑے شعر جو میں نے تو کھا
کیا ہی ادباً نے غفلت میں رہو چا آکر
کامِ انسان کو نہیں کوئی تو کچھ پڑھتے ہی دو
باغِ عالم میں یہ نیکی و بدی کا ہے خر
دل ہے پہلو میں کہ ہے گو دینِ تباہی
وعدہ وصلِ او دھر اور ادھر ہے انکار

آسمان جھکتا ہے ہر بار ملنے کے لئے
دل جو گہرا ہے کہاں جائیں ٹھکنے کیلئے
یہ طبیعت نہیں ہر سا پنچے میں ڈھلنے کیلئے
آپ ہی رہ گئے ہیں نہرا گئے کے لئے
کچھ بھی مہلت نہ ملی ہو سنبھلنے کے لئے
چاہیے شغل کوئی جی کے بہلنے کیلئے
پھول پہلنے کیلئے خار ہیں جلنے کیلئے
کیا ڈار ہوتا ہے ہر شے پہ مچلنے کیلئے
ایک دم چاہیے سو رنگ بدلنے کیلئے

اپنی جاگیر سمجھ کر ہوئے دل پر قابض میرے ارمان نہیں آئے تھر تھکنو کیلئے
 وصل میں ہجر کے دہڑکے سے ملے کیا آرام ایک کھٹکا ہو رہی دل کے دھڑکنے کے لئے
 اے فلک رنگ خیالات نہرت پختہ ہے بدترین چاہیے یہ رنگ بدلنے کے لئے
 غمزدگان کے تیر دن کی وہ بوجھار ہو اب دم کی مہلت ہی نہیں دل کو سنبھلنے کیلئے
 ہر خزان دیدہ چین میں تو بھارا آئی ہے یہ نگر باغ نہیں پونے پھلنے کے لئے

مات بھی ہو جو محب تو بھی نہ ہار دہشت

سیرکرون اور ہین چالین ابھی چلنے کیلئے

بزم میں جب کوئی نسوان کا عدو آتا ہے کیا کہوں آنکھوں میں میرے تلوہو آتا ہے
 شاعر دن کو نہیں کچھ بھی حق باطل سے غرض روح و دم میں تو فقط انکو عناد آتا ہے
 اوج سے ہم سوئے پستی میں لب لباب لیا مال جسطح کوہ سے پانی لب جو آتا ہے
 ایک ہمدردی انسان ہے عبادت کا فی بیٹھکین آتی ہرین ہکو نہ دھنوا آتا ہے
 چشم محمور کا رہتا ہے جو ہر وقت خیال رات کو خواب میں بھی جام و سبوتا ہے
 بے قصنا خنجر بران میں نہیں کاٹ کوئی کند ہو جاتا ہے جب تانا بگلو آتا ہے
 کسکو کہتے ہیں برا لوگ مجھے حیرت ہے جب نظر صاف ہر اک چیز میں تو آتا ہے

اُبھٹ گیا تو م سے اب تو حق و باطل کا تمیز

لوگ کہتے ہیں محب کو کہ عدو آتا ہے

دیکھو جسے وہ اپنے ہی رنج و سخن میں ہے افسردگی کا دور اب اس سخن میں ہے
 کیوں کر ابھی گھٹیلگی حیا ست کی تیرگی جب آفتاب علم ہمارا گہن میں ہے
 مرنے کے بعد بھی نہ گئی حسرت وصال اک ڈھیر حسرتوں کا ہلکے کفن میں ہے

ہندوستان سے اٹھ گیا افسوس میں شعر
کچھ قدر شاعری ابھی باقی دکن میں ہے
بے تربیت نہیں کوئی تسلیم کا مثر
سب اعتبار اور بزرگی چلن میں ہے
انسان کی صنعتوں کی ہے آبادیوں میں سیر
خانی کی قدرون کا تماشاً تو بن میں ہے
سن گوشت ہوش سے کبھی محبون کی بھی بڑ
حکمت بھری ہوئی میرے دیوانہ پن میں ہے
پر دے کے حامیوں سے یہ پوچھے کوئی ڈرا
محبوس عیش میں ہے کمرنج و محن میں ہے
کیا لاغری ہے لاش پر کہتے ہیں آکر وہ
باریک ہمارا کوئی لپٹا کفن میں ہے
غبت میں عمر بھر رہے مگر کھپ گئے عزیز
اب روشناس بھی نہیں کوئی وطن میں ہے
اٹھتے ہی کچھ زمین سے ٹھٹھرتا ہے ہر خست
نفل خزان نوہی سے اپنے چمن میں ہے
رسموں سے چھوٹے کا تو بہک نہیں یقین

کیا ہو سکے گی ہم سے محب خدمت وطن

ہمت ندول میں اور نہ طاقت بدن میں ہے

ردان جو آنکھوں سے اکلیل اب رہتا ہو
تو دل ہمارا میان دو آب رہتا ہے
دبے گی جہل و تعصب سے کیا شعاع علوم
دبا گہن میں کہاں آفتاب رہتا ہے
شمار جرم سے کیوں منحصر ہر دوز شمار
خدا کے پاس تو لکھا حساب رہتا ہے
جو چونکتا ہے وہی ہے یہاں پریشان حال
وہ ہو شیار ہے جو مست خواب رہتا ہو
یہ کارخانہ عالم تو ہے فریب نظر
ہمارے سامنے وایم سراب رہتا ہے
بھرا ہے جگہ رگ و پے میں زہر بغض و حسد
مثال مار انہیں پیچ و تاب رہتا ہے
عدو پہ آپکی ہر دم تو ہے کرم کی نگاہ
یہ دوستوں پہ مگر کیوں عتاب رہتا ہے
غیب سفار احباب کش ہیں اہل جہان
کہ ان کا دوست ہمیشہ خراب رہتا ہے

یہ کوئی دم کا تعصب ہے پھر سے مطلع ہوا
ہر ایک ہند کے عاقل کا ڈھونڈیں گزسکن
کہانِ فلک پہ ہمیشہ سحاب رہتا ہے
تو بامیں گے وہ میان دو آب رہتا ہے
خضاب سے کہیں قایم شباب رہتا ہے
جو ایک کونے میں محو کتاب رہتا ہے
وہی ہے رند جو غرق شراب رہتا ہے
جو دیر تک سرکش کباب رہتا ہے
کہ ایک سانس یہ ہو لا حباب رہتا ہے
بس اتنی دیر یہ عہد شباب رہتا ہے

کمالِ حسن کو لازم ہے جلوہ انشہ وزی

کہانِ محب رخِ مریدِ نقاب رہتا ہے

دل سے تذیلِ ضاعت جو نکل جائے ابھی
نفسِ گرم جلے دل سے جو بیوہ کیچنے
اے میحازِ بیمار ہوا ہے لبِ گور
کچِ روشِ برسوں کی تعلیم میں ہونگے یہ ہے
عورتو! صبرِ کرم سے بھی چوٹ لگی
نوجوانِ بیوہ کے رویکا اگر حالِ کھوں
بیوہ تاملہ جو کرے عرشِ بلائے والا
سختی پر وہ نوان کا اگر ذکرِ کردن
حرکِ خواہش ہے کہانِ دل پہ نہیں جیبا تو

منہاسی ہند کی دولت سے بدل جائے ابھی
تو فلک بھی شرارت سے جل جائے ابھی
دارِ علم جو دے تو تو سنبل جائے ابھی
شاخِ پیچیدہ کا کس طرح سے بل جائے ابھی
یہ بلا بھی جو خدا چاہے تو مل جائے ابھی
ایک چشمہ مری آنکھوں سے اُبل جائے ابھی
تو دلِ رعد بھی سینہ میں دہل جائے ابھی
سنگِ دل تیرا کلیجہ بھی پھس جائے ابھی
ابھی صورت پہ یہ نادان چل جائے ابھی

سنگ ہوتا ہے گہرہ تون کی کاوش سے
 زانہ خشک تو زندہ سے بھی بڑھ کر جو حسیں
 گر زبان سے ہو بیان سوزش دردِ نوان
 ایک مدت میں ریاضت کا فرما ہے
 سوزِ یون کی تو ہے کیا اصل اگر وہ چاہے
 یہ کوئی موسم ہے سا پختہ میں جو ڈھلجائے ابھی
 یہ پاناوش خیمے بھی نکل جائے ابھی
 دل جو فلا دکا ہو وہ بھی گھل جائے ابھی
 کیا لگاتے ہی شجرِ علم کا پھل جائے ابھی
 مارِ گردن کا سرخس کچل جائے ابھی
 دردِ دل جبرِ محب کان لگا کر چسبین

تو ضمنِ سحرِ یانی کا یہ چل جائے ابھی

سب ہی یہاں منتظر ہیں حن و جمال کے
 یورپ میں ہے ہر ایک تو قربانِ توغمِ ملک
 بے جوتے بے مانگتے ہیں خوشہ مراد
 قیدِ سار میں پیر کے تقلید کیوں نہ ہو
 کھالی جہنوں نے ہیں رہ الفت میں پور کرین
 گذرِ اجوا یک گورِ گریبان سے میں محب ت
 چادر کسی پر اور کسی پر ہیں چند پھول
 پوچھا یہ میں نے دل کو کیا فائدہ انہیں
 مرقد سے اک امیر کے پھرتی یہ صدا
 افسوس ایک چیرِ عجیبی آتی نہیں ہے کام
 تکلیف سہکے جمع کب مالِ عمرِ جمہ
 ہر سب نیا دوزخِ بند بھی اب تین دن کے ہیں
 خفا گر میں پوچھنے والے کمال کے
 کتنے یہاں بتاؤ تو ہیں اس خیال کے
 طالب یہ ناجسمہ ہیں خدا سے محال کے
 ہیں نیچری گرو کے یہاں سب یہ بالکے
 رکستے یہاں قدم ہیں وہی دیکھ بہال کے
 دیکھا بنے ہوئے کئی مرقد ہیں حال کے
 ہنار اور بھی ہیں کچھ افلاس و مال کے
 اطلس کے قبر پوش ہوں اُنپر کے شال کے
 وارث یہاں تو زندے ہیں مردِ نکو مال کو
 کہتے تھے احتیاط سے جسکو سنبھال کو
 ہاتھ آیا ہکو مال سے کیا جزمال کے
 پھٹکے گا پھر یہاں نہ کوئی چول ڈال کے

لیگانہ کوئی نام بھی میرا زبان سے کرتے ہیں کسکو یاد یہ دنیا کے با لگے
کہتا ہوں تجھ سے میں یہ فنا کان دہر کر سن سب دوست ہیں جہاں میں مال و منال کے
دنیا میں رہ کے مال کی کرنا نہ تو ہوس پہنتے ہیں اُس سے آدمی پھندہ بین جا لگے

اولاد کام آئی تہیہ اب تو نہ مال و حباۃ

جز خاک کیا نصیب ہوا ان کو پال کے

عمر بھر تجکو با و منا سمجھے بے وفاؤں کو آہ کیا سمجھے
عکس تیرا جو دل میں تھا تو اُسے سیزدین جہاں نما سمجھے
لاکھ تخیل کیسی اوی کی آب سمجھے نہ ہم ہوا سمجھے
یہ طلب ہم جہاں ہی پر اسرار جزا خدا اسکو کوئی کیا سمجھے
صاف چھپتا نہ سامنے آنا یہ ادا تیری کوئی کیا سمجھے
اہل دنیا تو بہین غرض کے مرید اور ہم اُنکو آشتا سمجھے
حبس نسوان کی ہم نے کی تائید ستم قاتل کو ہم دوا سمجھے
جہل ہے موت اور علم حیات قطعہ ہم انہیں کو فنا بقا سمجھے
مفسی مال - عزت و ذلت سب کو اعمال کی جزا سمجھے
آئی جو کچھ بلا تو اس کو بھی اپنے کرتوت کی سزا سمجھے
اپنے ہاتھوں سے آپ کو میٹا اور پھر چرخ کی جفا سمجھے
شیخ کو اپنے کشف پر ہے جو نماز قطعہ تو بتائیں وہ خود کو کیا سمجھے
ہم سے پوچھیں تو صاف کہیں سب کو ہم ہیچ ماسوا سمجھے
نہ کیا شکوہ قصاف و قدر غنم کو راحت کا پیشوا سمجھے

کیا خودی نے ہمیں کیا یہ خود کہ ہمیں آپ کو خدا سیجھے

اعتقاد و سنا اٹھا ہے محب

اودو محبت کو بھی دے سنا سیجھے

جو شرع و عہد شباب دیکھئے کب تک سکر
ریت کو روٹی نہیں سہ پہ بھی ٹوٹی نہیں
بے ہنری سے ہم جن اتہو جو غور زیست
تھک گئے سب چیخ کر جو نہ چلی کان پر
قہر اودو ہائے پیگ و دھن بایں ہرین ایک
سختی قید و دام جھیلتی ہیں تابہ زیست
سچ ہے بہت پائدار جھوٹ ہے ناپائدار
چھپ گیا خورشید علم غفلت و غور ہے
کل جوستے تختہ کل مستحضر ہر آج ہرین
دید کے ہرین منتظر ہرین چشم ہرین
عیش ہرین سرست ہرین پاک کے یہ دولت ایر
سب سہ نظر کا فریب اصل بیان کچہ نہیں
علم سے سیراب ہے صورت پنچا سب بھی
صحت و تعلیم سے عورتین محرم ہرین
پچھلی عقل و مائے آتی ہو کچھ دیر میں
عیش کو کرتا ہے تلخ روز جسنا کا خیال

اُب پہ قائم حجاب دیکھئے کب تک ہے
ہند کی حالت خراب دیکھئے کب تک اس ہے
بند صناعت کیا باب دیکھئے کب تک ہے
قوم پہ سرست خواب دیکھئے کب تک ہے
ہم پہ خدا کا عتاب دیکھئے کب تک رہے
عورتوں پر یہ عذاب دیکھئے کب تک ہے
جھوٹ سے دو کا میاب دیکھئے کب تک ہو
جہل کا چھایا سحاب دیکھئے کب تک رہے
پولٹیکل انقلاب دیکھئے کب تک ہے
رُخ جو تہا سنے نقاب دیکھئے کب تک ہو
نشہ جام شرب دیکھئے کب تک ہے
سانے اپنے سرب دیکھئے کب تک ہو
جہل میان دو آب دیکھئے کب تک ہے
حبس و دامی حجاب دیکھئے کب تک ہو
خلم بر آتش کباب دیکھئے کب تک ہے
خون صاب و کتاب دیکھئے کب تک رہے

کان جس پر ہین اب منتظر کو ج ہین حالتِ پادِ رکاب دیکھئے کب تک رہے
 پنڈِ محب سنتے ہی کھاتی ہے بل مثلِ مار
 قوم کو یہ پیچ و تاب دیکھئے کب تک رہے

ہماری قوم بھی صندی بڑی ہے پرانی ریتِ رسمون پر اڑی ہے
 نہیں آسان کچھ ہمدردی قوم یہ رستہ سخت ہے منزلِ کرٹی ہے
 بڑھی جاتی ہین آگے اور توہین مگر یہ قوم ہی پیچھے پڑی ہے
 غضب ہے سادگی ان لیڈیوں میں نہ سرمہ ہے نہ مستی کی دہری ہے
 ترقی کر رہی ہین اور توہین ہماری قوم مٹہ نہکتی کھڑی ہے
 یہ نظم بے بہا نایاب و نادر قطعہ مسلسل ایک موتی کی لڑی ہے
 نہیں الفاظ یہ کاغذ پہ ہین پھول نہیں یہ بیٹا پھولوں کی جھڑی ہے
 ہمارے حال پر روتا ہے میرا ابر نہیں برساتِ اشکون کی جھڑی ہے
 حیا تہذیبِ عفتِ علم و دانش کوئی ان سے بھی بہتر چلاڑی ہے
 نہیں ممکن رہین اک حالِ چرم زمانہ کو تغیر ہر گھڑی ہے
 نہیں پابندیِ اوقات سے کام تو پھر پاکتِ مین کیون جیسی گھڑی ہے
 مرے سر کی قسم کچھ تو بتاؤ یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

محب یہ قوم کیا آگے بڑھے گی

نقصِ مینِ جہالتِ مینِ گڑی ہے

تفس ہی مین گئے ہم جھوٹ کر بھی نہ کام آئے ہمارے بال و پیر بھی
 مسلمانوں گھٹے تم بڑھ گئے غیبر تمہیں ہے دین و دنیا کی خبر بھی

بلاے جہل سے چھوٹے گاک بند
 کبھی اس رات کی ہوگی سحر بھی
 بشر کیا جز خدا ہیں سب ہی فانی
 زمین بھی چرخ بھی شمس و قمر بھی
 یہ ہے تاثیرِ آہ اہل زندان
 کہ چیخ اٹھے ہیں اب دیوار و در بھی
 فرشتہ سے ہی انسان ہے برتر
 جو دل ہے پاک نیست ہی نظر بھی
 ثبات و صبر سے کرتے ہیں جو کام
 وہ پاتے ہیں ریاضت کا ثمر بھی
 پر ہی بھی بیچ ہے بے حسن سیرت
 جو ہو صبر و استقامت تو ہو علم و ہنر بھی
 بھلنا کیون ہے داعِ ظُلم کو دیکھ
 اسی دل میں ہے جنت بھی سقر بھی
 نہیں ہے جز خدا بلکہ کسی سے
 امید نفع بھی خوفِ منہر بھی
 اسی کو شکر ہم کہتے ہیں جس میں
 زبان بھی ہو معانی بھی اثر بھی

محب وہ قوم کا ہے جو پئے قوم

لٹا نا گھر بھی ہے دیتا ہے سر بھی

صد فانی ہاتھ کی دل بھی جگڑ بھی دیکھتے جاتے
 جو وہ دم بھر ٹھہرتے قص سر بھی دیکھتے جاتے
 پیرِ عشق لکھ کر آپ تو دنیا سے جاتے ہیں
 ذرا اس سم قاتل کا اثر بھی دیکھتے جاتے
 لگایا بارغِ نسوان ہم نے کس منت ریاضت
 یہی حسرت رہی دل میں مگر بھی دیکھتے جاتے
 نہ کرتے راہِ گم یہ وہ رداہِ منزلِ سستی
 اگر زیرِ قدم بالائے سر بھی دیکھتے جاتے
 یہی تعلیم ہوتی رفتہ رفتہ زہرِ نسوان
 حسیں و مین اگر علم و ہنر بھی دیکھتے جاتے
 ہماری نظم کی محی وادِ دینی اہل جوہر کو
 جو آئے تھے تویرِ سلک گہر بھی دیکھتے جاتے

فلک تک اڑ کے ہم جاتے نہ گرتے یوں محب ہرگز

اگر طاقت بھی اپنی بال و پو بھی دیکھتے جاتے

گو حسن بین یہ عورتیں بہتر ہیں پری سے
 کیا غرض نظر عورتوں ہی کے لئے آیا
 منطق سے وہی کرتے ہیں پردے کی حاشیت
 پردے سے عدم کے یہ گل آئینیں باہر
 رو کے بہت آنے چرخ فلک سوزیہ نالہ
 ہر قوم کو لازم ہے ترقی و متنزل
 اس دفتر نے رکھا ہمیں ہر نگاہ سے محفوظ
 اک ہم ہیں کہ خود اپنے ہی گھر سے بینیت
 ہمدردیتوں کے ہیں وہ حامی ملت
 چل دلو بچا کر کہ ہزاروں ہیں سہرا
 پتھر کے کھلیجے ہوں تو تاشیر ہو گین کر
 میدان ترقی میں بڑھی جاتی تین تو میں
 تھاپہ بردہ نسوان رہہ تسلیم میں حائل
 یہ بھیجید کھلا ہم کو محب پردہ درسی سے
 اہل علم و فضل و دانش سے مگر نفرت رہی
 گر ہماری بیقراری کی یہی حالت رہی
 نام کو بھی اب نہیں باقی کوئی غیرت رہی
 ہم میں باقی کیا سلف کی اب کوئی جرات رہی
 عیش و عشرت میں بھی محنت کی اگر عادت رہی
 جابلوں کی صحبت جسے انہیں رغبت رہی
 خود تڑپ کر آپ سینہ سے نکل جایگا دل
 کر دیا دوبار نے افسوس کیا ذلت پسند
 ناخلف اولاد سے ملتا ہے نام اجداد کا
 جھیلنے میں سختیوں کے کچھ تو ملتی ہے مدد

حیوان سے بھی بدتر ہیں مگر بے ہنری سے
 مردوں کی ہنرین روک کوئی بنظر ہی سے
 مس جن کو انہیں علم بہی نظری سے
 گر فائدہ ہوتا نہ کوئی حب لوہ گری سے
 اب ضبط کی طاقت نہیں در و جگری سے
 ثابت ہوا ہر ماہ یہ دور قمری سے
 اتنا تو ملا پھل یہ ہمیں بے غم ہی سے
 اک وہ ہیں کہ آگاہ ہیں خشکی و تری سے
 جوان کو چہوڑاتے ہیں غم بے پداری سے
 غنچہ یہی کہتا ہے نسیم سحری سے
 نالوں کا بھی دل ٹوٹ گیا بے انہی سے
 ہم منزلوں پیچھے ہیں ابھی بیغبری سے

۱۵
 قل للمؤمنین
 سورہ نور

یاد رہتا کون ہے جز خاندانِ ملکِ قوم
خدمتِ قومی سے بڑھ کر مستقل خدمتِ ہر کون
دفعہ درونِ مینِ اک مسلمان بھی نہ آئینِ نگاہِ نظر
خوش نصیبوں کے گردون مینِ ہنِ برتری ہر ہن
علم و فضل و خلق و تہذیب و تمدن کہو چکیں
آپ کی الفت مین مین تو جانِ دل بھی دیکھا
ہر فضیلت کے لئے آزادی و نیتِ ہر شرط
جب سے سیکھا ہے محب یہ ترک خواہشِ کامل

کیا کہوں تم سے کہ کیسی روح کو راحت ہے یہی

اب تو نقابِ روئے منور اٹھائیے
جو رو جفا و غمزدہ دلبر اٹھائیے
کانسے سرِ غرور کے کھاتے ہیں ہٹو کرین
یارِ ب! یہ صغف اور یہ پھراس پہ بارِ غم
تنکا بھی بار ہوتا ہے احسان کے نام سے
کھانے کو گھر مین سو تو کمانے کو ایک ہو
منا ہے انقلاب مین جب سازشوں کو
مشتاقِ دہ کو نہیں اب تابِ ضبط و صبر
ڈھونڈے سے حق بھی ملتا ہے ان جتنو کو
خادی مین خچہ کرتے ہو لاکھوں عیشِ محب

پھر ایک بار فتنہ محشر اٹھائیے
مر جائیے قدم سے نہ اب سر اٹھائیے
سر کو جب کائیے نہ یہاں سر اٹھائیے
جو اٹھ سکے نہ بوجہ وہ کیونکر اٹھائیے
مر جائیے پہاڑ نہ سر پر اٹھائیے
بارِ عیال و بارِ برا در اٹھائیے
بیٹھے بیٹھائے اور کوئی شر اٹھائیے
زانوئے شرم سے تو ذرا سر اٹھائیے
کیون مفت بار منت رہے سر اٹھائیے
بچوں کی تربیت مین ہی زرا اٹھائیے

ہم نہ چہوٹے اس بلا سے کس غضب میں پڑ گئے
جو کہ ماں جاہ و غرت کی طلب میں پڑ گئے
حیث ہے لیکن مسلمان ہی عقب میں پڑ گئے
تھلکے اکبار کی شام و حلب میں پڑ گئے
باہمی کیا تفرقے ملک عرب میں پڑ گئے
وہ نہ ابھرے پھر جو گرداب سبب میں پڑ گئے
بحث پردہ چہیز کر ہم کس غضب میں پڑ گئے
درس سے جب اٹھے علم ادب میں پڑ گئے

کچھ نہ سوچے عشق زلف لعل لب میں پڑ گئے
اُن سے ہو گی خاک کوئی خدمت اہل وطن
بڑھ گئے آگے علوم مغربی میں گہر تک
کوہِ مردہ سے اٹھی جب گو نجاتی آواز حق
لے چکے تھے یہ مسلمان ساری دنیا کو مگر
فلسفی کیا ڈھونڈتے ہیں علتِ بجا و خلق
ایک ہم ہیں اور ہے چاروں طرف ختمِ خلق
فلسفہ کو ان بیوں سے کب ہو امیدِ کمال

فائدہ کیا قوم کو ان اہل دولت سے محب
ہاتھ آیا مال تو عیش و طرب میں پڑ گئے

جو اپنی جان سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر چلے
اُٹھے جو بیٹھکے مجلس کو ہم رولا کے چلے
نہ چونکنا تھا نہ چونکی بہت جگا کے چلے
کہ عورتوں کو ہم اس قید سے چھڑا کے چلے
خطر کی راہ میں بھی ہم قدم جما کے چلے
یہ گل چین میں جو اسے تو منہ چھپا کر چلے
جو سازشوں سے بہت آپکو بچا کے چلے
جو یادگار کوئی حسیہ کی بنا کے چلے
فقیر قوم کے اپنی صدا سنا کے چلے

رہ طلب میں تری وہ قدم بڑا کے چلے
ہمارا بزم میں آنا ہے درد کا آنا
عدم کو جالتے ہیں اسے قوم اب خدا کا
ہمیں نجات کا کیونکر لیتیں نہ ہو زار ہا
ترے کرم سے یہ پر خیز گھاٹیاں طو کین
ہزار حیف رہے پردہ عدم میں نہان
بچے وہی ہیں تغیر سے اہل کار یہاں
اسہنیں کو رکھتی ہے کچھ یاد خود غرض دنیا
اب اختیار ہے اُنکو کہ وہ سینہ نہ سین

لگائیں مرد بھی مہندی زمانہ پن ہے یہی
دراز علم کی منزل تو عمر ہے کوتاہ
بچے گا اب نہ یہ پردہ کوئی بجائے ہزار
کسی کے روکے سے رکھو ہین کب جل کر شکار
لیانہ ہینے کہی جنگ بین بھی کر سے کام
وہی ہے رہبر کامل روش سے جو اپنی
رہے نہ بعد فنا بھی کوئی نشان باقی
خیال خام ہے اہل جہان کی الفت کا
گئے بلائے جو عشر میں حامیان حجاب
یہ غوان کس لئے نوشاد کو حنا کے چلے
رو کمال میں روہ قدم ہڑا کے چلے
کہ آگ پہوس کی مٹی میں ہم لگا کے چلے
جوائی موت تو خود سامنے نقصان کے چلے
چلے جو چال تو دشمن کو بھی بتا کے چلے
روہ نجات کا ہر پہیچ و خم دکھا کے چلے
ہم اپنے نقش قدم آپ خود مٹا کے چلے
جی حد ہر کی ہو اساتقہ یہ ہوا کے چلے
تو منہ چھپائے ہوئے سامنے خدا کو چلے

خدا بجائے شرارت سے اہل شر کے محب
کسی کے گھر میں جو آئے تو گھر جلا کے چلے

ریخ و تکلیف ہی میں یاد خدا آتی ہے
خبط پردہ کا ہے زور وں یہ بتا لے بقراط
ان حسینوں کو تو آتا نہیں کچھ علم ہند
آہ بیوہ سے لرزتا ہے جو عرش اعظم
خاک میں بل کے بھی ہم قید تھے چوڑے فلک
چمن و ہر سے کیا کام ہے ہر کو صیاد
حسب نہ ان پکڑی لائے معقول دلیل
ان حسینوں کی بھی کچھ چاہیے تعلیم صمد
عالم یاس میں ہر لب پہ دعا آتی ہے
اس مرض کی بھی تجھے کوئی دوا آتی ہے
اک لگائی انہیں ہاتھوں میں حنا آتی ہے
ہند پر روزِ نئی ایک بلا آتی ہے
لحد پردہ نشین سے یہ صدا آتی ہے
اس قفس تک نہیں گلشن کی ہوا آتی ہے
یون تو ہم کو بھی کوئی بات بنا آتی ہے
نہ حیا آتی ہے ان کو نہ وفا آتی ہے

۴
فیضانِ عامون بیچند
دلیہ و جہانستان
میں آسکون مولا
بیتِ جہان

نفیست و کاہلی و خسر رسوم آیا کیا کہین عیب ہم اپنے کہ حیا آتی ہے
 قوت و مان جاہوت نہیں کچھ کام آتے شیر کی طرح چھپشکر جو قصا آتی ہے
 رنگ ناسخ کا اور نا تو محب ہے آسان
 حضرت داغ کی کب طرزا د آتی ہے

غیر تو محنت سے خود علم و ہنرمین پڑ گئے پر تعصب سے مسلمان ہی صغیر میں پڑ گئے
 عورتوں کو دیکھ کر آیا بیخود کا خیال حلقہ زنجیر غرض پائے نظر میں پڑ گئے
 مصلحی ان قوم کو لازم ہے عالی ہمتی مرد میدان ہوں وہی جو خود خطہ میں پڑ گئے
 کس قدر مہلک اثر تیرا ہے اوقات شراب تو لگی منہ سے اُدھر پھوٹے جگر میں پڑ گئے
 یہ نزاکت عبرتوں کی قابل افسوس ہے جب چلیں اک گام تو سب کمر میں پڑ گئے
 کرم خوردہ بودین ہے مضحل مان کا اثر پیڑ پر مردہ ہوئے کیڑے شرمین پڑ گئے
 دیکھ کر ان مہوشوں کو قید میں دم توڑتے داغ حسرت سیئہ شمس و قمر میں پڑ گئے
 کچھ نہیں جوتا دوا سحر و دعا سے فائدہ حلقہ تقدیر جب پائے اثر میں پڑ گئے

خاک در د قوم کو مرحم سے تسکین ہو محب

سینکڑوں ناسو جب گھرے جگر میں پڑ گئے

ہے بند زبان صد مہم کہہ نہیں سکتے کیا دل پہ گذرتا ہے الم کہہ نہیں سکتے
 کہہ سکتے ہیں غیروں سے کہاں در دل اپنا تم سے بھی تو ہم قصہ غم کہہ نہیں سکتے
 لب سل گئے منہ بند ہوا دوائے مصیبت اب منہ سے بھی ہم حرت ستم کہہ نہیں سکتے
 جنت بھی جہنم ہے جو حوریں ہوئیں جاہل دوزخ کو تو ہم باغ ارم کہہ نہیں سکتے
 سنان کی جہالت ہی سے ہر قوم بہ مردہ کیا جہل کا مہلک ہے یہ کم کہہ نہیں سکتے

پر شیخ سے یہ سر قدم کہہ نہیں سکتے
 کچھ حال عدم نقش قدم کہہ نہیں سکتے
 کیون بت کو خدا اہل حرم کہہ نہیں سکتو
 صیاد اسے ہم بقسم کہہ نہیں سکتے
 ہے بند زبان حال عدم کہہ نہیں سکتے
 کیا قہر ہے پردہ کا ستم کہہ نہیں سکتے
 اس سے تو ہم اک حرف بھی کہہ نہیں سکتو
 اور آپ کو ایک بات بھی ہم کہہ نہیں سکتو
 اجداد کا ہم جاہ و حشم کہہ نہیں سکتے
 یہ راز نہایت اور سے ہم کہہ نہیں سکتے
 حق بات بھی کیا اہل قلم کہہ نہیں سکتے

حادث ہیں ہمیں اور ہمیں آپ ہیں دائم
 بیٹھے تو سر راہ ہیں منزل کو بتانے
 جب دیر و حرم دو نو میں ہے ایک وہی بت
 کیون پوچھتا ہے درد دل اہل قفس تو
 غنچوں کے تبسم کا کھلا اب تو یہ عقدہ
 گھٹ گھٹ کے مکاؤن میں ہی کہتی ہیں نسوان
 پردہ ہے بڑا کاٹ لین موجود زبان ہو
 یہ ظلم تو دیکھو کہ کہیں آپ ہزار دن
 ادب ارمین شیخی جو سمجھتا ہے زمانہ
 اللہ کے گھر بھی وہی بت پوچھتا ہے اسی شیخ
 اندھیر ہے آزادی تحریر بھی چھینین

پڑ جائے محب فضل دہن پر نہ ہمارے

اس خوف سے ہم درد و الم کہہ نہیں سکتے

زمین و آسمان کو ہم بجاتے اپنی آنکھوں سے
 انہیں ہم قوم کی حالت دکھاتے اپنی آنکھوں سے
 اگر غفلت کا پردہ یہ اوٹھاتے اپنی آنکھوں سے
 قدم ایسے بزرگوں کے لگاتے اپنی آنکھوں سے
 جو یہ یورپ کو جا کر دیکھ آتے اپنی آنکھوں سے
 یہ بہتر تھا کہ دو نو آزماتے اپنی آنکھوں سے

غم ہم قوم میں طوفان اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
 خدا قدرت جو دنیا غیر کے دل میں ساؤ کی
 رہتا جس دائم پردہ نسوان کہہ باقی
 حرم کیا دیر میں بھی ہم جو پاتے اہل دل کوئی
 نہ ہوتے علم و آزادی نسوان کو کہہ دشمن
 پسند غیر کیا الخمی ب زو جد و شوہر

ہے خاک مثل شیشہ ساعت بھری ہوئی
دل میں ہے کیا شراب محبت بھری ہوئی
رگ رگ میں آپ کے ہے شرارت بھری ہوئی
دل میں ہے اے فلک یہی حسرت بھری ہوئی
دل میں ہمارے آپ کی الفت بھری ہوئی
دنیا کی نعمتوں سے طبعیت بھری ہوئی
ہے آپ کے دماغ میں وحشت بھری ہوئی
اب تک ہے کیا سرون میں امداد بھری ہوئی
ہے آجکل تو شہر میں خلقت بھری ہوئی
ہے کو پری میں ان کی حماقت بھری ہوئی

کیا چرخ کے ہے دل میں کدورت بھری ہوئی
تیرے خیال ہی میں ہر دن رات بھڑکتی
لے لیتے ہر بات میں کیا دل میں چٹکیاں
بعد فنا ہو خاک مری گرد کو سے یار
کرتی ہے دم بدم خم سے کی طرح سے ہوش
واعظ کہی نہ آگے گی حورو بہشت پر
کیا بدظنی ہے رکھتے ہیں زن کو نفیس میں بند
افلاس میں بھی عٹا ٹھہ امارت کے ہیں وہی
لازم ہے یہ صفائی کا جو خوب انتظام
قید و دام پر ہے بہت جنگ و خروار

شیشے میں جسطح سے بھری ہو محبت شراب

دل میں ہے اس طرح سے محبت بھری ہوئی

اور یہ ارمان بھی سب خاک میں مل جائیگے
کیا ملین گے آپ جب ہم خاک میں مل جائیگے
ڈھونڈو نہ پارہ و نکو سب افلاک میں مل جائیگے
جو ہمارے سینہ صد چاک میں مل جائیگے
قطرہ ناپاک بھر پاک میں مل جائیگے
ڈھونڈو لا کہوں دشت و دشتناک میں مل جائیگے
ایک دن وہ ہم ہیں جن کی تاک میں مل جائیگے

دل کے ٹکڑے سینہ صد چاک میں مل جائیگے
آپ کو ملنا ہو گر مل جائیے وعدے ہیں کیا
خاک ہونے پر بھی مٹتا ہے کہیں جن میں حال
خارج حسرت وہ گلون میں کیا ملین گر بلبلا
ہم گنہگاروں کی بھی دھو جائیگی آلائشیں
ایک بمنوں ہی نہ تھا کچھ خار دار عشق میں
دامن کو شش برچھوٹے لاکھ پردوں میں چین

کیون مٹانے کی ہمارے سعی کرتے ہیں عدد
کیا مینگی میٹرک والوں کو اعلیٰ اخذ متین
ڈھونڈ ہیئے تو دونوں عالم کو صفات نیک ب
کب وہ جوہر حرج کی تیغ بگالی مین ملین
آپ ہم غفلت سے اپنی خاک میں مل جائینگے
عہد ہائے خطا رسانی ڈاک میں مل جائینگے
ایک بحر عشق کے تیرا کہ میں مل جائینگے
جو تمہارے ابرو سے سفاک میں مل جائینگے
وصل کی درخواست پر وہ ہنکے کہتے ہیں محب
حشر کے میدان دہشت ناک میں مل جائینگے

کیون بنائے دل تبون کر اے خدا فو لاد کو
انتظار زنج ہے اب موت سے بھی سخت تر
بھول جاتے ہو ذرا سی دیر میں وعدہ ہی تم
ایک شے کی بھی حقیقت سے نہیں واقف ہیں ہم
کم نہیں فتر سے بچو غیر سے ان کے کلام
کیا بچے گی وہ عمارت کیسی ہی مضبوط ہو
اس جہن میں اُس کے قامت کی نہیں کوئی نظر
اور حیا و نکمے میں افعال و فطرت متقل
نہج کو بلو اگر کہا گس نے بلایا ہے تہین
دل میں رہتا ہے تصور یار آسمانوں پھر
وائے حسرت نزع میں بھی دیکھئے آنکھ وہ
بھول جاتے ہیں زمانے کے غم و رنج و الم
کیا پُرانے آہ میں نالہ میں ہے باقی اثر
کیا اثر ہوں ان پر اپنے نالہ و فریاد کے
دیکھئے کب چھوٹے ہیں ہاتھ سے صتیاد کے
کس سے شکرے کیجئے جا کر تمہاری یاد کے
جانتے ہیں خاصے کچھ آبِ خاکِ باد کے
کون لے احسان سے پر نشترِ فضا و کے
کہو دے والے ہوں لاکھوں جب کی بنیاد کے
ہیں کہان بولے سے وہ قدر سرور کشمشا د کو
ہیں مگر کتنے مخالفت فعل آدم زاد کے
وائے شمس میں کہان لائق تھا انکی یاد کو
جاگ اٹھے ہیں نصیب اس خاند برباد کو
خاک میں سبل گئے ارمان دلِ ناشاد کے
یاد آتے ہیں مزے جب آکی بیداد کے
کیجئے انداز پیدا اور کچھ فساد کے

روز گھٹتے ہیں غلامی سے غلاموں کو دماغ
ایک دن وہ تھا کہ ہم کرتے تھے غیر دن کی بڑ
خاک وہ تعلیم ہے جس سے نہ ہوں عالی دماغ
ایک بھی دیکھا نہیں ایسا مصور ملک میں
اٹھ گئے موجد رہے باقی لکیر و نکتہ فقیر
ہم پھرین آزاد باہر دوست اندر قید ہوں
اور آزادی سے بڑھتے ہیں قوا آزاد کے
ایک دن یہ ہے کہ ہم محتاج ہیں امداد کے
پیٹھ پر لاتے ہیں یورپ کے کتابین ملا کے
نام کا لون سے سنے ہیں معنی و ہیزاد کے
حوصلے ہی اب نہیں انکو نئے ایجاد کے
دیکھ لے جس نے نہ دیکھے ہوں جگر نولاد کے

شاد تھے بے فکر تھے آزاد رہتے تھے محب
آب دانے نے پھنسا یا دام میں صیاد کے

رہا حجاب تو اس شوخِ فتنہ گر سے بچے
تمہارے ہجر میں کس طرح رات دن مہجور
غضب کا سحر ہے نظروں میں ان جینونگی
بقائے روح کے قائل نہیں ہیں جو داغ
بھلا ہے خیر کا انجام اور شر کا بُرا
بنائیں ماؤں کو لالین کہ قوم ہو لالیں
تمام عمر تو بچتے رہے محبت سے
نگاہ ناز کے چلتے ہیں تیر ہر جانب

دہی، ہیں قابلِ الفت جو بے غرض ہیں محب

بشر کو چاہیے ہر خود غرض بشر سے بچے

اُس نہ کامل کی کچھ تصویر پہلے اور تھی اب کمالِ حسن ہے تصویر پہلے اور تھی

کر دیا ہر بار کے آنے نے خود مجھ کو حقیر
بتلائے عشق ہو کر ہم نے سبھا را از عشق
پہلے ہوتے تھے خفا اب بات ہی کر نہین
دیکھ کر تصویر مجھ مہجور کی اس نے کہا
بیٹھتا تھا پاس میرے آ کے خود وہ سنگدل
اب کہاں پہلے سے وہ اُن کے غمِ دیا کُم
مجھ سے رہتے تھے مخاطب غیر سُرورِ تہن
ڈھونڈتے دنے دانہ گئے تھے دام میں بھونڈ گئے
وہ شجاعت ہو کہاں کس کو امید ملک ہو
اب تو قوم و ملک کی طرز تمدن سے جدید

تیری مجلس میں مری تو قیر پہلے اور تھی
اب بیان کچھ اور ہے تقریر پہلے اور تھی
اب سزا کے موت ہو تعذیر پہلے اور تھی
اس کی یہ صورت ہے اب تصویر پہلے اور تھی
آہ میں نالہ میں کچھ تاثیر پہلے اور تھی
کیجئے تدبیر کیا تقدیر پہلے اور تھی
اُن کی نظروں میں مری تو قیر پہلے اور تھی
اب تمنا اور ہے تدبیر پہلے اور تھی
ما تھ میں لوہا ہے اب شمشیر پہلے اور تھی
اس عمارت کی مگر تعمیر پہلے اور تھی

پہلے لکھتے تھے محب تم تو محبت کے خلاف

اب مضامین اور ہیں تحریر پہلے اور تھی

بِالْخِیَرِ

قصائد

قصیدہ قومیہ

آج کیا بلی ہوئی ہے باغِ عالم کی ہوا
 سرد آہیں و مہم بھرتی ہے گلشنِ مینِ نسیم
 غنچہ ہائے نوشگفتہ کے گریبان چاک ہیں
 سر و صفت بستہ کھڑے ہیں قریبِ ہینِ نوحہ خواں
 سو کھ کر کاٹنا ہینِ غم سے نو نہالانِ چمن
 خونِ روتی نرگس بیمار ہے چکی کھڑی
 غنچہ بستہ کے منہ پر ہے کیا مہرِ کوی
 نام کو باقی نہیں پتہ درختوں میں کہ ہیں
 گر رہے ہیں بول بون بادِ خزانِ سودِ مہم
 خشک پتے اڑ کے گرتے ہیں تو ہوتا ہو گا
 عشقِ سچاں رنج سے کیا کھانا ہو سچ و تاب
 زرد پتے جھڑ رہے ہیں نخل سے گلہ زوار
 ملیانِ مہندی کی لولی ہیں خزانِ نرِ اسقدر
 آندھیاں بادِ خزان کی چل رہی ہیں جا بجا
 خاک اڑاتی پھرتی ہے صحنِ گلستانِ صبا
 ٹکڑے ٹکڑے ہیں گلون کو دہن و حیثِ قبا
 صحنِ گلشن ہو گیا ہے سر بسرِ ماتمِ سرا
 ایک خارستان ہے جو بلوغِ تھا پو لا پھلا
 اور ملتا ہے کفِ افسوس ہر برگِ حسنا
 دردِ دل اپنا نہیں کہتا صبا سے بھی ذرا
 خشک شاخوں کو کہیں گر شاخ آہو ہو جا
 جیسے گرتے ہیں زمین پر دھڑ سے سر و قشقا
 پھیکے ہیں صیاد نے پر مبلوں کے جا بجا
 خونِ دل داغِ جگر غم سے ہوا لہ کی غذا
 پاپٹنے آگ کے لائی اڑا کر ہے ہوا
 نام کو باقی نہیں انہیں ہے پتے کا پتا

دوش پر سنبل کو بھی موئی پریشان میں مابل
 زگس بیار کی آنکھیں تپ غم سے بین زرد
 سر کو مسکتے ہے قمری کی زبان پر ہے فغان
 ضعف دل سے دست دپائے ہر شجر پر وعشہ
 دامن گلھائے رنگین ہیں سرخفک خون سحر تر
 دمبدم آتا ہے سوسن کی زبان پر یہ سخن
 کہتی ہے بادِ خزان گو بخش گل پشمرہ میں
 آمدِ فصلِ خزان ہے رخصتِ مصل بہار
 کو کس رخصت کج رہا ہے وقتِ رخصتِ قریب
 ناہائے عندلیبان چین سے باغ میں
 جینج سے طائوس کی ہٹا ہے ہر غنچہ کاہل
 یاس سے لکٹی ہے زگس بیلون کی صورتیں
 کیا قیامت کی سحر ہے آج باغ و ہر میں
 آفتاب صبح کا منہ فنی ہے رنگت زرد ہے
 ہے فلک پر لالہ بزمِ مردہ مریجِ فلک
 کیا غم و اندوہ سے تاروں کی رنگت ہو سیاہ
 مشتری جرج کہودی بظلمہ آتی ہے یون
 سرخ ہے رنگِ شفق سے چہرہ مہرِ منیر
 نسر طائر بھی فلک پر نوجا ہے بال و پر

سر سہر ہیں گیوے سپان بزمِ گارِ زرد
 کیا بچے گی اب تپِ محرق میں جب یقین ہو
 ہونٹ نیلے پڑ گئے سوسن کی کیا کچھ دوا
 احتراقِ خون سے لالہ کا جگر ہے پتک رہا
 چشمِ بلبل سے ہے جاری خون کا اک زربا
 کون اس گلشن میں ہے جسکو نہنیں آخر فنا
 اُس بہار چند روزہ پر عبث تو شاد تھا۔
 انقلابِ باغ عالم دیکھو عبرت سے ذرا
 بلبلین ہیں ہم بھنسل گل سے بصد آہ و بکا
 بزمِ ماتم کا سامن ہے جا بجا داحسرتا
 کو ٹیلون کی کوک میں پیدا ہے رونیکی صدا
 سرور پر چھایا ہوا ہے ایک عالم یاس کا
 عندلیبان چین میں شورِ محشر ہے بجا
 باغِ عالم میں گلِ خورشید بھی مرجھا گیا
 ماہ ہے ایک چاندنی کا پھول مرجھایا ہوا
 ہے زمین پر چاندنی کا فرش سارا انگھا
 جیسے پانی میں گلِ مہتاب ہو ٹوٹا پڑا۔
 چشمہ خون میں کنول کا پھول ہے یا تیرتا
 آسمان پر بال کہو لے نوحہ خوان ہو سنبل

سوزِ دل سے سینہ خورشید پر مثل تنور
برقِ غم سے دائۂ انجم میں کہیلوں کی مثال
گردشِ افلاک سے برجِ اسد سے برجِ ثور
جہلم لاتے ہیں چراغانِ فلک وقتِ سحر
خوشہ پروین ہے مثل خوشہ انگوشتک
اس قدر نگین ہے رقا صد چرخِ کبود
ہے زحل کی صورت منخوس بھی اتری ہوئی
کابِ اکبرِ فرطِ غم سے ہے سگِ یولندار
دب اکبر ہے فلک پر ایک خرسِ خوفناک
آسمان کے ہاتھ میں توں قزح کی ہولمان
تیر تارِ بچل چل رہے ہیں ڈر سے سہا ہر فلک
رعد کے نالوں سے ہلجاتی ہر سقوتِ بامِ چرخ
برق کی صورت سے ہے ہر آن ظاہر اضطراب
استقرارِ فلکِ آسمان پر ہے محیط
دور سے اشجار آتے ہیں نظر چو پسیاہ
کالے کالے ابر کے لگے افق میں نہیں
غم سے چرخِ پیر کے دل میں ہیں ناسورِ بہن
جل رہی ہے ہند میں ہر سمتِ عسرت کی ہوا
بہر طرف ہے کیا غمِ افلاس کا ابرسیاہ

تیر گئی بخت سے مہتاب کے رانٹا تو
کشتِ چرخِ پیر پر اوئے گرے پالہ پڑا
تو س گردون سہکر برجِ حل میں ہے چہیا
ٹٹماتا ہے افق میں ماہ کا دھندلا دیا
آسمان پر کہکشانِ جگمگ ہے سوکھی گھاس گل
شادیا نے گائے تو پیدا ہو نوح کی صدا
رجِ غم کیا چہرہ زہرہ پہ ہے چہایا ہوا
کلبِ اصغر آپ اپنی بوٹیاں سے نوجھا
ذوالذنب غیظ و غضب سے ہو گیا ہے ہیر پڑا
کون ہے دنیا میں جو تیر حواشے بچا
سنگِ تشبار سے بچ بچکے چلتی ہی ہوا
بیٹھ جائیں گیندا فلک وہ ہر زلزلہ
اور سوزِ دل سے ہی بے تاب ہر دم ساعقہ
روزِ روشن پر گمان ہے کیا شبِ دیکور کا
کو کلا پتھر کا کہنے کوہ کو تو ہے بجا
کارِ دیودن کا کوئی لشکرِ فلک پر ہے چربا
میدنِ برستا ہے کہ ہریہ بارش تیرِ قضا
پھائی ہے کیا گلشنِ اسلام پر غم کی گھٹا
آندہ بیانِ اودبار کی چلتی ہیں ہر سو جا بجا

موجزن ہے قلم رشک و محض غضب
 اٹھ رہا ہے ہر طرف پر خوف طوفان فلق
 قہر باری کے فرشتے سر پہ منڈلا رہیں اب
 نکبت و افلاس کی موجیں فلک تک میں بند
 کوہ کو جنبش ہے یا اٹھتے ہیں موجیں پہاڑ
 چل رہی ہے ہر طرف بادِ مخالف میں مین
 گر پڑے سب بادبان ڈھیلے ہو کر جنب بند
 ٹکڑے ٹکڑے ریان پتوار بھی ٹوٹی ہوئی
 ہر تھیمڑ موت کا لاتا ہے پیغام اجل
 دور سے آتا نظر کچھ کچھ ہے موجیں جہاز
 اہل کشتی کا گھر ہے قابلِ افسوس حال
 سونے ہیں مردود سے شہر طین باندھ کر نہوت
 برق کے کرٹکے ہوا کا شور بادل کی گرج
 کچھ کنارے پہاڑ ہیں غیر قوموں کو جولوگ
 دیکھ کر یہ حالت پر خوف سب ہیں مضطرب
 سوچکے بس نیست بھر کر اب نہیں ہو کا وقت
 نیند سے چونکے نہ اب تک سر پر آیا آفتاب
 نیند کے ماتوڑا اوٹھ کر تو دیکھو حالِ تار
 اب کہاں وہ عزت قومی بقول میر درد

سامنے جہل و تعصب کے ہیں گرداب بلا
 جوش پر ہے خود نمائی خود سری کبر و ریا
 قوم کو گہیر سے ہوئے چاروں طرف سے ہر وقت
 ہو گیا وہ قوم کا بیڑا ڈباؤ دیکھنا
 بحر میں ہے یہ تلاطم یازمین کو زلزلہ
 موت کا پیغام لاتی ہے تعصب کی ہوا
 کپل کانٹے ہلکے مستول نیچا ہو گیا
 کثرتِ سوراخ سے چہلنی ہیں تختے جا بجا
 اب بے خصلے کی نہ دم لین کی مہلت ہو دوا
 کوئی دم میں اب ہوا ہوا نیگاہ بے بسلا
 سب کے سب ہوتے ہیں کوئی ہی نہیں جا بجا
 ہے بہت مشکل قیامت میں ہی انکا چوٹھنا
 ہیں بہت پر خوف لیکن کوچوٹھنا کینگے کیا
 اُنکو آتا ہے نظر موجوں میں بیڑا ڈوبا
 چھتے ہیں اور کہتے ہیں بے صداہ و بکا
 اٹھو دیکھو جاوے ہو تم سونے تختِ لشر
 رہ گئے افسوس پیچھے بڑھ گیا سب قافلہ
 اب حکومت ہے نہ دولت ہے نہ عزت کا پنا
 خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اب کہان ہے وہ شجاعت اور عالی ہمتی
 اب کہان جوش اخوت اور قومی اتفاق
 اب کہان وہ صدق وہ حقانیت و عدل و داد
 اب کہان ہمدردی انسان کہان حربے طن
 اب کہان ہین وہ انگین اب کہان وہ دلو
 اب کہان ہے وہ ثبات و صبر و محنت کی خو
 اب کہان وہ خدمت ملت کہان وہ جب قوم
 اب کہان وہ اہل باطن اور وہ ہمدرد خلق
 اب کہان وہ خلق احمد و وہ خوئے حسن
 اب کہان ہین وہ علوم فلسفہ و علم دین
 اب کہان وہ شوق تحصیل کمال علم و فن
 ایک دن وہ تھا سرگردن پر کہتے تھے قدم
 ایک دن وہ تھا کہ تھے تہذیب میں فخر بشر
 ایک دن وہ تھا کہ جھکتے تھے ہارے در پہ سر
 جہل خود بینی - تعصب - کاہلی بعض جسد
 آگس ہے قوم میں خود مطلبی کی سمیت
 کاہلی نے کر دیئے کمر و سب اعضا و جسم
 باوہ عشرت سے کوئی رات دن دبہوش ہو
 ہے کوئی بنت عنب کے عشق میں سرشار و موت
 خنجر برہئے جانان کا کوئی مفتول ہو

بزدلی دون ہمتی اب ہے ہمارا خاصا
 اب نفاق و کینہ و بغض و حسد ہے بر ملا
 عام ہے بغض و تعصب کذب و غیبت افزا
 اب نہ بھالی بہائی کا یا ور نہ بیٹا باپ کا
 اب باقی ہے ادب و العزمی نہ کوئی حوصلہ
 اب تن آسانی قییش سے ہین فرصت ذرا
 اب تو ہے ہر شخص اپنی ہی غرض کا آشنا
 اب ریا کاری کا جب ہے تعصب کی قبا
 اب ہے کج خلقی انانیت و عناکم و ریا
 اب کہ ہر ہین مجتہد عالم - امام و پیشوا
 اب تو دشت زر پر مرتے ہین مدک پر ہین فدا
 ایک دن یہ ہو کہ ہم ہین سر کے بل تحت انتری
 ایک دن یہ ہے کہ دشت میں ہین حیوان ہو سوا
 ایک دن یہ ہے کہ ہم ہین در بدر مشل گدا
 اب ہماری قوم ان امراض میں ہے مبتلا
 اور ہے پھیلی ہوئی نا اقلتی کی و با
 کھل گئے جہل و تعصب - دل کلیجہ پھیپڑا
 کوئی شب کو جاگتا اور دن کو سوتا ہے پڑا
 و خنزیر کی محبت کا کسی کو ہے نشا
 کوئی کشتہ سے نگاہ مار چشم یار کا

ہے کیونکہ یار کی زلفِ دوتا کا لی بلا
دل کسی کا جال میں ہے جھنجھکین کو چھنسا
ہے کوئی بیمار چشمِ نرگس بیمار کا
ہے کوئی چاہِ دقن کی چاہِ مین ڈوبا ہوا
ہے کہیں آنکھوں پہرِ شطرنج چوسر گنجفا
ہے کہیں درِ شراب و کبیراں مہ لقا
ہے طیرون کی لڑائی پر کوئی دل سو خدا
کوئی کنکوون میں اپنی عمر ہے سب کا ملتا
کوئی چکر کا ملتا پھر تاسے کو سے یار کا
اور ہے جوشِ جنون میں کوئی مجنون کو سوا
دیکھتا ہے کوئی در کو ٹنگلی بانڈ ہے کھڑا
پہنک کر گھر دیکھتا ہے سیر کوئی دل جلا
اور عیاشی کے باعث مضمحل ہیں سب قوا
مانگتا ہے ہاتھ اوٹھا کر موسیٰ کی کوئی دعا
ہے کہیں فاقہ پہ فاقہ اور روزہ روز کا
پریت کھوٹی تن پر ہے کسی کو چیت لڑا
بیچکر گھر دیکھتا ہے کوئی نانک جابجا
نقد آزادی ہے اس جس غلامی پر خدا
ڈھونڈتے پھرتے ہیں خدمتِ دردِ بخل گدا

گیسوئے پرخم کسی کے حق میں ہو بارسیا
کا کل شب رنگ کا سودا کسی کے سر پر ہے
ہے کوئی غنچِ دہن کی یاد میں دل سرِ تنگ
ہے کوئی چینِ چین کی موجِ صوفانِ زود
ہے کہیں انیون چاند اور مدک کا مشغلہ
ہیں کہیں سیندی کے جلسے اور کہیں رقصِ سر
جان دیتا مرغازی پر کوئی نادان ہے
کوئی کرتا ہے پتنگوں میں بہت برباد وقت
چھوڑ کر کہہ ہون کا کوئی کرتا ہے طواف
عشق و الفت میں کوئی فریاد کا استاد ہو
روزِ دیوارِ جاناں سے کہیں ہوتا جہانک
گھر لٹا دیتا ہے الفت میں کوئی خانہِ شراب
عشقِ بازی کی بدولت فقرِ فاقہ ہو نصیب
تنگ دستی نے کیا ہے اس قدر جینے کو تنگ
سال بھر بارہ بے ہینے ہے کہیں ماہِ صیام
سر پہ ٹوپی ہے نہ پاؤں میں ہیں ثابت جوتیاں
قرض لیکر کوئی فاقہ مست پیتا ہو شراب
یوسفِ خدمت ہو جو سب کی نظروں میں غنیمت
جان دیتے ہیں غلامی پر ہمارے ہو وطن

غایت تحصیل علم و فضل ہے اب نوکری ہند میں شوق غلامی ہے کہاں تک بٹہ گیا

مطلع

علم سے انسان خلیفہ ہے خدا کا بر ملا
علم والا انسان عالمِ اعلم اسکی شان ہے
علم سے انسان انسان ہو ورنہ حساب اور
بے حصول علم نطق و عقل سب بیکار ہیں
ایک سنگ نائراشیدہ تھا انسان فطرتاً
تھی مگر تعلیم ہی وہ بت تراشیں باہنر
آدمی میں ہے نہان اسطرح و فضل و کمال
تربیت تعلیم سے انسان ہوتا ہو ملک
علم ہی ہے خاتم دستِ میلان جامِ جم
علم موسیٰ نے کیا فرعون کو دریا میں غرق
ساحرانِ مصر پر ہوتے نہ غالب وہ کہی
علم ہی نے دامن عصمت بچایا لوط سے
علم ہی تھا جس نے یوسف کو بٹھایا تخت پر
علم ہی نے حضرت ایوب کو بخشا تھا صبر
علم ہی سے اہل یونان تھے جہان کو فروغ
علم ہی سے مثل یوسف مصر تھا سبکو عزیز
علم ہی سے ہو گیا ملکِ عرب خلد برین
اشرف المخلوق ہو قبضے میں ہے ارض سما
خود کلام اللہ ہے اسکی فضیلت سے بھرا
علم کو کفر و فضل ٹھہرتا ارسطو تھا بجا
بلے مدد علم و ہنر کے عقل سے ہوتا ہو کیا
محض بے قیمت تھا پتھر ایک معدن میں پڑا
جسے پتھر سے بنائے ہیں بتانِ دلر با
کھر درے پتھر میں جیسے لعل ہو کوئی چھپا
اور علم و فضل و دانش ہی سولتا ہو خدا
علم ہی ہے سب کرامات و فسون و معجزا
علم ہی تھا نوح کی کشتی لکھو انا خدا
پاس ہو ہی کے نہ ہوتا علم و فن کا گر عصا
در نہ یوسف ہی تو تھے دل سے زلیخا پر خدا
دہ نہ ہوتا شاہی ہے کب جن صورت سے گدا
علم ہی نے آتشِ غرور کو ٹھنڈا کیا
علم ہی سے تھا دلون میں روم کا سکھ جا
علم ہی سے اہل ایران کا بڑا تھا مرتبہ
ریت کے ٹیلے ہوئے ہم پاپیہ اوجِ رسا

مطلع

جب ہوئے گمبہ میں پیدا حضرت خیر الوریٰ
 اور دُردون لے دکھائی مہر تابان کی ضیا
 اور تہا سر کوہ مکہ ایک بجکا نور کا
 دور تار کی ہوئی ہر جہاں آجلا ہو گیا
 جب جلایا شام میں اسلام نے اپنا دیا
 رخسار گلزارِ ارم تھی سرزمینِ ایشیا
 مصر نے جب شربتِ اسلام کا چمکھا مزا
 جب جہش میں آفتابِ علم چمکا جا بجا
 مشکِ حکمت سے دماغِ اہل چین نافہ ہوا
 خطِ کشمیر سے سیلون تک پہنچی ضیا
 ہند میں چاروں طرف ہر جا آجلا ہوا
 کہانے پینے کے سوا ان کا نہ تھا کچھ مشلا
 آدمی تھے آدمیت پر نہ تھی ان میں ذرا
 نام کو بھی ان میں باقی تھی نہ کچھ شر و حیا
 غرقِ بحرِ جہیل تھے وہ عقل سے نا آشنا
 ہو گیا سیراب جس سے تشنہ لب ہر پانیہ
 نیلے بھر بھر کے پہر اس بحر سے آبِ بقا
 اہل یورپ کو چڑھا پھر علم و حکمت کا نشا

آسمان پر تھا عرب کی سرزمین کا مرتب
 آفتابِ علم سے روشن ہوئے ارض و سما
 چشمہ خورشید تہا وہ خشک میدانِ عرب
 تیرا اسلام کی پہنچیں شعاعیں چار سو
 شامیوں کے دل چراغوں کی طرح روشن ہوئے
 گلشنِ اسلام میں آئی تھی کیسی فصلِ بہار
 بہو لے مصری لذتِ شیرینی قند و نبات
 دم میں غائب ہو گئی تارِ کیسی عصیان و کفر
 چین میں جب مذہبِ اسلام نے رکھا قدم
 جب ہلالِ پرچمِ اسلام چمکا بندہ میں
 ملکِ بنگالہ سے تاجِ گرات پہیلا نورِ علم
 مدتوں سے اہل یورپ پر جہالت تھی ہوا
 وحشیوں سے بھی کہیں بدتر تھیں ان کی حالتیں
 رات دن اشغالِ حیوانی میں کہتے تھے ہر
 علم سے طلب تھا او کو نہ حکمت و غرض
 قلمِ اسلام میں اکبار گئی آیا وہ جو شش
 ہر طرف سے اہل یورپ دوڑے (ایک سب
 بادۂ اسلام سے تازہ ہوئی روحِ فرنگ

ہو گئے ہینار پیتے ہی شراب معرفت
سارے یورپ میں چلا وہ دور صہبا علوم
ساتی اسلام تیرے ہی شراب علم سے
تو نے دنیا سے مٹائے بت پرستی کو نشان
تو نے دنیا سے اُدھائے سب بُری رسوم رواج
تو نے یونان کے چراغ علم کو روشن کیا
ملگیا تھا خاک میں سقراط کا وہ فلسفہ
مٹ گئے تھے صفحہ ہستی سے تاریخ دیر
علم بنیت ہو گیا تھا ایک تقویم کہن
فتیٰ غورت کا نظام شمس تھا زیر حضیض
علم خیرانیہ کی کس درجہ سستی تھی خراب
طب بقراط اور جالینوس کا پوچھو نہ حال
اسکو بخشی تھی مسلمانوں ہی نے تازہ حیات
وہ سدید می وہ نفیسی اور وہ قانون شیخ
وہ اشادات و شفا وہ ابن سینا کے کتب
علم منطق کا تصور بھی نہ تھا کچھ ذہن میں
بعد غزوہ فکر لیکن مذہب اسلام نے
ہو گیا تھا گلشن علم ریاضی پائیمال
گر گیا تھا سب کی نظروں سے بہت نفی

ایک مدت سے غار جیل پہنچ چکے تھے
ہو گئے پیتے ہی جکے زندہ سب مردہ تو
آج یورپ ہے مہذب اور ملک ایشیا
بت پرستوں کو سکھائی تو نے توحید خدا
تو نے دنیا میں بٹھایا سکے خلق و صفا
مدتوں سے جو پڑا تھا ایک کونے میں بچا
جسکو رازی اور غزالی نے زندہ کر دیا
کر دیا اسلام نے یہ دفت کہہ نہا
نور سے اسلام کے پھر وہ ہوشامس الضحا
پایا قدموں سے اسی کے اوسن ہی اوج سما
کر دیا اسلام نے اس خاک کو بھی کیمیا
یہ بیاض کرم حوزہ کس مرض کی تھی دوا
مردہ صد سالہ کو اعجاز سے زندہ کیا
شرح اسباب و علامات اور وہ قانون سچا
مدتوں تک اہل یورپ کے یہی تھے رہنا
جانتا ہی تھا نہ کوئی یہ ہے خادم علم کا
دے دیا منطق کو سب علموں سے اعلیٰ آیت
اہل قبلہ کی ریاضت سے ہوا وہ بھی ہرا
دستگیری سے مسلمانوں کی پہنچا تا سما

ان کے گھر کا علم تھا۔ علمِ دین اخلاق و دین
فنِ تعمیر است میں ان کا ہوا پایہ بلند
خیر ہم ہر علم میں کامل تھے پر اب تو نہیں
جب سے چھوڑا ہم نے دامنِ علوم و فلسفہ
جب سے چھوڑی ہم نے ذرہ محنت و صبر و ثبات

ان کے در کی خاک تھی اک یہ اعظمِ کیمیا
گنبد و محراب کے موجد ہی ہیں بر ملا
گدڑی باتوں کے جتنے سو نہیں کچھ فائدہ
دولتِ دنیا نے بھی ہم سے کنارہ ہو کیا
فقرِ کلیتِ ذلت و خواری میں ہیں ہم مبتلا

مطلع

اب تو ہر دم یہ دعا ہے حق سے باآہ و بکا
دور کر دے قوم سے جہل و تعصب کی بلا
دے اسے شوقِ حصولِ علم اور کسبِ کمال
اس کے دل میں ڈال دے توحیدِ حق و تعالیٰ
دے اسے عبادتِ حق و عشقِ علوم و فلسفہ
دے اسے قومی محبت اور قومی اتفاق
جائیں یورپ کو ہمارے ملک کے سب نوجوان
وہ بھی انگوٹوں سے دکھاوے دن بہین بندھا
شکوہ ہے تیرا کہ دی تو نے ہمیں نعمتِ بڑی
ہے یہ موجودہ حکومتِ غلطی ہمیں
اسکے سایہ میں اگر سیکھیں نہ ہم علم و ہنر
دور کر دے قوم سے یہ پادشاہِ جس دوام
دور کر دے کاغذِ استہزا و تیشِ کمر و زور

رحم کر اس قوم کی حالت پر اسے رب العلی
چشمِ بنیاد سے دیکھ اپنی حالت کو ذرا
ہو مثالِ مادِ نوبڑہ کہ یہی بدرِ الدجے
جان بلب بیاہو اب موت سے اسکو بچا
منا کہ حکمت کا چرتر ہے اکبار کی اسکو نشا
منا قوی ہوں عضوبِ مضبوط ہوں سار تو
اور سیکھ آئینِ وہان سے سب علوم بے بہا
ہوں ہماری قوم کے اس سرِ ادا رکھ پرکھا
ایسی نعمت کا کریں ہم شکر یہ کیوں کر ادا
جس کے انصاف و عدالت کا ہر شہرہ جا بجا
تیر گئی بخت سے دیکھیں گے پھر ہم دن بربا
اور اسمن کی غلامی سے چھوڑا ہوا خدا
منا کہ پیدا ہو ہماری قوم میں صدق و صفحا

قصیدہ وقاریہ

در مدح ہز ایک سلسلی عالیجناب نواب فضل الدین خان ابو الفضل عرف
خواجہ بادشاہ مسکن جنگ افتدرا الملک اقبال الدولہ وقار الامر
معین المہام مال سرکار عالی دامت اقبالہم

گلشن عالم میں ہے چارون طرف فضل بہار
بلبلوں کے بینڈ بجاتے ہیں چمن میں جابجا
کترت برگ و ثمر سے خم نہیں شاخ و دخت
ہیں گلون کے چہرہ رنگین پسورنگ سرور
چہرہ بڑی چلتی ہو کیا بادِ سحر ستانہ دار
اس قدر پہیلی ہوئی ہو تازہ پہولون کی مہک
کیا ریاں پہولون کی ہیں نخل پہ یا گلکاریاں
بلبلہائی گھاس کے تختے زمر کے تخت
موگرہ جو ہی چنبیلی۔ توتیا۔ چمپا۔ گلاب
چومتی ہو منہ گلون کا دم بدم بادِ سحر
آسمان سرسبز ہے ساری زمین ہو لالہ زار
سرو کی فوجیں کھڑی ہیں ہر طرف بانہ بھڑکار
سجدہ شکرانہ میں سے عابد شب زندہ دار
چہچہوں سے بلبلوں کے ہیں عیان نغمہ گزار
ہم لعل گل سے تو غنچوں سے کہی بوس و کند
آسمان سے تازہ زمین ساری ہوا ہے عطر بار
سبز نخل کا بچھا ہے سر فرش یا ہو سبزہ دار
قطرہ شبنم میں یا موسیٰ تجڑے ہیں آبدار
ہر روش کی دونوں جانب دیکھ رہے ہیں کیا
کر رہی ہیں بلبلین کس شوق سے پہولون کو پیار

لڑکھڑاتی پھرتی ہے صحن گلستان میں نسیم
 ہیں کہیں طاؤس اپنی رقص میں خود اس پست
 چھوٹتے تو اسے ہیں کیا چشمہ پر آب میں
 حوض ہیں آب مصفا کے چمکنے آئینے
 سر سے پاؤں تک ہرے ہیں نہ تالان چین
 طح خوان کس کی ہیں یہ سب عند لیان چین
 سر وقد تعظیم کو کس کی کھڑے ہیں سر و باغ
 کس کی خدمت میں ہیں یہ سب قمریان حلقہ گوش
 راہ تکتی ہو کھڑی ہر آن شوق دیدار میں
 ہے وہ نواب اقتدار الملک خواجہ بادشاہ
 نیز بیچ شرافت آسمان عروج و جاہ
 بیچ حاضر میں لکھو وہ مطلع رنگین محب

جھومتی ہیں ڈالیان جیسے نشے میں بادہ خوار
 ہیں کہیں مرغان خوش لحان چمکتے بار بار
 یا کسی عاشق کی آنکھیں ہجر میں ہیں اشکبار
 چشمہ خورشید جن کے روبرو ہے شرمسار
 یا کھڑی ہیں سبز پر یان باغ میں کر کے سنگھا
 گلشن عالم میں ہے گل کون ایسا باد قار
 ڈالیان تسلیم کو جھمکتی ہیں کس کی بار بار
 کس کے خند شکار ہیں شمشاد و سر و جہاں
 نرگس بہار کو کس کا ہے اتنا انتظار
 یعنی فضل الدین خان اقبال دہلیادقا
 فخر اعیان دکن عالی نسب و املا تیار
 رنگ سے جسکے ہو بہیکا گلستان و لالہ زار

مطلع

تو ہے اسے نواب وہ ذی منزلت عالی قدر
 گنبد گردون ہے تیرے قصر کا اک سائبان
 شیر گردون بھی تیرے ڈے سے پھرے چھتاہا
 موج زن ہے دل میں تیرے قلب حرم بطن
 خچ کر دے یہ حرک تو می ترقی کے لیے
 ہے چراغ علم روشن تجھ سے لے مہر سخا

ہے یہ زیبا تیرے زیر حکم ہون چین و تار
 نہ فلک ہیں تیرے بالا خانے کے بالکل
 گرستان میں کرے تو شیر کا قصہ شکار
 مال و دولت چیز کیا تو قوم پر ہے جان نثار
 گنج قارون بھی اگر ہوں پاس تیرے سہارا
 نام سے تیرے ہی قومی مجلسوں کا افتخار

رشک لندن ہو یہی اُجڑا ہوا ہندوستان
 قوم پراد بار کی چھائی ہے کیا کالی گھٹا
 آئندہ میان حرص و ہوا کی چل رہیں چار سو
 ہے جہاز قوم گردابِ بلا میں مبتلا
 ہے غضب یہ اور سوتے اہل کشتی ہیں پڑے
 اور ہیں تاج بھی مست سے عیش و طرب
 ہر قدم پر ہے وہ گرواپِ تعصب ہو لٹاک
 اس تماطم میں مگر اسے حامی علم و ہنر
 ہے یہی وہ قوم آگے تھی جو سرتاجِ اُمم
 قلب پر تھا جکے رعب و داب کا سکد جا
 و خشیانِ اہل یورپ کو سکھائے جسے علم
 اندکس میں جس نے تھا قائم کیا دارالعلوم
 سب سے پہلے کیا کے تجربے جس کو کیے
 علم تاریخ و ریاضی جسے انتقالِ نجوم
 سلطنتِ جمہوریہ کی ہم نے دالی ہے بنا
 ہے دھونڈے ہیں اصولِ انتظامِ سلطنت
 جنگ کے ہم نے دکھائے اہل یورپ کو کمال
 تھا تجارت کا ہمارا ہر طرف بازار گرم
 ہے ہوائے مدارس پہلے سرسبزینِ خانقاہ

اور یہی پیدا ہوں تجھ سے ہند میں گرتین چار
 موج زن ہے جہل کا دریائے ناپید اکٹار
 اور طوفانِ فتنہ و شر کے اوٹھے ہیں ہشتار
 ڈوبتے ہیں اسکے اب باقی نہیں کچھ بڑا
 جسطرح قبروں میں مردے میکروں میں بادِ خفا
 نشہ کی حالت میں ہیں سب سب بھری برسوار
 کھینچنے دم بھر میں جو دنیا کا سب آبِ بحار
 ناخدا کی سے تری اس قوم کا بیڑا ہے پار
 جب کا لوہا مانتے تھے فاتحانِ مامدار
 اور تو مون کو بھی تھا طاعت کا جس کی فخر
 اور پھیلائے علوم از مصر تا چین و تار
 اور یورپ میں کیے جاری مدارسِ ہنر
 جسے دھونڈے ہیں اصولِ ساعتِ یل و ہنار
 تھی ہماری قوم سب علموں میں فرد و زکار
 ہم ہیں آزادی کے حامی حریت کے جان نثار
 ہم نے دنیا پر کیا فتحِ خلافت آشکار
 چوٹیں اپنی مانتے تھے تاجدارانِ کبار
 منڈیاں اپنی تھیں یورپ سے مصر چین و مالابا
 ہر جگہ باقی ہے دنیا میں ہماری یادگار

رات دن سیر و سیاحت میں ہمیں سرگرم تھو
قیصر و نقصور و زار و وس و شانِ عظام
ہم نے روم کی حکومت کو کیا زیر و زبر
ہم نے ڈٹائی ہے بنائے ظلم و جور و جور
ہم نے توڑے بت مٹائے بت پرستی کو انفا
ہم نے ڈھونڈے ہیں اصولِ مذہبِ باطن
ہم تھے عادل ہم تھے منصف اور ہمدرد بشر
تھا ہمیں ہمدردی انسان میں کیا حاصل کمال
ہم میں تھے علم و ہنر جو دہنِ خا خلق و کرم
وہ ہمیں ہیں اہل یورپ جنکے تو سخی تہ چین
اپنی عظمت کی کہان تک ہم سنائیں داستان
اب ہماری قوم میں عقدا ہو علم و خلق و داد
اب کہان وہ عظمت و شان و شکوہ و کد و فر
اب نہ وہ محنت نہ وہ جرات نہ وہ شوقِ علوم
دوسروں کے علم پر اب ہو ہماری زندگی
غیر قوموں کی ہمیں ہر کام میں ہے احتیاج
خود غرض لوگوں سے ہمدردی کی ہو کسکو اُمید
غیر قوموں کی ہمارے ساتھ ہیں ہمدردیان
تیرے ابر فیض سے لیکن ہو یہ ہمکو اُمید

تھیں گزر گاہین ہماری دشتِ صحر اکو ہمار
تھے ہمارے ہی مطیع امر اور طاعت گزار
سرکشوں کو ہم نے دکھلایا ہے نیچا بار بار
ہم نے لوٹے ہیں تعصب کے ہزاروں ہی دیار
ہم ہیں اعدائے رقیبانِ خداے کردگار
ہم نے پھیلائی ہو توحیدِ خداے کردگار
تھے ضعیفوں کے معاون بیکون کو ایفاء
دردِ اعدا سے ہمیں ہوتے تھے فوراً بقرار
ہم تھے اشرافِ اُمم باقی تھے سب جنتی خوا
مانا تھا جنکو استادِ مسلم ہر دیار
خیر چو کچے تھے سو تھے اب تو گناہوں میں خوا
مٹ چکی ہمدردی قوم و وطن سب ایک بار
سب کی نظروں میں کہن تھے ہم ہیں جبرِ کلِ خدا
کاہلی سستی میں کرتے ہیں بسرِ بیل و نہار
ہمکو صنعت اور حرفت سے ہوا تانگ عار
انتظامِ ملک ہو یا اور کوئی کار و بار
دردِ کہہ میں غیر میں اب تو ہمارے غمگسار
اور اپنوں کو نہیں کچھ دردِ اپنا زمیندار
آئے گی پھر اس چمن میں علم کی فصل بہار

پھر ہرے ہو جائیں گے یخ خشک پودوں کو علم
تیرے فیضِ ہمتِ عالی سے اے ابرخا
ہے دعا میری کہ جب تک ہیں زمین و آسمان
صفحہ ہستی پہ جب تک ہیں دیار و مصر و شہر
باغ عالم میں ہیں جب تک پہول اور پہول نہیں ہو
تو پہلے پہولے تری اولاد بھی ہو بارور
اور پہولے لینگے پھیلنے باغ کے سب ہونہار
پھر ہری ہو جائیگی یہ خشک کھیتی اکیہار
اور جب تک ہو فلک پر آفتاب زرنگار
اور جب تک ہیں سمندر اور جب تک کوہ ہار
گل ہیں جب تک اور گلون پر بلبلین جنت کے
باغ سے تیرے نہ جاکے تا ابد فضل بہار

ہو محب تیرا ہمیشہ کامیاب و بامراد
اور دشمن جو ترا تیرا ملامت کا شکار

قصیدہ اقبالیہ

در تہنیتِ جشنِ تبریز خلعت وزارت بادشاہِ دکن
بہ عالیجناب گردون رکاب نہرِ ایکسلسی نواب
فضل الدین خان ابوالفضل سکندر جنگ اقتدار الملک
اقبال الدولہ وقار الامر بہادر مدار الملہام ریاست
سرکار نظام حیدر آباد دکن

شہ خاورد کا ہوا چرخ چہارم پہل
 علم پتہ خورشید افق میں چمکا
 جانب شرق سے بڑھنے لگیں افواج شعاع
 نیزہ خط شعاعی ہوئے گردون پہ بند
 کرنیں سورج کی چمکنے لگیں مانند سیدت
 سورخورشید نے پہنا ہے لباس گلرنگ
 پہول لالہ کے کھلے ہیں نہیں پہولی خوشنق
 ملکے بدلی کے افق میں نہیں زردی نال
 اطلس سرخ کا نگیرہ فلک پر ہے تنا
 شفق صبح کا پڑتا ہے زمین پر جب عکس
 سبز اشجار کے برہمن ہے لباس گلرنگ
 ہیں گل سرخ کہ جلیے ہیں درختوں پہ چراغ
 تاج زرین سے مزین ہے ہر اک قلعہ کوہ
 سر اشجار پر پڑتی ہے جو سورج کی کرن
 دھوپ چہن چہن کے جواتی ہے تو ہو تا بجز
 عکس اشجار جو سبز ہے پہ ہم پڑتے ہیں
 نورد سایہ کی زمین پہ ہے عجب گلکاری

پڑ گئی فوج کو اکب میں غضب کی بل چل
 پرہم سرخ کھلا ہو گیا رنگین بدل
 کسرت نور سے معمور ہوئے دشت و جبل
 در سے مریخ چہا زرد ہوا رنگ زحل
 بہ توڑ کی گرنے لگی مجبلی ہر بل
 گل ناری ہے افق میں کہ کہلا لال کنوٹ
 کشت لالہ ہے نہیں بادلوں کے دل کودل
 ہر فلک پر گل خورشید کا کوسون جنگل
 لال نخل کا افق میں ہے کھنچا دل
 لال نخل کے نظر آتے ہیں ساری چل نخل
 لال گون ہو غمخو شاخ و غم گل کو پل
 غم سرخ ہیں پتوں میں کہ روشن مشعل
 جامہ سرخ سے دولہا نظر آتے ہیں جبل
 برق سان کو سنتے ہیں دھوپ میں تیرہ بل
 دھوپ چہان کی ہے زمین یا کہ سنہری نخل
 سبز کا غنچہ نظر آتا ہے عکسی جنگل
 ہیں شجر کے چہونے پہ چہیے لال کنول

مطلع

غیر ممکن ہے کہ پتوں سے صابا جی نکل

اس قدر بڑھکے گھٹا ٹپ ہیں اشجار جبل

رشک گلزار ہے ہر سمت پہاڑوں کا سامان
 اس قدر ہر شجر کو دہے پہو لون سے لدا
 جنگلی پہو لون سے آتی ہو وہ بھیجی خوشبو
 کہیں چھنے کہیں تالاب کہیں ہر جھیلین
 لب جو ہو کہیں گنجان درختوں کا ہجوم
 ڈھاک کے بن نے دکھائی ہو گلستان کی بہار
 زرد پہو لون سے پہو لون کا بسنتی ہو لباس
 صحن گلشن کا وہ نقشہ ہے کہ سبحان اللہ
 صحن گلشن ہے سرسبز روشن شکل عمود
 کوئی کیاری ہے شاد تو مرج ہو کوئی
 بیضوی ہو کوئی تختہ تو مدور کوئی
 تختہ گل کے زوایا پہ ہرین تباہ شمشاد
 منفرد زاویوں پہ ہرین کہیں سوسن درگس
 اس قدر مختلف شکل ہرین تختے ہر جا
 بار اثمار سے سجے مین جبکی ہرین شاخیں
 تر نخل گلستان ہرین وہ شیریں خوش رنگ
 گل کھلے جاتے ہرین غنچے بھی مٹھنے پڑا ہرین
 مچھلیاں حوض مین ہرین جوش طرب کو بچھین
 جوش مستی سے ہرین طاؤس جہن مین نقصان

سبز اشجار سے دہائی نظر آتے ہرین جبل
 کہ دکھائی نہیں دیتا کوئی پست کو پل
 کہ مہک اودھتا ہے اک مرتبہ سارا جنگل
 آہشاروں کی ہے کثرت کہیں جاری ہرین
 سبز چٹن مین چھپے ہرین کہیں طوطا ہرل
 دامن کو دہے یا لال پردی کا آنکھل
 وادی وشت مین کچھی ہے سنہری محفل
 چوم لے دست چمن بند کو نقاش ازل
 باغبانوں نے کیا شکل عروسی کو حل
 متوازی کہیں نہرین ہرین عمودی کہیں نل
 صورت قوس ہو کیاری کوئی شکل ہیکل
 گوشہ حادثہ ہے سر و گلستان کا محل
 مرکز دائرہ عوض پہ لال کنول
 کہ ریاضی کی ہو مین باغ مین شب کلیں حل
 کثرت گل سے درختوں کے ہرین تیرا جہل
 میوہ باغ جہان سامنے جبکے حنظل
 بلبلیں جوش سرست سو جاتی ہرین بے نسل
 چشم ترکی طرح چشمے کہیں آئے ہرین ابل
 بلبلیں ملے بہم گل کو سناتی ہرین غزل

صوفیانہ کہیں ببل بھی غزل گاتی ہے
 دم بدم کو کتنی ہے فاختر گن با جا
 کوئلیں کو کتنی ہیں یا کہ محبتی ہیں گل
 بانگ دیتا ہے موزوں کی طرح مرغِ سحر
 نچ رہے ہیں کہیں تنبور کہیں بین و سرود
 بوق و قرنا کہیں بجتے ہیں کہیں شہنائی
 نچ رہے ہیں کہیں مچپک کہیں چنگِ باب
 جہاں نہ رہے جاتے ہیں دختاں چمن
 چمن دہر میں وہ جوشِ غم ہے ہر جا
 بے شمار جہاں میں نہیں غمِ امید
 کیا ہی شاداب ہے ہر ایک درختِ مومی
 کیا تعجب ہے کہ ہو سرورِ اغانِ شاداب
 کشتِ بہقانِ فلک میں ہو عجب کیا جو مٹو
 کیا تعجب گلِ خورشید میں پیدا ہو وہ مک
 کیا عجب خوشہ پر دین سے چٹکنے لگے
 شاخ آہو بھی عجب کیا جو ہری ہو جائے
 کیا تعجب کہ کر نہ ہول گل تر ہو جائیں
 کیا تعجب کہ لگیں سبزہ خطِ مینِ کلیان
 کیا تعجب ہے کہ کانوں سے زبرِ گل نکلے

وحد میں چومتی ہے شلخِ شجرِ ہر گل کو پل
 نے بجاتے ہیں درختوں پہ پیہر ہریل
 اور جنگل میں بھی گاتے ہیں پرندہ کی منگل
 موہنا قوس بجاتا ہے چمن میں نہریل
 شور سے طائروں کے گونج رہا ہے جنگل
 بولتے ہیں عجب آواز سے مرغانِ جبل
 بولتے ہیں کہیں طوطے کہیں مینا کوئل
 کھڑکھڑانے سے یہ پتوں کے ہو عقدِ حل
 شجرِ سنگ میں پہوٹا آتی ہے پل میں کپل
 سرد و شمشاد میں پل آج لگے پہلے پھل
 کوئلیں کاغذی اشجار میں آئی ہیں نکل
 کیا تعجب ہے کہ گلزار بنے ہر منقل
 دانہ انجمِ افلاک ہوں اشجارِ جبل
 کیا تعجب گلِ مہتاب ہو مادہ انکس
 کیا عجب کا کہشانِ تاک کا گر ہو جنگل
 شاخِ ثورِ فلک پیر میں پہوٹے کو پل
 کان کے پتوں میں آئین نہ کہیں نکل
 کیا تعجب گلِ رخسار کہیں جیسے کنول
 کیا تعجب شجرِ طور میں آجائیں پہل

مطلع

کثر شرف باہش باران سو بھرے ہین جل تھل
 کیا عجب چادر مہتاب ہواک چادر آب
 کیا تعجب ہے کہ ہر گنگے پانی نکلے
 برگ اشجار ہین اور اقی کتاب فطرت
 گل خود رو سے نمایان ہے خدا کی قدرت
 ہے بصیرت جنہین پرستہ ہین کتاب فطرت
 بخونظارہ قدرت مین ہوا چہرہ ایسا
 اسی حیرت مین کہا مین نیوہ دلوں کو سہقت
 ارض سے تا بہ سماہ سے لے ماہی تک
 سن کہہ باق غیبی نے یہ دی مجھ کو نوید
 بخت جاگاترا اسپد بر آئی تیری
 مسند آراے وزارت ہو وقار الاحرا
 فخر ارکان دکن فخر زمین فخر زامن
 صاحب علم و ہنر لایق و دانا عاقل
 ماہر علم دین و اوقف علم منزل
 تو ہے وہ فلسفی و ہر محب حکمت
 حسن مین ثانی یوسف تو حیا مین مریم
 لکھون وہ مطلع روشن کہ منور ہو جہان

آب شارون سو ہر فوارہ ہرک دشت و جبل
 کیا عجب چشمہ خورشید ابھی جاے ابل
 کیا تعجب ہے کہ ہر ایک جبل ہو بادل
 دفتر معرفت حق ہو ہر اک گل کو جبل
 پتے پتے سے عیان صنعت صنل عازل
 کوہین چشم مین جھکے ہے جہالت کا سل
 کہ گئی دل سے میرے فکر و عالم کی نخل
 آج کیوں نقشہ عالم ہے گیا سارا بدل
 سارا عالم ہے غرض شادی و عشرت کا محل
 تیرا طالع ہو اسعد و گد و دور و جمل
 آسمان پر ہو اخور شید سخاوت کا عمل
 حامی دین متین فخر وزیران دول
 فخر اعیان دول فخر معینان مل
 دور اندیش نکو کار مدبر اکمل
 جامع فضل و کمالات مہذب اعل
 طفل کتب ہر ترے سامنے عقل اول
 علم مین خسرو آفاق کرم مین افضل
 شرم سے ابر مین ہو مہر و نشان اچول

مطلع

ہے عدالت کا تری ملک کن میں عمل
 عدل نو شہوان مشہور کسی وقت میں تھا
 وہ تیرا عیب سے بڑھتے ہیں ضعیفوں کو قوی
 تیری ہیبت سے میں مکر و بھی سب زور آور
 رحم میں ثانی عیسیٰ ہے سخا میں حاتم
 زو میں رستم ثانی میں کہوں کیا تجھ کو
 کیا ضرورت تجھے ہانکے کی ہے بروقت نکلا
 شان و شوکت ترے خدام کی ہو کسی بیان
 صف شکن ہے کوئی خوش خلق کوئی خوش تر
 تری تقریر کے کیا کیجئے اوصاف بیان
 صیغہ مال بدولت ہے تری مال مال
 عہد میں ترے رعیت ہوئی اسد رجب امیر
 یہ ترقی زراعت سے دکن میں ہر جہا
 آپا سنی کے وسائل جو کئے تو نے ہم
 عہد میں تیرے یہ چاری کا ہوا استیصال
 عدل سے تیرے یہ آباد ہیں دیہات دکن
 کس کو جرات ہے جو دیکھے نظر بد سے تجھ کو

شیر چیتے سے نہیں بہا گتو ہرگز چتیل
 اس زمانہ میں نہیں کوئی بھی تجسا اعدل
 اسد چرخ دہک جائے وہ ہے خوف حمل
 فیل جنگھار کے بھاگے جو مقابل ہو جل
 حوصلہ میں ہے سکندر سے کہیں تو افضل
 تو ہے اولاد سلاطین دکن وہ تھا میل
 گہیر کر لاتی ہے خود شیر نیتان کو اجل
 کوئی اسکندر رومی ہے تو کوئی ہر قتل
 کوئی ہے علم مرو ت میں غرض ضرب مثل
 طفل مکتب ہے ترے سامنے سحبان اجل
 ہے ترقی زراعت تری تدبیر کا پھل
 بر میں دہقانوں کے ہو شان بجائے کل
 مرز عہد بنظر آتا ہی ہر دشت و جبل
 حوض تالاب سے ہیں رشک گلستان گل
 کہ زر گل بھی نہیں چہوئی ہے زینور عمل
 کیا تعجب ہے کہ ہوتا فی لندن نزل
 چشم نرگس ہی جو گہوارے تو ابھی ہو احوال

وہ فلک سیخریز آفریں برق مثال
باو پالیا کہ پاس نہ حساب گروا دوسکی
برق رفتار کہوں کر تو غلط ہے تشبیہ
ہم رفتار جو ہوتا ہے کبھی گرم عنان
تو بے صورت ہے وہ ایسا کہ پری ہو عاشق
نغمہ شمس رہے جب تک کہ فضا میں تویم
شمس جب تک کہ رہے مرکز اجرام فلک
دونق بزم کو اک رہے زہر اجب تک
چرخ پر مہر کی جب تک رہے روشن تہل
منشی چرخ کے جب تک کہ نوافل اک
کرہ ارض فضا میں رہے جب تک ستار
تو سلامت رہے دنیا میں ترا جاہ و چشم

دو زمین اس فلک سے بھی کچھ پہل
دو طراروں میں وہ افلاک سے جاتا پہل
برق میں کب ہے یہ تیزی یہ کہاں پہل
چشم خورشید سے ہو جاتا ہے دم میں پہل
چال ایسی ہے کہ ہر کام پہ دل میں مس
چلتی جب تک کہ رہے انفلک کی کل
چرخ دوار پہ جب تک کہ رہے برج حل
ماہ جب تک کہ دکھاتا رہے اپنی مشعل
سقت افلاک میں جب تک کہ رہے اقل زحل
منشی کار ہے جب تک کہ فلک شیش مسل
کرہ ارض پہ ثابت رہیں جب تک کہ جبل
رہے سر سبز تراتا ابد باغ امل

سر پہ پو تیرے محب کے ترا دست شفقت

تیرے دشمن پہ رہے سایہ منحوس زحل

نظم ایڈریس

جو جناب مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شہر کی خدمت میں بروقت روانگی

سفرِ لندن چارلس دعویتِ احبابِ میں پیش کی گئی تھی۔

حمید آباد سے، وہ مشرقی علم و سہنر
مرکزِ مصلحت و کمال سے ہے وہ ملک کے کن
سب سے بہانے مجمعِ احبابِ کرم اہل کمال
کوئی فرد اسی ثانی ہے کوئی کالیہ اس
سے کوئی نظمِ یان اتوری وحش قافی
تک کا اپنے کوئی ذوق کوئی غلاب
کوئی حکمت میں فلاطون کوئی فیساغورث
کیسیا میں کوئی کمال ہے ریاضی میں کوئی
کوئی قانون میں ہے ملک و کن کا سون
کوئی تقریر میں ہے برکت تو کوئی سر
کوئی ہمدردی اسلام میں سید احمد
اسی مجمع میں ہے اک مولوی محمد عہد
دل سے ہمدردی نسوان کا یہ دم بھرتے ہیں
انکے اخلاق کی تعریف کروں کیا میں بیان
انکو گر ہند کا اسکاٹ کہوں ہے یہ بجا
انکو مضمون نگاری میں وہ حاصل ہو کمال
دیکھنا انکے مضامین کو اگر ایڈیٹر سن

جسکے دامن میں ہیں ہر رنگ کے کین گوہر
ہے زمین جسکی فلک ذرہ ہے مہر اور
ہیں بروج فلک علم میں اک جواہر
ہے وکن کا کوئی ملن تو کوئی شکستہ پیر
نشر میں سعدی شیراز کا کوئی ہم
بزم میں رزم میں ہے کوئی انیس و ہومر
فلسفہ میں کوئی نیوٹن تو کوئی ہے قیصر
بے بہا علم معاون کا ہے کوئی گوہر
کوئی تدبیر میں بسماک سے ہے بالا تر
کوئی ایچ میں ہے ثانی کیش چندر
فکر تہذیب نسائیں ہے کوئی خدیجہ
جسکی طینت میں ہے علم اور خلص ہے شہر
ہند میں ایسے بہت تہوڑے ہیں ہمدرد بشر
ایک ہمدردی نسوان ہی ہر سب سے بڑھ کر
انکی تحریر میں خالق نے دیا ہے وہ اثر
ایک ساعت کی جو فرصت ہو تو لکھیں دفتر
پھر نہ کہتا وہ کہی بھول کے اسپیکٹر

لارڈ میکالے کی کیا اصل ہے انکے آگے
 ان کی تحریر جو اسٹیل کمین پاجب تا
 ناولین ان کی ہیں وہ گلشنِ شریں نگین
 گل الفاظ سے گلزار کا کہنہ چین جو سماں
 موج دریا کی روانی جو دکھائیں یہ کبھی
 انکا دل کش ہے وہ ناول کہو دل چہ فدا
 پائی رینا لڈ نے اگلینڈ میں کب یہ شہرت
 ہند میں ان کی تصانیف کی وہ شہرت ہے
 سچ تو یہ ہے وہ مصنف ہی بڑا قابلِ قدر
 کہ بدل جاتے ہیں اک قوم کے وہ رسم و رواج
 ان خدیشوں کے لئے تیغ دوپیکر ہے قلم
 اہل تصنیف ہیں وہ قوم کے جاننا زدیہ
 ان کی محنت ہی سے سرسبز ہے یہ باغِ جہان
 یہ نہوتے تو تمدن کا بھی ہوتا نہ نشان
 ان کی کوشش ہی سے پیدا ہوئی وہ علم و کمال
 کسی محنت پر ہے یورپ کو یہ سب ناز و غرور
 کسکے دم سے ہوئے آباد یہ پیرس لندن
 برکین سب یہ تصانیف کی ہیں یورپ میں
 بیان نہیں اہل تصانیف کی کچھ عزتِ قدر

دیکھتا ان کے مضامین تو ہوتا شذر
 پہلے سب علم کو کرتا وہ اسی کو ازبر
 ہند میں جنکی چین لفظ ہیں جن کے گل تر
 بلبلوں کو نظر آجائے چمن کا غنچہ پر
 جو ہر صفحہ قمر طاس میں پیدا ہو بہ نور
 دل گداز ان کا ہے وہ جان ہو قربان چہر
 دس برس اور لکھے جب ہو شریں کا ہمسر
 کہ ہر اک شخص کو ہیں ناولین ان کی ازیر
 جسکی تصنیف کا ہوتا ہے دلون پر یہ اثر
 خون پی پی کے جو انسان کا کھاتے ہیں جگر
 جو دم معرکہ چلتی ہے اوڑا تی ہوئی سر
 جنکو نو چون کا نہ کچھ خوف نہ شاہوں کا خطر
 ورنہ جہنم کا نہ تھا اور کچھ اسکے اندر
 یہیچہ بند نظر آتے یہ ہیں آج بشر
 انکے پہلے تو جہان میں تھی جہالت کیر
 کسکے ہیں سب یہ سلاطین و گد اوست نگر
 کسے بخشنے ہیں انہیں علم کے پاکیزہ گہر
 سب جہالت کا مگر ہند میں چچا گھر گھر
 ہند میں ان سائنہین کو فی دلیل وابتد

جسکی قسمت میں ازل سے ہے فلاکت لگی
ایک کوڑی کو بھی لیتا نہیں یان کوئی کتاب
مفت گردیجئے تو پھاڑ کے پھیکیں یہ درق
پیش کرتا ہے مصنف جو کوئی اپنی کتاب
اور فرماتے ہیں کیا فائدہ ہوگا اس سے
مفت آتی تھیں دولت جو کرین صرف امین
کون ملائے پڑ پڑہ کے کتا بین ناحق
ہلکا شطرنج سے کب ملتی ہے فرصت جو پڑہیں
جیسے مرنے سے ہمیں قوم کے کیا مطلب
جب یہ ہے قدر مصنف تو نہ کایت پھر کیا
کیون بہکتا ہے محب پڑہ کوئی مطلع روشن

دہی کہتا ہے یہاں شعر و سخن کے دفتر
گو بھرے لاکھ کوئی کوٹ کے اس میں گوہر
بار یہ بھی ہے کہ رکھیں اُسے گھر کے اندر
ہنکے تحقیر سے کچھ ڈالتے ہیں اس پنظر
کار دفتر سے نہیں ہوتی تہہ فرصت دم بھر
ناج گانے کے مجالس ہوں تو حاضر ہو کر
کیون دکھائے کوئی آنکھوں کو کچا کیون سر
رکھے ہیں میز پر اخبار بند ہے گٹھا بھر
کیون ہمیں دیتے ہیں لالاکے کے معلم گھر پر
کیون نہ ہو ہند کی افلاس سے حالت ابتر
دیکھ کر جبکو چھپے ابر میں مہر انور

مطلع

آج کس خن و تکلف کا ہے سامان ڈنر
خوش غلاموں کے دستوں کی وہ میز و نہیاد
نقری تشتریان اور طلائی وہ پلیسٹ
نور افشان ہیں قمر پاک ہیں لمپین روشن
نیلے گدالوں میں اس حسن سے ہیں پہاڑ
قاب میں خوشہ انگور ہیں یوں جبکہ گلن
گو یہ سامان نہیں مہمان کے لایق لیکن

کہ ڈنر دم دکھاتا ہے ارم کا منظر
پر تکلف وہ قرینہ سے صراحی ساغر
وہ چھری کانٹے وہ چھپے وہ بلورین کسٹر
چاندنی میز پر ہے پاک ہے اہلی چادر
جمع جطر سے ہوں برج فلک میں اختر
جطر خوشہ پروین کا نلک پنظر
دستوں کی ہے گرنان جوین بھی خوشتر

ہے تواضع سے تو اظہار محبت مقصود ورنہ اس لذتِ اولیٰ سے ہے کیا لطفِ بشر
 فخر یہ ہے کہ یہ مہمان ہے وہ صاحبِ علم جسکو سرکار نے وحیِ خدایتِ تعلیم پر
 تھا اسی کام کے لایق یہ خجستہ اطوار مولوی شاعر و شفا رو حکیم و بے مشر
 ہے محب کی یہ دعا پہنچیں سلامت لندن
 ہو مبارک انہیں یا رب یہ ولایت کا سفر

قصیدہ تعلیم

جو بروقت بنائے مدرسہ اصفیہ واقع ملک پٹیہ لکھا گیا تھا
 اے خوشامد کہ جس میں ہو علم و تعلیم دولتِ علم جو آتھ آئے تو کیا ہفتِ اقلیم
 چمنِ علم میں کیا فضل بہا آئی ہے لڑکھڑاتی ہوئی ستارہ جو چلتی ہے نیم
 طور پر جلوہ حق پھر تو انفسِ صاف آیا نورِ تعلیم سے روشن جو ہوئی چشمِ حکیم
 فرضِ تعلیم کی ہے علم آدم جو وسیل تو ملایک پہ بھی ہے علم کی واجبِ تعظیم
 گرچہ حادث ہے دو عالم کی ہر اک شکر لاشے ذاتِ باری میں ہے لیکن صفتِ علم قدیم
 اہل حکمت کی بزرگی میں نہین کوئی کلام خود خدا آپ کو فرماتا ہے قرآن میں حکیم
 قوتِ علم سے انسان نے کیا ہو کیا زیہ گرچہ ہے دیو سے بھی فیل زبر و ستِ جیم
 نورِ تعلیم سے ہے گلشنِ چنبت یہ جہان خلعتِ جہل سے لیکن ہر پہیہ نمازِ ہیم
 علم قسمت میں ہے عزیزوں کی ہر جہلِ غضب واہ کیا خوب ہے قسامِ ازل کی تقسیم
 آج اوس مدرسہ کی ہوتی ہے قائم بنیاد جس سے نکلیں گے بہت تم و سہرا بے شکیم

سرم پست اوس کے ہیں خود آپ شد ملک کن
اسکے حامی ہیں جو آپ و تار الا مرا
افسر فوج دکن کی ہے یہ سب حسن سہی
ہو وہ حکمت کی دکن میں بھی ترقی یارب
ہر جوان مرد جو منال ہو تو تہ پیکار
نا سچہ سے تو محب کیا ہوا امید حسین
راو دیست ہے تری نظم کی ہر مرد فہیم
اخبار

ہے شیراز دعا باز سے بہت اخبار
ہے معلم سا کوئی ہر تہ میں برتر اخبار
کیون نہ خوشبو سے معطر ہو داغ ناظر
چھوٹی تختی ہو تو ہو پر ہون مضامین بلند
شورش انگیز مضامین سے قیامت ہو پیا
فائدہ کچھ بھی ریاست کو نہیں پہنچاتے
دشمن حق ہے جو لوگوں کی خوش اندکے لئے
سرکھت حق کی حمایت میں جو ہے ہر جنگ
نا سچہ کی تو نظر میں ہیں یہ ردی پر سچے
ہے جو اخبار پر ہر کار حکومت کا مدار
اسکے پڑھنے سے ہے آئینہ ہر اک ملک حال
جھوٹ کہتا ہی نہیں بال برابر اخبار
فوج اخبار کا ہے ایک یہ افسر اخبار
نافذ مشک سے یازلف معبر اخبار
فائدہ کیا ہے کہ کاغذ کی ہو چادر اخبار
سازشوں سے ہے بھر افشہ محشر اخبار
کھینچتے ہیں یہ ریسوں سے مگر ز اخبار
وہی احمق وہی اٹو ہے وہی خر اخبار
ہے بہادر وہی غازی وہی صفدر اخبار
جوہری کو ہے مگر معدن گوہر اخبار
دست حکام سے چھٹا نہیں دم بھڑ اخبار
سرزمین سلاطین نہو کیون کر اخبار

سنگ ریزوں میں جو اہر بھی چمک جاؤ ہیں
 سنا دیکھا پڑھتے ہی ہوتا ہے دل پڑم وہ
 کیوں نہ یورپ کے وزیروں کی ہوں رائیں جتنا
 ہند میں اہل ریاست بھی حسید انہیں
 ہے یہ زیبا جو معلم کو کھون وحی سما
 حامی بیکس و مظلوم و طرفدار عزیز
 نہ کے لایع سے جو کرتا ہے کسی پر حملے
 علم قانون و سرگرمین سیاست کی بنا
 ہوگی و درخ سے بھی بترہمین و انتمیشت
 صید ہوتا ہے اسی سے تو ہائے دولت
 بند اخبار کے ہونے سے کھلے باب ستم
 روشنی چشم میں اُس سے ہے تو اس کو دین
 جسکی ترتیب و مضامین و عبارت ہو خراب
 کارآمد ہوں مضامین مگر ساتھ ساتھ اسکے
 جسکے الفاظ منطقی ہوں مضامین ہوں پلیدی
 باغ پھولوں کا ہے کاغذ پہ کہ نگین مضمون
 بے طلب کیوں چلتے تھے ہین برابر پرچے
 عام اخبار کا مہوٹ ہے رسالہ کا ہے خاص
 اسکی جانب ہے کبھی اور کبھی اس کی طرف

قابل قدر نہیں اگرچہ یہاں ہر اخبار
 گل مضمون سے جو ہوتا ہے معطر اخبار
 ہر زبان علم تواریخ و تراز اخبار
 اور یورپ میں لیا جاتا ہے گھر گھر اخبار
 ہے یہی ہند کے پرچوں کا پیہر اخبار
 ظالموں کو ہے یہی تیغ و دو سپہ اخبار
 ڈاکوؤں سے بھی وہ تر ہے شکر اخبار
 تو ہے تدبیر منازل کا یہی در اخبار
 غلام ایک بھی پڑھتے کو دہان گرا اخبار
 مرغ شہباز حکومت کا ہے شہپر اخبار
 دستِ خلقت میں یہی ایک تھا خنجر اخبار
 ریح خورشید سے بڑھ کر ہے منور اخبار
 وہ تو روسی کے بھی پرچے سے بدتم اخبار
 نکلے اوقات معین پہ برابر اخبار
 ہے وہی گندہ دہن ہند کا مہتر اخبار
 باغِ جنت کا معلم ہے گل تر اخبار
 یہ کوئی مڑچڑے ہیں یا مین قلندر اخبار
 نڈیان علم کی یہ ہیں تو سمندر اخبار
 کو دہا پھرتا ہے کیا کاغذی بندر اخبار

طفل کتب میں ابھی بحث کے لائق بھی تو ہوں
 بازرگ پشتِ حمایت پہ خوشامد کی ہے جھول
 بھوکوں مرتے ہیں مدیرانِ جرأت تو یہاں
 ملک و ملت کی ہمیں لاتے ہیں خبریں پیہم
 اہل مغرب کی جو تعلیم سے ہیں بے بہرہ
 بند کرتے ہیں یہ اخبار غضب کرتے ہیں
 ملک کا ہاتھ جو ہے فوج تو دل اہل قلم
 مشتہر کرتا ہے اخبار کے اوصاف اگر
 بے ہنر کہ نہیں دنیا کی ترقی سے غرض
 جبکہ قبضے میں ہے ہر ملک کا کل بندوبست
 جوش طوفانِ لغات یہی کرتا ہے فرد
 خون فاسد کوئی ہونے نہیں پاتا پھوڑا
 خال و خط دیکھتا آئینہ سمجھ کر اس میں
 آن کی آن میں دنیا کی خسر لاتا ہے
 شب و بجور جہالت میں انہیں کی جھلک
 جس خلوت میں کیا کرتے ہیں پھروں تین
 ہین یہ نوخیز معلم ہے مقرر اخبار
 یہ عراقی کے طویلہ میں ہے غجر اخبار
 اور یورپ میں ہے ہر ایک تو نگر اخبار
 نامہ بر قاصدا قوام - کیو تر اخبار
 اُن کے نزدیک ہے رومی سے بھی بزرگ
 حامی مشہر ہے یہی ملک کا یاد اخبار
 پاؤں اسکے ہیں جو حکام تو ہے سر اخبار
 تو چھپاتا نہیں اشعار کے بھی شعر اخبار
 روز پڑھتے ہیں کسی وقت ہنسہ در اخبار
 ہیں اُسی تیغِ حکومت کے یہ جو طر اخبار
 کشتی نظم ممالک کا ہے سنگر اخبار
 دست نصا و حکومت میں ہے نشر اخبار
 ایک بھی پاتا جو اس وقت سکندر اخبار
 یہ کوئی برقِ جہندہ ہے کہ صر اخبار
 ہین بروجِ فلکِ علم کے اختہ اخبار
 وہ ہمارا ہے یہی مونس و دلبر اخبار

سکے یہ کانپ گئے عاشق اخبار محب

ہوگا ہرگز نہ جہنم میں مہیہ اخبار

(۳۴)
تہنیت جشن سالگرہ مبارک سی و چہارم اعلیٰ حضرت حضور پر نور
بندگان عالی متعالی خلد اسد ملک

الہی عہد میں حضرت کے ہر حیوان انسان ہو
علوم نافذ کی ہو ترقی اس ریاست میں
یہاں آکر پڑھیں سب اہل یورپ سکا ہونین
یہ ہو تعلیم نہوان کی ترقی ملک میں تیرے
وہ آزادی و عفت ہو تیرے ہر مبارک میں
ترے دور حکومت میں ہو عقیدہ و گان راج
ترے ظل حمایت میں پائین اطفال الاوارث
ترے رعایا عدالت سے بنے ہر سیر زن رستم
ترے عہد ہمایوں میں تمدن کا ہو یہ عالم
وہ تیرے دوزمین حاصل ترقی ہو رعایا کو
دکن میں ہن کبھی رہے تیرے بادشاہ ہوتی کی
دکن میں پھر نہ جو و ظلم کی اگلی سی رات آئے
ترے ہر فکر ہو صورت مجسم شرع و حکمت کی

کوئی بقراط ہو۔ کوئی فلاطون۔ کوئی لقمان ہو
آسطو اور جالیئوس ہر طفل دبستان ہو
مہیا عہد میں تیرے ترقی کا وہ سامان ہو
کہ پروہ میں بھی ہر خاتون افلاطون دوران ہو
کہ گھر میں ڈرنے والے بانٹوں کے عورت تپ چھاپ
کوئی بیوہ نہ تیرے ملک میں گریان و تالان ہو
میتوں کے سروں پر دست ماور تیرا امان ہو
وہ اپنی جھوڑی میں ہم سر شیر نیستان ہو
کہ ہر رستی ہو لندن اور ہر جنگل گلستان ہو
کہ نواب اور راجہ گانوں کا ادنی سادہ حقان ہو
ترانہ خیرتہ عہد مبارک ابر نیسان ہو
اب تک یا الہی تیرا مہر عدل تابان ہو
ترے ہر فعل سے تصور ہر امر حق نمایان ہو

محبت کے ان جواہر کی گراں قیمت نہ ہو کیونکہ

کہ جب شاہ دکن خود جوہری اسے سمندان ہو

محنت

ترے دم سے ہر جہان میں رونق جاوہ و جلال
 خانہ ہائے صنعت و حرفت میں جلوہ گر ہیں تیرے
 کھیت و باڑی سب لعل گیارہی تجھ ہی میں شاد و شبنم
 دستگیری سے تری اہل صناعت ہیں غنی
 نعمت دنیا خدا دیتا ہے اہل کار کو
 محنتی اقوام ہیں مانند گردون سر بلند
 ہر جگہ جو محنتی اشخاص کی حالت درست
 محنتوں و اہل یورپ ہیں جہان میں مالدار
 محنتین کرتے اگر ہم بندہ عیش و نشاط
 سینکڑوں بیکار ہیں ہندوستان میں مرد و زن
 کاہون کی اور ناکارون کی کچھ گنتی نہیں
 کاہون کو خشک روٹی بھی نہیں ہوتی نصیب
 پھل و ریاضت کے ہیں دنیا میں خوشی و مانجاہ
 گو یہ ممکن ہے کہ بے محنت ملے تخت و سرور
 جسم و روحانی قوا محنت سے ہوتے ہیں ترقی
 کس قدر پر زور ہے حداد کا وہ دست دراز
 ہاتھ سے وہ کام لیتا ہے سحر سے شام تک

ترے قدموں سے لگو میں تاج و تخت مکمل
 ذات اقدس سے تری ہر علم و فن کو ہر کمال
 باغبان و بہقان ترے فیض قدم سے ہیں نہال
 مال و دولت ہے تری پر زور کو شمشک کمال
 اس معقولہ کی صداقت میں ہر کس کو قیل و قال
 سست قومیں ہر جگہ مثل زمین ہیں باکمال
 ہے کسی کے سر پر شمشک ہے کسی کے بر میں شال
 کاہلی سے ہند کی دولت پر آیا ہے رول
 ہند کا ہوتا نہ ایسا قابل افسوس حال
 کام میں ان کو لگا سکے کون کسکو ہے خیال
 اہل محنت ہی مگر اس قوم میں ہیں خال خال
 محنتی اشخاص کھاتے ہیں پلاؤ و شیر مال
 کاہلی کے ہیں تنہا بکبت و رنج و ملال
 بے ریاضت پر حصول علم ہے بالکل محال
 بے ریاضت و دم بدم آتے ہے طاقت میں مال
 ہیں رگین اس میں نمایاں جسطرح لوہے کا جال
 ہڈیاں ہاتھوں کی ہیں گویا کہ فولادی کدال

محنت و ورزش سے ہوتے ہیں قوی اعصاب
ہے کوئی عالم میں مخلوق خدا بے شغل و کار
صبح سے تا شام خوشید فلک چکر میں ہے
سب ثوابت جگہ سیارات میں مشغول کار
پھر تہی رہتے ہیں دائم مشتری - زہرا - قمر
گھومتی ہے اپنے محور پر زمین لیل و نہار
دوڑتا پھر تارے اطراف زمین ملہ فلک
نظم پر دین رات دن لکھتا ہے منشی فلک
شغل جلاؤ فلک گردن کشتی ہے روز و شب
ایمرو کو دیکھو تو وہ دنزات ہے مشغول کار
کوہ و صحرا - وشت و دریا - مرز و بار و چمن
باد کو دیکھو تو وہ بھی ہر نفس ہے کام میں

ہیں انہیں بچن میں لاکھوں رسم و سہرا بے مال
دے کوئی مجھ کو جواب اس کا کہ تاساں جو مال
رات بھر بھرتا ہے ماہ چرخ مشعل کو تو مال
مختون پران کی ہو خود انقلاب فضل و مال
دم میں لاکھوں میل طکر تہیں وہ ہر تیز چال
کاوا دیتا ہے عطار و گردن شمس خوش حال
کوئی ساعت بھی انہیں آرام کا اسکو خیال
صلح کرتا ہے دیر چرخ یا جنگل و جدال
بار محنت سے رطل کو بھی رہائی ہو محال
غرب کے تاشرق لیجاتا ہے بھر بھر کر پیکال
گلشن عالم میں ہیں سب سکی محنت سو نہال
کھینچ لاتی ہے یہی بادل کو ماحد شمال

چاند سے روشن کمال و نقص دونوں ہیں محب
ہر سہ محنت سے ہر سستی سے گھٹ کر ہے ہلال

مشوئیات

رنگ محل

رات آئی ہوا ہوا شہ زور سے ماہ فلک پہ جلوہ افروز
 ہر سمت برس رہا ہے کیا نور ہے رنگ محل بھی شمع کا نور
 شفاف سے ہنودہ چاندنی کی چاندی کی سے بام و در پہ قلعی
 وہ دھوپ سی چاندنی میں اشجار ہیں برق نور میں ضیا بار
 پہل کے درخت کے وہ پتے ہیں برق کی طسج سے چمکتے

(۱)

ہر سمت سکوت کا ہے عالم تھم تھم کے ہوا بھی لیتی ہے دم
 چپ چاپ ہیں زیر آسمان سب ہے بند مثال غنچہ ہر لب
 آتی ہے مگر فغان کی آواز ہے درد جگر کی جو کہ دم ساز
 اس رنگ محل میں کوئی محزون کرتی ہے جواہ زیر گرد و ن
 پھٹتا ہے کلیجہ آسمان کا ہے ماہ کا چاک غم سے سینہ

(۲)

کہتی ہے کوئی باہ و زاری ہجور اسیر غم کی مادی
 ”نواب! یہی ہے تیری الفت بی بی کی محبت و رفاقت
 کھائی تھیں اسی کی تو نے قسین کیا کیجئے ہوں میں تیرے بس میں

اس قید میں تو نے مجھ کو رکھا ہے جس دوام یہ کہ پروا
کیا قابلِ شرم ہیں یہ کردار بے جرم مجھے کیا گرفتار
وعدہ تھا رہو گی ساتھ میرے اب بندِ نفس ہے اور پہرے

(۳)

چندے رہی بعد عقد الفت باقی نہیں اب کوئی محبت
جب تک کہ رہی نئی مین دہن پروا نہ تھا تو مین شمع روشن
اس درجہ ہوا ہے تیرا دل سخت انکار ہے آنے ہی سے یک لخت
اسکی بھی نہیں تجھے خبر اب اُجڑا کہ بسا ہوا ہے گھر اب
جیتی ہے کہ مر گئی نفس میں پوچھا نہ یہ تو نے دلتں برس میں

(۴)

ٹان باپ کے گھر تھی شاد و خرم دنیا کا نہ تھا مجھے کوئی غم
برتاؤ نہ تھا یہ ساتھ میرے بندش تھی کوئی نہ کوئی پہرے
شوہر کوئی بے وفا و بے درد کرتا تھا وہاں نہ دل مرا سرد
دیتا تھا نہ رنج دل کو تھی صحت روح و جسم قائم
تھا غم کوئی نہ تھی کوئی فکر تھا علم و عمل کا رات دن ذکر

(۵)

اُٹھتی تھی سحر میں شاد و بانش احساسِ دلی تھے سر پہر فاش
خوشِ مجھ سے زیادہ تھی نہ مبسل ہنس کہ مجھ سا نہ تھا کوئی لعل
کوئل کی طرح سے کوکتی تھی پھونکے مین اپنے بیٹھی

تھا حسن مرا اگر نہ ایسا ہوتا تو دل سے جس پہ شیدا
تھا نہ نظر جو حسن بازار پھر مول لیا تھا کیون یہ آزار
کیون مجھ کو چوڑا یا میرے گھر سے مادر سے برادر و پدر سے
میری تھی وہاں تو قدر و قیمت کرتا تھا ہر ایک مجھ سے الف

(۶)

تھا عفت پہ ایس قدر تو نا زان گویا کہ ملا تھا ملک ایران
کہتا تھا یہی بے حد محبت بیگم تو بڑی ہے خوبصورت
کیون شاخ سے تو نے پھول توڑا؟ مرجھانے کو کیا زمین پہ چھوڑا؟

(۷)

اب آہ وہی گلاب کا پھول تو جس کو گیا ہے توڑ کر بھول
پڑ مر رہے اور رنگ ہے زرد ہے چہرہ ارغوان پہ کیا گرد
تھا اس پہ جو پہلے جان سے قربان اب ہے وہی اس کا دشمن جان
باعث وہ زوال حسن کا ہو عاشق جو کمال حسن کا ہو

(۸)

معلوم نہیں ہے تجھ کو یہ بات ہو جاتی ہے دن بھی رنج سے راست
بڑھتا ہے جو غم غم جو دل پر گھٹ جاتی ہے روح تن کو اندر
الف کا خرچو ہو عداوت صدمہ سے ہو رنگ گل بھی چپٹ
نازک پھولوں کو باد صدمہ صر شاخون سے گراتی ہے زمین پر

(۹)

”سنتی ہوں جہاں ہو تم فردکش کبھی ہے وہاں ہر ایک مردش
 پر یوں کا اک اڑا اس کو کہیے اندر بن کر اٹھیں مین رسیے
 وہ چمپی رنگ وہ اون کا جو بن ہے ماضیا سے جکے کندن
 کیا سامنے اون کے جنگلی پھول ہن قیمتی باغ کے کلی پھول
 (۱۰)

پھوڑا تو نے وہ باغ نواب ہر رنگ کے گل تھے جس میں شاداب
 توڑا یہ پھول اکی حماقت فطری جسکی تھی شکل و صورت
 وہ لالہ و گل یہ پھول سادہ یکساں نہیں آب اور بادہ
 خوش رنگ وہ تلیان چمن کی پر یان وہ آتشی مین حنا کی
 (۱۱)

ڈیہات کی عورتوں مین مین بھی بے مثل حسین و خوبو بھتی
 صحرا مین وہ گل ہن خوب ورت شہروں مین نہیں ہے جنگی قیمت
 ہوتی جو کسان کی مین بیوی وہ جانتا مجھ کو ایک دیوی
 (۱۲)

”نواب! خیال ہے یہ میرا حسن ظاہر ہے تو ہے شیدا
 ہے بندہ حرص و نفس عادت رندوں سے ہے تیری گرم صحبت
 تجھ کو کیا قدر حسن ذاتی ہے صنعت و ساخت تجھ کو بھائی
 بچی تری رشتی بیوی ہو رنگ محل مین یوں اکیلی
 (۱۳)

نواب یہ عقد تھا کہ بیداو کی زندگی جسے میری برباد
 دیہات کی چھو کر می سے شادی کی تو نے تو ہاں بڑی خطا کی
 تیرے لئے شاہزادیاں تھیں عیش و عشرت کی دیویاں تھیں
 میں کیوں نہ کروں تری شکایت مظلوم سے طالب عدالت

(۱۳)

نامت ابل قدر حسن میرا! تھی قدر زامسکی شکارِ زیب
 تھا حسن کا میرے تو ثنا خوان چہرہ میرا تھا مہرِ تابان
 اب آہ وہی ہے مہرِ رخشان جو خاک میں سرسبز ہے غلطان
 کیون عقد کیا تھا تو نے نواب زوجہ کا نہ تھا جو پاس آداب
 شادی تھی کہ عسر بھر کا تھا رنج بہن ساپ بھگے یہ زیور و گنج

(۱۵)

بہار کو گاؤں والیاں جب آتی بہن تو کرتی بہن ادب سب
 جھک جھکا کے سلام کرتی بہن وہ باتیں کرنے میں ڈرتی بہن وہ
 پہرہوں تکلی بہن میرے کپڑے جھومر۔ پازیب اور توڑے
 وہ یہ نہیں جانتیں کہ بیگم پنخان رکھتی ہے دل میں سوغم

(۱۶)

یہ گاؤں کی عورتیں بہن سیدی ہے ان میں نہیں سمجھ ذرا بھی
 معلوم نہیں ہے ان کو یہ بات وہ دن بہن خوشی سے غم سے میں مات
 حالت ان کی ہے مجھ سے بھترہ بشاش وہ اور میں مکدر

غم ان کو ہے کم خوشی زیادہ کھانے سادے لباس سادہ
وہ سادگی ان کی وہ قناعت ! قربان ہے اس پر سب امارت

(۱۷)

مجھ کو یہ خوشی کہاں میسر چہٹی نہیں رنج و غم سے دم بھر
وہ پڑیوں جس کو باد صحر کر دے راکھ اُگتے ہی جلا کر

(۱۸)

ظالم نواب ! کیا غضب ہے کیا تجھ کو ذرا بھی خوفِ رب ہے
ہر ایک خوشی سے ہم ہیں محروم دنیا میں تو ہیں مگر ہیں معدوم
درِ یادہ پہاڑ - باغ - جنگل وہ گھاس کا سبز فرشِ محل
یہ قدرتی سیرگاہیں سب ہیں ہم ان سے بھی بہرہ یاب کسب ہیں
بدخو مغرور تیرے خدام انسان نہیں وہ تو ہیں دودام
جانے نہیں دیتے کھر کے باہر رکھتے ہیں ہمیشہ بند سب در

(۱۹)

یہ رات کا وقت ہو کا عالم سوتے ہیں پڑے کسان بے غم
بیٹھی روتی ہوں میں اکیلی مونس کوئی نہ ہے سہیلی
وہ سامنے پڑ پڑ پیپہا تسکین دیتا ہے مجھ کو بیٹھا

(۲۰)

بڑھتی جاتی ہے یاس پیہم گھٹتا جاتا ہے خونِ صدم
وہ سامنے موت کا فرشتہ آتا ہے نغمہ سلام کرتا

نواب! ترا مکان ہو آباد رخصت ہوتی ہے اب یہ ناشادہ

(۲۱)

سرد آہ بہری جو اس نے پیہم سینے سے نکل گیا دہین دم
پھر آئی نہ کان میں وہ آواز تھا رنگ محل کو جیسے یہ باز
دشت چھالی جو اس مکان پر ششدر ہوا خوش ہر اک در

(۲۲)

پھر چاک کیا سحر نے دامن روتا خون نکلا مہر تابان
روئے کی صدا اٹھی محل سے گزری وہ سینہ جہل سے
کہرام مچا جو اس مکان میں شوخ شہر ہوا جان مین

(۲۳)

بیگم کا جنازہ آیا باہر حبس وایم سے چھوٹی مر کر
زلفش کا ایک شا میا نہ چار آدمیوں نے اسی پہ تانا
عبرت انگیز گیت گاتے کچھ لوگ چلے قدم بڑھاتے
آگے پیچھے نہ دم چشم تھا شام نہ جلوں سے نہ کم تھا
فیوں پہ تھا روٹیوں کا انبار اور گرد تھے ان کے اہل ادبار

(۲۴)

تاہوت جو قبر پاس آیا بیگم کا ہوا یہاں بھی پردا
پردے نے نہ چھوڑا تاہوت بھی بیگم کی اسی نے جان لی تھی
اس چاند کو خاک میں ملایا تھا ماہ فلک ساجکا تنوا

پھر لاش پہ اوس کی بھول ڈالے بیگم ہوئی قبر کے حوالے

(۲۵)

بعد اس کے کبھی ہوا نہ آباد یہ رنگ محل جواب سے برباد
اب اس کا کھنڈر سے جائے عبرت چھائی ہے ہر ایک سمت و مشیت
گرنے سے جو رہ گئے ہیں کچھ در خور و گھاس اگ رہی ہے اُپیر
دیہات کی عورتیں وہ بے ڈر رہتی جنگل میں ہیں جو اکثر
آئی جالی تنہیں یہاں سے بچتی ہیں بہت وہ اس مکان کو
سے بھوت پریت کا وہ مسکن فردوس نظیر تھا جو گلشن !

(۲۶)

سیاح کوئی جو بھولا بھٹکا آتا ہے کبھی یہاں بھی پھرتا
جب دیکھتا ہے وہ اس کھنڈر کو دیوار شکستہ اور در کو
سناسنہ جو واقعات جانکاہ زونے لگتا ہے کھینچ کر آہ
افسوسِ عورتوں کی حالت ہے قابلِ حسم اور نفرت
بیگم کا یہ حال جو سنے گا دیوار سے سر محب دہنے گا

سچا عشق

(۱)

پڑ بیچ وہ دلفریب وادی وہ کوہ کا سلسلہ وہ گھاٹی
گنجان درختوں کا وہ جنگل وہ گھاس کا سبز فرش محل

کچا وہ مکان زیر اشجار نیچا در اور پست دیوار
سے صحت دامن کا وہ ممکن طاعون کا ڈر نہ خوف رہزن

(۲)

اس گھر میں تھی ایک نیک اختر نو عمر - شریفیت - ماہ سپیکر
مان باپ کا سر پہ تھا جو سایا تھی اس کو نہ کوئی فکر دنیا
تھی مان کی بس اب یہی تنہا دیکھوں آنکھوں سے اُسکا سہرا
بہدا کے مردوں تو کچھ ہنسین رنج جینے کی ہو س نہ خواہش گنج

(۳)

زینب بیگم تھانام ادس کا تصویر تھی حسن کی سراپا
بھولی صورت وہ گل سے رخسار صحت کے عیان تھو جس سر آشمار
تھی صبح بہار نو جوانی رخسار تھے دونوں ارغوانی
کھلتے جاتے تھے دو گل تر ہوتا جاتا تھا رخسار نگ خوش تر

(۴)

محلون کی وہ مصنعل وہ مقررہ ہین عقل و شعور سے جو معذور
دیکھیں تعقیر سے خطا ہے اس پھول کو جو ابھی کھلا ہی
وہ فخر محل یہ ناز دیہات دونوں میں وہی ہے نزدیک ذات
ہیرے میں چاکے جس ضیا کی جگنو میں بھی ہے وہی تجلی

(۵)

تھی حسن میں بس کہ ماہِ کامل ہر ایک جوان تھا اُسے پامیل

پڑتی تھیں اُسی پس کی نظر میں مایوس تھیں لڑکیاں گھروں میں
 مٹی نور کی شکل سر سے تا پا خوشید تھا وہ ماہ سیما
 گوچر وہیں رات کا قمر تھی پر من سے اپنے بنے خبر تھی

(۶)

اک دن زید آیا اسکے گھر میں دیکھا کہ پری کھڑی ہے در میں
 دونوں کی ہوئیں جو چار آنکھیں دل کے ہوئیں پار وہ نگاہیں
 کھولے نظروں نے حال دیکھے وہ تارِ نظر تھے جال دل کے
 تھا زید بھی ایک جوانِ رعنا خوشہ و خوش خلق - فخر آبا

(۷)

ہوتے ہی ان دونوں میں باہم بھرنے لگے دونوں عشق کا دم
 دونوں کی چو پاک تھی محبت کردی ظاہر انھوں نے الفت
 خواہش نہ تھی اونکے دلیں کوئی تھذیب ہو سہ راہ جس کی
 دل پاک تھے اور پاک نیت اسلام کی دونوں میں حیثیت

(۸)

حاصل ہوئی عشق کی جو دولت دونوں کو ہوئی عجب مسرت
 الفت کی کشش ہوئی جو باہم ملنے لگا لطفِ زیست ہر دم
 لیکن قسمت یہ جبکہ دشمن کیونکر نہ جلائے برقِ حُسن
 بیٹھیں دو دوست ملے یک جا اس چرخ کو کب یہ ہے گوارا

(۹)

زینب کی بہن تھی ایک صغریٰ پہلی تھی حسد کی سر سے تا پا
 ناپاک تھی اس قدر طبیعت اپنوں کا عقار بج اسکو راحت
 دیکھی اوس نے جو یہ محبت دونوں سے ہوئی اوس سے عداوت
 چالین جتنی تعین مکر کی یاد سب اُس نے چلین کہ پورا رہا باد

(۱۰)

تھا باپ بھی اس کا اقد سخت فولاد کا دل تھا جس کا کم بخت
 تھا جسم و کرم نہ اوس کے دلیں الفت نہ تھی اُسکے آب و گل مین
 پشتون سے تھا پیشہ زراعت آتی سے بدن مین جس سے طاقت
 مٹی سے نکالتا تھا وہ زر دراصل وہی تھا کیمیا گر

(۱۱)

وہ شعلہ عشق عالمِ افسردہ بڑھتا دیکھا جو اوس نے ہر روز
 سمجھا کہ یہ راز ہو گا افشا ہو جاؤں گا خلق مین مین رسوا
 بیوی سے کہا بدل کے تیور ”زید آئے نہ پائے گھر کے اندر“
 ناحق اوسکو تھا خوف عزت دونوں مین تھی پاک جب محبت

(۱۲)

اوس سے ہوا زید جب کہ آگاہ بس بیٹھ گیا وہ کھینچ کر آہ
 دل مین آئے ہزار دوسوا س گھٹتے لگی آس بڑھ گئی یا س
 تھی عشق و خرد کے درمیان جنگ ہر دم چہرہ بدلتا تنگ
 غیرت کا یہ مقصی نہ جاؤ تھا عشق کا حکم سرکٹاؤ

(۱۳)

آنے کی ہوئی اودھ جہ بندش
 یان بھی ہوئی جذب و لکھ جنبش
 جھاڑی سے مکان کے پیچھے چھپکر
 زینب کو وہ دیکھتا تھا اکثر
 پھر دن یہیں جو کہ تھی ٹہرتی
 روتی تھی کبھی کبھی سنبھلتی
 سنتی تھی ترم کی جب وہ آہٹ
 آنسو پھر پونچھتی تھی جب ٹپٹ

(۱۴)

آدھی شب تک سحر سے لیکر
 پھر تھکا اُدھر اُدھر وہ مضطر
 آہوں سے عیان تھی دل کی حالت
 بڑھتی جاتی تھی روز و حشت
 دن کی وہ دہو سپ رات کی اوس
 وہ حسرت و یاس اور افسوس
 ان سب کا اثر ہوا یہ عمل کر
 گھٹنے لگے روح و جسم یکسر

(۱۵)

رخسار وہ دونوں گل سے شاداب
 صحت کی تھی جن پر آب و تاب
 تازہ وہ کھلے گلاب کے پھول
 بابل کی نظر تھی جن پر مہذول
 مڑجھائے چلی جو بادِ صرصر
 تھا موسم گلِ خزان سے بدتر
 اس عشق نے خاک مین ملایا
 سدا حسنِ شباب اُس کا

(۱۶)

مان باپ نے دیکھی جب یہ حالت
 دونوں کے ہوئے حور اس رخصت
 دن رات مریدِ عشق کے پاس
 بیٹھے روتے تھے وہ بصدِ یاس
 تھا مانگتا باپ اُدھر دعا مین
 مان لیتی تھی اس طرف بلا مین

مرنے کا جو وقت آگیا تھا ہوتا ہی نہ تھا اثر دعا کا

(۲۸)

غش سے جو مریض عشق چو سنا
بو لاکہ یہی ہے اب تمنا
سب کو میرے پاس سے اٹھا دو
صورت اس کی مجھے دکھا دو
ہے ہجرین جسکے چان چاتی
یہ سات نہ آتی گروہ آتی
ہونے کو ہیں بند اسب یہ آنکھیں
حسرت ہے کہ اک نظر ہی دیکھیں

(۱۹)

افس اُس وقت آئی زینب
جب کام تہم ہو چکا سب
دست نازک سے اُسے چھو کر
دیکھا تو بدن ہے سر دیکر
باران کا بندہ یا چشم سے تار
ڈوبے اشکون مین دو نور خسار
اُس زرد گلاب پر بھی پیچم
آنسو گرتے تھے مثل شبنم

(۲۰)

بے تابی دل تھی کہینج لائی
مان باپ سے تھی وہ چھپکرائی
لیکن تھی اُسے یہ فکر حرم
کردے نہ بہن پدر کو برہم
بے در بہن وہ باپ ظالم!
تھا غیظ و غضب کا جو کھنڈام
سن لے جو کہیں گئی ہے باہر
جیتا چھوڑے نہ اُس کو دم بھر

(۲۱)

یہ سچ کے گھر پھری وہ روتی
سر پٹیتی اور جان کھوتی
آنکھوں کے تے وہی تھا بیدار
تھے زرد گلاب جس کے رخسار

تھا دل پہ جو رنج و خوف طاری
ہر ایک قدم تھا اُس کو بھاری
تھام کر وہ رات راہ سنسان
دو نو جانب کھنڈر وہ ویران
پر خوف وہ اکوون کی آواز
ماتم کا بجا رہے تھے جو ساز
(۲۲)

دل میں اسکے جو درد غم تھا
چڑھتا ہر قدم پر دم تھا
اس درجہ خیال تھا پریشان
وہی شکلین تھیں سب نمایان
ہر ایک شجر حجر کے پیچھے
جھاڑی - دیوار - در کے پیچھے
آتا تھا چھپا نظر وہ دلداری
کرتا ہوا آہ و نالہ ہر بار
(۲۳)

ادام کا پر خطر وہ وادی
ہے جس میں ہر اک بلا خلی
جس سے ہے گذرنا سخت مشکل
خیر و ن کے بھی چھوٹ جاتا ہیرنل
گذری وہ یہاں سے تھر تھرتی
ہر ایک قدم پر خوف کھاتی
ہر مت سے آتی تھی یہ آواز
دم توڑ چکا ہے تیرا دم ساز
(۲۴)

بہنہ جب کا ہتی وہ گھر میں
غش کھا کے گری مکان کو درمیں
بیٹھ لی یہ دیکھتے ہی حالت
مان کو ہوئی اک عجیب حیرت
ہائی کو چمک کے منہ پہ بولی
کیون بڑ گئی زرخوش سمبولی
صدہ ہو کوئی تو سنہ سے بولو
آنکھیں اپنی ذرا تو کھولو
(۲۵)

غش سے چونکی زرا وہ ناشاد بولی کہ فلک نے کی سے بیداد
 امان وہ جہان سے سدا را تھا مجھ کو جو جان سے بھی پیارا
 دیکھوں گی نہ اب کبھی وہ صورت تھی ایک فرشتہ کی وہ صورت
 تھی مجھ سے تو اُس کو پاک الفت اتھ کرے نصیبِ جنت

(۲۶)

اُمان میرے دل میں ہے بہت درد ہوتے جاتے ہیں دستِ پاسِ درد
 سینہ میں دل دھڑک رہا ہے مرغِ بسمل پھر لڑک رہا ہے
 یہ کہکے ہوئی جو پھر وہ خاموش مادر کے اوٹے یہ دیکھ کر ہوش
 سمجھی کہ یہ اب نہیں سنبھلتی رنگت ہر آن ہے بدلتی

(۲۷)

زینب نے بھری جو کانپ کر آہ نکلی پھر تن سے روحِ ناگاہ
 گوری گردن کا پھر تو منکا ڈھلتی ہی ہوا بدن بھی ٹھنڈا
 یہ دیکھ کے مان نے پیچ ماری صدر سے ہوا غش اُس پہ طلہی
 رونے کا اومٹا جو شور یک بار پیدا ہوئے حشر کے پھر اُٹھار

(۲۸)

کرتے گر عقد اُن کا ہر دم ہوتی نہ محبت اُن میں پھر کم
 افسوس یہ ناگوار رسمیں ہیں تہند کے دگ چمکے بسین
 قیدِ دائم وہ سخت پردا فرضی وحیا کا ناز بے جا
 ہیں سب یہ نتیجہِ بھالت رکھ یادِ محب کی یہ نصیحت

خواہش

خواہش یہی دل میں ایک ہو رہا
 ہو دامن کوہ بستر اپنا
 عزت میں کٹے یہ زندگی اب
 سہر پر ہو گھنے شجر کا سایا
 بھولوں میں بسا ہوا ہو جنگل
 ہو آب روان میان کہسار
 وہ شہد کی کہیوں کی آواز
 قربان ہو جس پہ مطرب دسار
 سونے کو چٹائی بھی پڑی ہو
 رہتے لگے گھونسل بنا کے
 کرتا ہوا پچھلے برابر
 آجائے تو اُس کا ہو یہی گھر
 باقون میں تھام دن بسر ہو
 اغراض پر اپنے ہرین جو مشیدا
 پر چھائیں سے ان کی اب بچا
 اُن سے تو ہے ایک ان ہی سوڈر
 جگمگ کے درندے ان سے بہتر

خواہش ہو محب کی اب یہ پوری
 تجھ سے تو ہو قرب سب سے دوری

قبرستان کی سیر

(۱) ایک دن میں صبح کو گھر سے چلا
راستے میں ایک گورستان ملا
جی میں آیا یہ کھجے کچھ اسکی سیر
ہیں یہاں اپنے بھی سوتے اور غیر
ہے یہ وہ شہر خوشان جس میں اب
جمع ہیں زندیق - مومن - زندیق
عشق و حرص و کینہ و بغض و حسد
اختلاف مذہب و ملت کی کہ
ان کی راحت میں نہیں کوئی محفل
ہے تمام آلائشوں سے پاک دل

(۲)

میرے دل میں آرہے تھو یہ خیال
اور ان کی بیکیسی کا تھا ملال
ساتھ میرے تھا جو لڑکا غور و سال
قابل دید اس کا تھا اس وقت حال
دوڑتا - ہنستا - اچھلتا - کودتا
پھر ہاتھ مار قد و ن میں جا بجا
میں تو آہستہ اٹھاتا تھا قدم
وہ چھلکے مارتا تھا دم بدم

(۳)

دیکھ کر میں نے یہ بچے سے کہا
بیٹھ چپ بیٹا! یہ تو کرتا ہے کیا
مرقدہ ن پر کودتا پھر تا ہے تو
پاؤں گر پھسلا تو پھر کرتا ہے تو
نعتگان قبر میں یہ شور و غل
شاد گورستان میں ہے تو مثل گل
تہقیر تیرے یہ تیرا کھیل کوڑا
ان مزاروں میں جو ہیں جاگے درو
نامناسب ہیں یہ تیری حرکتیں
ہیں یہاں اچھی نہیں یہ جراتیں

(۴)

پاس میرے آگیا وہ دوڑ کر
چپ ہوا پھر کھیل دم بھر چھوڑ کر
ایک لحظہ تک زبان تھی اسکی بند
پھر ہوا تھی سب نصیحت اور پسند

پھر ہوئی دل میں خوشی جو موج زن
چھوٹے بچوں کی طبیعت یہ مزاج
جو خوشی دل میں نہیں کچھ انکے غم
چھوڑ کر اونگلی لگا پھر دوڑنے
چو کرٹی بھرنے لگا جیسے ہرن
جس پر قربان کیجئے دنیا کا راج!
اور ناخوش بھی ہوئے تو ایک دم
کھینے یا پھول پتے توڑنے

(۵)

منع پھر میں نے نہیں اس کو کیا
عقل میں میری ہوا پھر انقلاب
عقل و فطرت کا یہی تھا مقتضی
جب رخ فطرت پہ کی میں نے نظر
بعد طوفان جس طرح ہوصاف آب
کھل گئی چشم بصیرت سر بسر
وہ نہیں دیتے کتابوں کے ورق
ایک دم دیتی ہے جو فطرت سبق

(۶)

عقل نے وہی بڑھکے یہ جھکو صدا
ان مردوں پر جو سبے اونچا فلک
نغم نہیں مردوں کا فطرت کو ذرا
خوش نظر آتا ہے ہر جا آسمان
رنگ ماتم کی نہیں اس میں جہلک
نیلگون یہ شامیانہ حباب بجا
کوئی گورستان ہو یا گلستان
ایک سان خوش رنگ ہو اور خوشنما

(۷)

خوشنما وہ ابر کے لگے سفید
کس خوشی سے آتے جاؤ ہیں دام
آسمان میں جو نہیں کیجا ہیں قید
جو شعلہ مہر پڑتی ہیں یہاں
سوگ سے مردوں کے انکو کیا ہو کام
ان میں بھی غم کا نہیں کوئی نشان
قبر کے سبزے پر رنگوں کی جہلک
ایک سان ان کی یہاں بھی ہو چمک

(۸)

دیکھ وہ اک قبر کینہ ہے دہان
پر لگے ہیں غار جس میں جا بجا
اس میں سوتا ہے پڑا بیکس کوئی
اس لحد سے جھانکتے ہیں کچھ شجر
سمٹ گیا ہے جسکی تربت کا نشان
ہے سر ہانے جسکے پتھر اک کھڑا
انقلاب دہر سے بے بس کوئی
پھول ان کے بھی ہیں سب ڈاؤن تر
خدا دہن چہرے نہیں انکے ملول

(۹)

چیلین منڈلاتی ہیں گورستان پر
وہ نہیں یاں سے گزرتے جلد تر
دیکھ وہ چھوٹی سی چڑیا قبر پر
کس خوشی سے کر رہی ہو چہچھے
اور کوئے بھی یہاں کے ہیں نڈر
بے ضرر مردوں سے ان کو کیا ضرر
کس طرح بیٹھی ہے بے خوف و خطر
جن کو مردے بھی ہیں شاید سن رہے

(۱۰)

گر یہ ہوتا مقصد فطرت کہ ہم
روئین پٹین سینہ کو ٹین بار بار
تو خدا کرتا نہ پھر پیدا یہ نور
اور یوں بچوں کے دل میں نیچشی
سوگ میں مردوں کو ہون بصر و غم
اور چھوڑ دین زندگی کے کاروبار
جس میں دائم زندگی کا ہے ظہور
سوچ زن ہوتی نہ پھر از خود کبھی

(۱۱)

یہ رخ پر نور فطرت یہ بہار
پھول یہ ہنس کمد یہ رنگ آسمان
یہ خوشی بچوں کی از خود یادگار
یہ نواسنجی مرغ بوستان

دے رہے ہیں یہ گواہی سب کرب سب فنا ہیں اور باقی ذات رب
 زندگی میں خوش رہو ہر دم محب
 اور چھوڑ دو فانیوں کا غم محب

پسوج سمجھ کر چلو اور اندھی تقلید کو چھوڑو

(۱)

سوچو سوچو نہ سوچنے سے ڈرو کچھ نہ اظہار حق سے خوف کرو
 لوگ دہمکائیں پر نہ تم مانو فرض اظہار امر حق جساؤ

(۲)

ریت رسوں کے تم نہ ہو پابند قوم کو جن سے پہنچتا ہو گزند
 چھوڑ دو بے دھڑک بری زمین نہ پڑوان بلاؤں کے بس میں

(۳)

تم کرو اپنی عقل سے سب کام اور تقلید کا نہ لو تم تمام
 دانش و عقل ہے وہ جو ہر فرد رو برو جس کے آب گوہر گرو
 یہ در بے بہا ہے جسکے پاس کب وہ چھو تا ہے گوہر و الماس

(۴)

جس کو تم جانتے ہو راہ خطا کب قدم مارتا ہے اس میں روا
 بھیڑ یا چال تم کبھی نہ چلو آنکھیں رکھ کر نہ بادلی میں گرو
 عقل کو رہتا بناؤ تم راہ تقلید پر نہ بناؤ تم

عقل جسکو بجا کہے وہ کرو سوچ کر ہر قدم پہ پاؤں دہرو
عقل کی راہ پر چلے جاؤ ٹھوکرین جا بجا نہ تم کھاؤ

(۵)

پوری قوت سے تم کرو ہر کام تاکہ حاصل ہو کام کا انجام
خدمتِ قوم فرض ہے سب پر تم بھی باندھو محب کمر کس کر

آدمی کو کام کرنا چاہیے

(۱)

زندگانی نہیں ہے وہم و خیال آخر اس کا بھی تو کوئی ہے مال
مردہ وہ زندہ ہے جو ہے بیکار چوب ہے وہ شجر جو لائے نہ بار

(۲)

زال دنیا ہے ظاہرِ خوشہ و اور باطن میں بے دست و پا بدخو
دہو کا کھاتے ہیں اس عقل و جاں اسکی الفت کا پھل ہے حسرت و دیاں

(۳)

روح باقی نہ جسم قائم ہے ذات حق ایک حتیٰ دائم ہے
قبر انسان کی ہے جاے قرار دوڑا دوس کی فقط ہے تا بہ مزار
غیر فانی ہے مادہ لیکن ہے عدم جس کا محض نامکین
خاک سے جو بنا وہ ہوگا خاک مادہ کو نہیں ہے اس سے باک

(۴)

غایتِ زندگی نہیں ہے عیش اور نہ مقصودِ عمر غصہ و طیش
 ہے مگر زندگی کا یہ مقصد رہو مشغول کا رہتا یہ لمحہ
 تاکہ تم آج سے ہو کل بہتر شجرِ عمر لائے برگ و ثمر
 تاکہ ملے ہوں من ازل عزت دور ہو جائے پستی و ذلت

(۵)

ہے رہ علم سخت دور و دراز مشکل انجام پہل ہے آغاز
 وقت جاتا ہے اس طرح سے گوار جیسے گلشن سے گزرے بادِ سحر
 عمر کو تہا حرصِ طول و طویل ہر گھڑی بچ رہا ہے کوسِ حیل
 راستے میں رہیں جا بجا رہزن درگِ نزدیک اور دور و وطن

(۶)

کر نہ اس زرِ مگدین بہت پست لڑا تو نفسِ لعین سے دستِ بدست
 خوف سے بھاگ تو نہ مثلِ وحش سامنے ہوں اگر چہ لاکھ جوش
 فتح میدانِ زندگی کر تو بزدلانہ نہ بھاگ کر مر تو
 رزمِ دنیا کا جیت لے میدان تاکہ رہ جائے تیرا نام و نشان

(۷)

کیا بہرہ ہے زندگی کا کل خوشنماگوں باغِ اے ال
 کر نہ تو اعتبارِ آئینہ نفسِ بد خو کا ہو نہ تو بے سندہ
 دقتِ مردہ ہے جو گذرتا ہے وقت بھی جیتا اور مرتا ہے
 دقتِ موجود ہے مگر زندہ اور ماضی کو حبان تو مردہ

(۸)

زندہ اوقات میں کرو کچھ کام خون کرنا ہے وقت کا بھی حرام
تم بہر دوسہ کرو خدا پہ فقط جز خدا اسرا ہے سب کا غلط
صبر و محنت سے کوئی کام کرو زندگانی میں کچھ تو نام کرو

(۹)

اچھے لوگوں کے تذکرے سنکر دل پہ ہوتا ہے واقعی یہ اثر
کہ کریں ہم بھی کوئی اچھا کام چھوڑ جائیں جہان میں اپنا نام
کو ج ہو گا ہمارا تو اک دن چھوڑ جائیں گے نقش پا لیکن
ہو گا ننگ نشان یہ نقش قدم رہنا ہے مسافرانِ عدم
کوئی گم گشتہ مضطرب خستہ دیکھ کر اس کو پائے کا رستہ
اس سے ڈھونڈ لیا راہ کا وہ سرخ نقش پا ہو گا راستہ کا چراغ
راہرو کی بند پائے کا ہست آگے بڑھنے کی ہوگی پہر جرت

(۱۰)

چست باند ہو کر اٹھو یارو اس قدر ہمتیں نہ تم یارو
اپنی حالت کو کچھ درست کرو بے زبانوں کی طرح تم نہ مرو
قوم کا بھی کرو مگر کچھ کام زندگانی کا ہے یہی انجام

اے محب تو بھی قوم پر ہونشاد
نوع انسان کا گرتو ہے غمخوار

رات

رات ہے وقتِ راحت و آرام شام لاتی ہے خواب کا پیغام
 حرکت کے ہے بعدِ عیش سکون نشہ می سے لطف ہے یہ فزون
 وہ بچھونے پہ لیٹن تھا کہ کیا ہی دیتا ہے لطفِ تابہ سحر
 سکر نیچے وہ گد گد انگلیہ زانوں سے بھی رزم سوا
 بختا ہے وہ روح کو فرحت مستِ جگر کو اس سے کیا نسبت

وہ تھکے ماندے دن کو عضو بدن

نرم گدے پہ پھیل کر ہیں مگن رات ہے خواب دیکھنے کا وقت
 یاد آتے ہیں واقعات کھن نقش پر آب دیکھنے کا وقت
 نظر آتی ہیں وہی تصویریں گہر خوشی اور گاہ رنج و محن
 عالم خواب اور بیداری یہ تخیل کی سب ہیں تحریریں
 دو نو حیرت فراہین ایک ظلم مستی و غفلت اور ہوشیاری
 خواب بھی ہے عجیب سرِ خدا حالتیں مختلف ہیں ایک ہو جسم

بھیدا اسکا نہیں کسی پہ کھلا

رات ہے وقت کار و بار و مانع ظلمت جہل میں ہے علم چراغ
 ہے یہی موسمِ زراعت علم جمع ہوتی ہے جس میں دولتِ علم
 مسلم کے وہ خزانہ مدنون کھودنے میں پسینہ بجکے ہو خون

کتبِ درسیہ میں سب میں پڑے ہیرے کا غنڈ کی لکان میں ہین گڑی
ہاتھ آتے ہین جن کے یہ گوہر وہ ہین شانِ عرصہ سکر بہتر
بیچ ہے اسکے سامنے دولت

علم و فن کی ہے ہر جگہ عزت

رات ہے وقتِ گریہ و زاری ہے ہر اک پل پھاڑے بھاری
واقعاتِ گزشتہ صورتِ حال آتے ہین رو بروئے چشم خیال
یاد آتے ہین بھولے رنج و محن تازہ ہوتے ہین داغِ ہائے کہن
پہنڑے فرزند و خویش و یارِ شفیق ہین تصور کے رات ہی کو رفیق
ساتھ لاتے ہین اپنے تحفہٴ رنج دل کو دیتے ہین نذرِ اشک کا گنج

رونا پچھلے پھر وہ بیوہ کا

دل پر نشتر لگاتا ہے بخدا

رات ہے وقتِ دیدِ جلوہٴ یار جان پر دانہٴ شمع پر ہے نثار
کوئی فرقتِ نصیبِ تباہِ سحر مارے گنتا ہے صحنِ مینِ آگر
کوئی تنکنا ہے لیٹا ستر پر یادِ دلبرِ مین پھرون روئے قمر
ہین کسی کے جو کان آہٹ پر ٹکٹکی باندھے دیکھتا ہے در
بزمِ عشرتِ مین کوئی ماہِ جمین دیکھتا رقص ہے بصدِ شکین
کوئی تنکنا ہے چہرہٴ بیمار ہاتھ دھرتا ہو نبض پر ہر بار

کوئی میت کے پاس بیٹھا ہے

سر جھکائے اوداس بیٹھا ہے

رات ہے وقت فکر و غور جہان
کھلتے ہیں معرفت کے سر نہان
اہل دل کی یہی تو ہے معراج
عقل اول کی ہے یہی سر تاج
روح جاتی ہے تابہ چرخ برین
دم میں آتی ہے پھر بدوے زمین
دل جو ہوتا ہے زنگ حرص و پاک
نظر آتے ہیں اس میں نوا فلاک
مثل فوٹو گراف عکس سما
دل کے آئینہ میں ہے جلوہ نما

ایک آئینہ میں ہیں دو عالم
ہے وجود اس طرف اودھر جو عدم

رات ہے وقت غور آمد و صرف
جانبختے ہیں حساب حرف و حرف
آمد و خرچ اور سود و زیان
بہی کھاتے ہیں لکھتی ہیں ہر آن
دیکھتے جو نہیں حساب و کتاب
انکا ہوتا ہے کار و بار خراب
دل سے لیتے ہیں اہل دل بھی حیل
جانبختے ہیں عمل کی روز کتاب
چو ریانِ نفس کی جو پاتے ہیں
غیض کی سیج و تاب کھاتے ہیں
ڈانٹتے ہیں وہ نفس کو ہر بار

تانا بکڑے عمل کا کار و بار

رات ہے وقت رخصت آخر
جو ہے دنیا کی کلفت آخر
وقت رخصت جو آگیا ہے قریب
جمع ہیں گرد سب عزیز و قریب
رو تے ہیں دیکھ دیکھ کہ صورت
سب پہ طاری ہے بے نیکی حالت
روح کرتی ہے رخصتی جو سلام
گہر میں مچتا ہے پھر تو اک کہرام
پہر نہیں دیکھتی وہ پھر کے ذرا
ادس کو رونے کی کچھ نہیں پروا

چھوٹ جاتے ہیں سب محب وعدہ

ساتھ جاتے ہیں کارہائے نیکو

فرشتے کی سرگوشیاں

وہ شب ہجیر وہ غمِ وقت	ہو کا عالم وہ ہر طرف وحشت
وہ دم وہ ہوا کا جوش و خروش	ہیں ہوا جس سے آندہ یوں کبھی ہوش
بیٹھی ہے اک مکان میں ایک حسین	متفکر شکستہ دل غمگین
رنج پہ پڑتا ہے جبکہ شمع کا نور	نظر آتا ہے صاف جلد و طود
اشک جاری ہیں لب پہ روئے نغان	پتیلے جعفر! جہاد پر ہو کہان
ہو سمن درین یا کہ میدانِ مین	خیمہ میں رن مین یا کہ زندانِ مین
خیر سے لائے گھر تمہیں اللہ	مانگتی ہوں دعا یہ شام و پگاہ

یاد تو ہر مین روتی جاتی ہے	اور موتی پر دتی جاتی ہے
گوند ہتی ہے جو موتیوں کا وہار	در انجم ہیں ہر لای پہ نہار
ایک بچہ حسین و مہ پارہ	جس سے روشن ہو سارا گہوارہ
خواب راحت میں سو رہا ہے پڑا	دل میں خوش چنے ہو رہا ہے پڑا
ننھے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے	رنج روشن پہ جگمگاہٹ ہے
مان یہ کہتی ہے بوسے لے لے کر	اے میرے خندہ روح حسین پسر
جانتی ہوں فرشتگانِ خدا	تیری کرتے محافل ہیں سدا

محب سے کرتے ہیں کانا پھوسی یہ ان سے کرا التجا ذرا سی یہ
ہوں تیرے باپ کے بھی وہ نگراں بحرین ہو کہ بر سر میدان

تو تو سوتا ہے پر وہ بین بیدار دشمنوں سے تیرے وہ ہیں ہشیار
سے یہ دنیا مصبتوں کا مکان جمع ہیں اس میں لاکھوں ہی شیطان
پر کسی کی نہیں ہے یہ طاقت کہ بلا حکم رب کرے حرکت
کر دعا یہ اسی خدا سے تو کہ بچاؤ سکو ہر بلا سے تو

شب ہجران کی پہر ہوئی جو سحر نوز کے ترے جعفر آیا گھر
دیکھتے ہی اسے وہ ماہِ لقا ہٹکا بٹکا کھڑی رہی اک جا
آنسو مارے خوشی کے بہنے لگے حال دل طغیانشاک کہنوں گے
شادی مرگ سے جو وصل حبیب عاشقوں کو نہیں ہے عیش نصیب
راحتِ قلب جو شہین ہے کہاں اس پہ قربان جہان کی خوشیاں
اپنے بچے کو پھر لگا کے لگے ”بولی باوا تمہارے تم سے ملے
جانتی تھی ملک اوترتے ہیں تجھ سے سرگوشیاں وہ کرتی بین

باپ سے بڑھ کے مہربان ہے خدا
کیون نہ چون کی پہر سنے وہ دعا



غلطنامہ دیوان محب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲	۱۱	+	جو غنچہ	۹۸	۱۴	کا	گ
۳۳	۲	دیکھیں	دیکھ	۱۱۸	۴	جل	اجل
۵	۱۳	ایکے	ایکے	۱۲۲	۹	شکر	شکوکے
۴۰	۱۱	دیکھتے	دیکھتے	"	۱۴	جواؤ نکے	جواؤ نکے
۴۳	۹	نہ	نہ	۱۲۳	۶	نولاد	نولاد
۴۴	۷	لون	دون	"	۱۶	شیر	تیر
۵۰	۳	منصور	منصور	۱۲۴	۹	شمیر	شمشیر
"	۱۸	یہ	*	۱۲۷	۱۶	چرٹا	چرٹا
۵۲	۴	حاکم	حالی	۱۳۴	۵	زہ	خولے
۶۰	۱۵	پرلا	ہرلا	"	۱۴	پرلیا	پرلماسے
۶۱	۷	بیکرشت نقشہ	بیکرشت نقشہ	۱۳۵	۵	زنگ جانفزا	زنگ دوسے جانفزا
۶۲	۱۸	اسنے	اُٹنے	۱۳۸	۴	ڈوبتے	ڈوبنے
"	۱۹	بمان	جہان	"	۱۵	دالی	ڈالی
۶۹	۱۸	د	دہ	۱۴۱	۱۷	چہچہ	چنے
۷۱	۷	گھٹک	گھٹک	۱۴۲	۷	بجھی	بجھی
۷۹	۷	تقدیر آتے جانا	تقدیر آتے جانا	۱۴۳	۱	ہر	+
۸۰	۱۱	تینیس	تینیس	۱۴۷	۷	سینر	سینرو
۸۲	۴	فانی	تانی	۱۴۹	۶	تہین	تہین
۸۲	۹	مید قربان	مید قربان	۱۵۳	۸	اخبار	اخبار
"	۱۹	اہسان	ایمان	۱۵۵	۵	صاحت	صاحت
۸۴	۱۱	ایک	اک	۱۶۰	۱۸	تری	تیری
۸۵	۲	ایک	ایک	۱۷۱	۱۸	فرضی وحید	فرضی رہیہ
"	۳	میش	+	۱۸۰	۹	نقش پر آب	نقش پر آب
۹۲	۱۹	د	د	۱۹۰	۱۹	*	*
۱۲۲	۱۳	عوض	عوض				

روشنی کے لئے
ہرگز نہیں ہٹاؤں گا

تصنیفات محب

رباعیات محب - اس میں مختلف فلسفی مضامین کی کارآمد رباعباث ہیں۔

۴۴

ڈراما - اس میں ایک بوڑھے نواب کی شادی کا خاکہ کھینچا گیا ہے اور ہندوستانی

بعض لغو رسمیں بتائی گئی ہیں۔

میر اپہلا جرم - یہ ایک دلچسپ ناول ہے جس میں فرانس کے ہمسائوں کے

مفصل حالات درج ہیں۔

دیوان محب - اس میں مختلف فلسفی مضامین پر غزلیں وغیرہ لکھی گئی ہیں نو نہ

موجود ہے۔

رسالہ معلم نسوان کی گذشتہ جلدیں - یہ جلدیں عورتوں کی معلومات کا

ایک عمدہ ذخیرہ ہیں ان میں ان کے متعلق ہر قسم کی واقفیت ملتی ہے ہر ایک پوری

جلد کی قیمت

اور متفرق رسالہ جات کی قیمت فی ورژن

اگر تاجران کتب ان کتابوں کو خرید کرینگے تو ان کو سترہ روپیہ سیکڑا کمیشن دیا جائیگا

المشاعر
صداق حسین گوشت محل حیدرآباد دکن

